خاکِ کربلا میں شفاء



تالیف

حضرت آیت اللہ حسن رضا الغدیری مدظلہ العالی

مترجم

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا نور محمد ثالثی

خاکِ کربلا میں شفاء

تالیف

آیت اللہ حضرت حسن رضا الغدیری مدظلہ العالی

مترجم

حجۃ الاسلام مولانا نور محمد ثالثی

تھذیب و تزئین

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر: ادارہ منہاج الصالحین
الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور
فون: 042-37225252 • 0301-4575120

کتاب	:	خاک کربلا میں شفاء
تالیف	:	حضرت آیت اللہ العلامہ الشیخ حسن رضا الغدیری مدظلہ
ترجمہ	:	حجۃ الاسلام مولانا نور محمد ثالثی
تہذیب وتزئین	:	حجۃ الاسلام مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	اسد علی بٹ
پیشکش	:	مرکز الزہراۃ العلمی النجف الاشرف
ملنے کا پتا	:	ادارہ منہاج الصالحین، لاہور
ہدیہ	:	

ملنے کا پتا

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ، دکان نمبر 20، فرسٹ فلور، غزنی سٹریٹ

اُردو بازار، لاہور۔فون: 37225252

خاکِ کربلا میں شفاء

ترتیب

انتساب	17
عرضِ ناشر	19
عذرخواہی اور تعظیم و تکریم	22
ناچیز پیشکش	25
تُربَۃُ الشِّفَاء	37
خاکِ کربلا تریاقِ مجرب ہے!	42
تُربتِ حسینؑ، شعائرِ الٰہی میں سے ہے	47
تُربتِ کربلا کے بعض اسماء و صفات	73
تُربتِ حسینؑ میں شفاء ہے	80
صلبِ امام حسینؑ سے	81
اولادِ امام حسینؑ سے	82
نو اماموں کے پدر	82
میراثِ نور اولادِ حسینؑ میں	82
ائمہ نسلِ حسینؑ میں	83
۱- منصبی وراثت	84
۲- شہادت طلبی	85
۳- صریح نص	87

۵- واجب کی ادائیگی	89
٦- عدل وانصاف کا قیام	90
۷- عدد کا تعین	91
۸- نورانی وحدت	92
۹- امامت کی وسعت	95
۱۰- دُعا کی اجابت	95
شفاء یابی اور شفاء طلبی	98
علمی پہلو	99
عملی پہلو	102
طیب وطاہر مشروب	102
خاکِ شفاء بحکم خدا امان ہے	107
تُربتِ حسینؑ سے وابستہ رہو	108
خاکِ قبرِ حسین علیہ السلام	112
معنوی اِدراک	113
۱- مشک کی خوشبو	114
۲- مطلوب امر	120
۳- غائبات کی خبریں دینا	121
۴- پایۂ ثبوت کو پہنچا حق	122
۵- الٰہی رحمت	123
٦- بہترین دوا	124
۷- اُسوۂ حسنہ	124

- ۸- ساری خوبیاں 125
- صریحی بیان 126
- شفا طلبی کا حکم 129
- چھے اُمور 130
- نو اُمور سے توسل 131
- استجابت کی ضمانت 132
- فقہی پہلو 134
- حمیر یا حائر کی گفتگو 139
- روحی و روحانی پہلو 146
- اعتقادی پہلو 148
- قرآنی پہلو 150
- حدیثی پہلو 157
- شفاء طلبی کی روایات 159
- تربتِ حسینؑ میں شفاء ہے 160
- سب سے بڑی دوا 160
- الٰہی معاوضہ 161
- خاکِ قبرِ حسینؑ سے معالجہ 161
- شیعوں کے لیے شفاء ہے 161
- درد و الم میں شفاء دینے والی 162
- سرخ تربت 162
- قبرِ حسینؑ کی خاک 163

- انگلی کے پور کے برابر 163
- بغیر لذت کے کھانا 163
- شفا طلبی کا قصد ہو 164
- طین یا تُربت؟ 165
- بہترین تعبیریں 166
- ضمانت بھرا علاج 167
- کیا شفاء شیعوں سے مختص ہے؟ 169
- خاکِ شفاء کی عمومی تاثیر 170
- خاص علامت 171
- استثنائی عطا 172
- درد و دواء 178
- ایمان اور معرفت 179
- خاکِ شفاء کی مقدار کیا ہو؟ 181
- خاکِ شفاء کہاں سے اُٹھائی جائے؟ 187
- اس باب میں وارد روایات 188
- روایات میں وارد کلمات کے لغوی معانی 200
- تُربت یا برکت؟ 207
- تُربت تازہ خون بن کر جوش مارنے لگی 208
- ناپسندیدہ خواب 210
- وہ خاک جہاں پر امام حسین علیہ السلام کا خون بہا 212
- ہائے کرب و بلاء 212

- تربتِ کربلا 213
- خوشا بحال اے تربتِ کربلا! 214
- ایک مشت تربت 214
- مشک کی طرح خوش بودار تربت 215
- یہ تربت حسینؑ ہے 215
- تربت جب خون ہو جائے گی 215
- وہ خاک جس پر محبوبوں کا خون بہے گا 216
- ہر بیماری میں شفاء 218
- ہر درد میں شفاء 220
- اہلِ زمین کے لیے آسمانی سپر 221
- رجالی پہلو پر سرسری نظر 224
- اُمِ سلمہؓ کی روایت 227
- الروضۃ کی تحقیق 241
- نسبت کا پہلو 242
- تاویل کا امکان پایا جاتا ہے 243
- حائر کی حد بندی 244
- نقص کے جبران والی اشیاء سے تمسک 245
- برکت یا تربت؟ 246
- حرمت اور حریم 246
- یک مشت تراب 248
- استفہام، خود موضوع و طریق ہے 249

- میوۂ دل 254
- سنہرا نکتہ 255
- سرخ یا سفید؟ 255
- خاکِ شفاء کہا جا سکے یہی معیار ہے 262
- امام حسینؑ اور ان کی مقدس تربت 265
- تربتِ مقدسہ کے فقہی احکام 269
- ۱- شفاء طلبی جائز ہے 272
- ۲- خاکِ شفاء کا استعمال جائز ہے 273
- ۳- خاکِ شفاء کو ہمراہ رکھنا 273
- ۴- خاکِ شفاء کی خرید و فروخت حرام ہے 273
- ۵- شفایابی کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے 273
- ۶- تجربہ و آزمائش مقصود نہ ہو 274
- ۷- سلطان جائر سے ملاقات کے وقت پاس رکھنا 274
- ۸- خاکِ شفاء کی توہین کرنا حرام ہے 274
- ۹- خاکِ شفاء کا نجس کرنا جائز نہیں ہے 275
- ۱۰- سفر میں خاکِ شفاء ساتھ رکھنا 275
- ۱۱- معالجہ کرنا اور حفظِ ماتقدم کرنا 276
- ۱۲- خاکِ شفاء سے افطار کرنا 276
- ۱۳- خاکِ شفاء پر ہاتھ رکھنا 276
- ۱۴- خاکِ شفاء کا پھیلانا 276
- ۱۵- خاکِ شفاء پر سجدہ کا استحباب 277

○ ۱۶-خاکِ شفاء سے تسبیح تیار کرنا 277
○ ۱۷-خاکِ شفاء کو پکا کر پختہ بنا لینا 277
○ ۱۸-بغیر ذکر تسبیح چلانا 277
○ ۱۹-تکوا اُٹھانا مستحب ہے 278
○ ۲۰-قبر میں رکھنا مستحب ہے 278
○ ۲۱-تربت سے کفن لکھنا 278
○ ۲۲-خاکِ شفاء کا محفوظ رکھنا 278
○ ۲۳-خاکِ شفاء کا ہدیہ کرنا 279
○ ۲۴-بار بار شفا طلبی کرنا 279
○ ۲۵-معین مقدار کا لحاظ رکھنا 279
○ ۲۶-دُعا پڑھنا 279
○ ۲۷-شروط کا لحاظ رکھنا 279
○ ۲۸-تربت کا رنگ 280
○ ۲۹-کثرت سے ذکر کرنا 280
○ ۳۰-پانی میں ڈالنا 280
○ ۳۱-جسم پر مَس کرنا اور پھیرنا 280
○ ۳۲-مقدارِ اقل و اکثر کیا ہے؟ 281
○ ۳۳-بغیر کسی شرف کے شفا طلبی کرنا 281
○ ۳۴-گمان غالب کافی ہے 281
○ ۳۵-صرف خاکِ شفاء سے علاج 281
○ ۳۶-کھانا اور بدن پر پھیرنا جائز ہے 282

- ۳۷-کمیت و کیفیت کے اعتبار سے گھل مل جانا 282
- ۳۸-لذت و چاہت سے کھانا حرام ہے 283
- ۳۹-شفا طلبی میں ایمان شرط ہے 283
- ۴۰-تعویذ و حرز کے طور پر رکھنا 283
- ۴۱-تعویذ لکھنا 284
- ۴۲-خاک شفا معلق کرنا 284
- ۴۳-زینت دینے کا قصد 284
- ۴۴-معجون نقصان دہ نہیں ہے 285
- ۴۵-حنوط کا جواز 285
- ۴۶-انگوٹھی کا حکم 285
- ۴۷-نسبت کا لحاظ رکھنا 285
- ۴۸-بوسہ و نیا مس کرنا 286
- ۴۹-پانی کا گھونٹ 286
- ۵۰-بیماری کا نام لینا 286
- ۵۱-سامان میں رکھنا 286
- ۵۲-تسبیحاتِ اربعہ کی تلاوت کرنا 287
- ۵۳-خاکِ شفاء کی وقفیت 287
- ۵۴-ترک کرنا افضل ہے 287
- ۵۵-شہر سے باہر لے جانے کا حکم 288
- ۵۶-برکت حاصل کرنا مستحب ہے 288
- ۵۷-شعائر کی طرح تعظیم کرنا 288

- ۵۸- حیوانوں کے لیے شفاء طلبی 289
- ۵۹- بے ہوش شخص کو پلانا 289
- ۶۰- دُعا کے وقت خاکِ شفاء کا اُٹھائے رکھنا 289
- ۶۱- خاکِ شفاء کا حلف اُٹھانا 290
- ۶۲- قبرِ حسینؑ پر رکھی جانے والی مٹی کا حکم 290
- ۶۳- شفاء کی نفی کرنا 290
- ۶۴- شفاء پانے کا اعلان کرنا 291
- ۶۵- حرز و تعویز کا باٹنا 291
- ۶۶- غیر شرعی استفادہ 291
- ۶۷- اُٹھائے رکھنے کی عمومیت 291
- ۶۸- رزق میں برکت 292
- ۶۹- کرامت کی نظر 292
- ۷۰- مقدس تحریریں 292
- ۷۱- نت نئی ساخت 292
- ۷۲- ماثور دعائیں 293
- ۷۳- تربت امام حسینؑ کا سونگھنا 293
- ۷۴- بنیاد میں خاکِ شفاء کا رکھنا 293
- ۷۵- شفاء کے لیے سرمہ لگانا 294
- ۷۶- بسم اللہ کی قرأت 294
- ۷۷- صلوات پڑھنا 294
- ۷۸- پاک صاف کرنا واجب ہے 294

۷۹-خاکِ شفاء پر تیمم کا حکم	295
۸۰-تربتِ کربلا کی قداست کا لحاظ رکھنا	295
تربت کی دُعاؤں کے نورانی کلمات	296
پہلی روایت	297
دوسری روایت	305
تیسری روایت	306
چوتھی روایت	307
پانچویں روایت	319
چھٹی روایت	323
اس شریف دُعا سے ماخوذ معنیٰ و مطالب	325
ساتویں روایت	331
اس دُعا میں معنوی اشارات	332
ضمانت بھرا معجون	338
بابرکت مشک	341
سرزمینِ کعبہ کا فخر کرنا	350
جنت کا برترین علاقہ	354
ارضِ کربلا کا تفاخر	355
میں سرزمینِ الٰہی ہوں	359
تسبیح، حمد و ثناءِ الٰہی کرتی ہے	361
سیدالشہداءؑ سے سیدالشہداءؑ تک	365
تسبیحاتِ اربعہ	371

- دانتوں کا جانے انجانے میں حرکت دینا 377
- تسبیح کا ہلانا اور اپنے پاس رکھنا 379
- یہ میرے جد کی تُربت ہے 380
- اس روایت کے قیمتی مطالب 380
- حکم اور رہنمائی 387
- آشکار تعبیریں 388
- خاکِ شفاء کو کھانا 389
- خاکِ شفاء لینا 390
- خاکِ شفاء کا رکھنا 390
- خاکِ شفاء ساتھ رکھنا 390
- خاکِ شفاء سے مداوا کرنا 390
- خاکِ شفاء اٹھانا 390
- تُربت خاکِ شفاء 391
- تحنیک 391
- بعض تجربات پر ایک نظر 393
- واضح تعبیرات اور آشکار معانی 393
- ۱-عمومی امراض سے سلامتی کا نسخہ 395
- ۲-دل کی بیماری سے شفاء کے لیے 395
- ۳-معدہ کے امراض سے شفاء کے لیے 396
- ۴-سر درد دُور کرنے کے لیے 396
- ۵-بدن کا درد دُور کرنے کے لیے 396

○ ۶-آنکھ کا درد دُور کرنے کے لیے 396
○ ۷-اولاد سے بلاؤں کو دُور کرنے کے لیے 396
○ ۸-فالج زدہ کی سلامتی کے لیے 396
○ ۹-نیند میں خوف سے بچنے کے لیے 397
○ ۱۰-رزق اور مال کی کثرت کے لیے 397
○ ۱۱-علم کی زیادتی کے لیے 397
○ ۱۲-دشمن سے امان کے لیے 397
○ ۱۳-جادو سے تحفظ کے لیے 397
○ ۱۴-سفر میں محفوظ رہنے کے لیے 398
○ ۱۵-کوڑھ سے شفاء کے لیے 398
○ مترجم کے دیگر آثار 399

☆......✿......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاکِ کربلا میں شفاء

امام حسین علیہ السلام کی تربت میں شفاء ہے!

امام حسین علیہ السلام کی تربت کے شرعی احکام کا بیان!

مبارک تربت کے سلسلہ میں فقہی اور علمی جائزہ!

انتساب

مولا و آقا کی خدمت میں غلام کا ناچیز نذرانہ!

میں اپنی اس ناچیز کوشش کو بڑے ہی خلوص کے ساتھ اپنے آقا و مولا، ولی امراور اللہ کی طرف سے منصوب امام حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، وہ امام جن کے وجود مقدس کے ظہور کی تابانیوں کو دیکھنے کے لیے روتی ہوئی آنکھیں انتظار کر رہی ہیں، کیونکہ انتظار فرج بھی عبادت ہے۔

اے میرے مولا و آقا! میں آپؑ کا غلام اور آپؑ کے غلام کا فرزند اور آپؑ کی کنیز کا فرزند ہوں، اور میں اپنی اس ناچیز کوشش کو آپؑ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپؑ اسے قبول فرمائیں گے، اس لیے کہ آپؑ ہی اللہ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ اور قیامت کے دن میرے شفیع ہیں۔

اے میرے آقا و مولا! آپؑ ہی زمانہ کے مالک ہیں۔ آپؑ ہی اللہ کے جانشین ہیں۔ آپؑ ہی حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وصی ہیں اور آپؑ ہی اپنے مظلوم جد امام حسینؑ کے صاحب عزاء ہیں۔ آپؑ ہی نے اپنے جد کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

"میں آپؑ کے اُوپر خون کے آنسو روتا رہوں گا اور صبح و شام آپؑ کے اُوپر ندبہ و گریہ کرتا رہوں گا"۔

اے امام منتظر! اے قائم آلِ محمدؑ! اے مہدیؑ برحق! آپؑ ہی کی ذات وہ ذات ہے کہ جس کے بارے میں سچے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "وہ آ کر روئے

زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی"۔

اے میرے پیارے امامؑ اور روئے زمین کے ہر مومن ومومنہ کے پیارے امامؑ! آپؑ مجھ سے اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائیں جسے میں آپؑ کے حق کے آشنا اور آپؑ کے اُوپر ایمان رکھنے والے ہر مومن کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ہر اس مومن کی خدمت میں بھی پیش کرتا ہوں، جو اللہ کی بارگاہ میں امام حسینؑ کی مقدس تُربت کو وسیلہ بنا کر ہر بیماری سے شفا چاہتا ہے اور ہر خوف سے امن وامان کا خواہاں ہے اور ہر برائی سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اور ہر ذلت ورسوائی سے عزت حاصل کرنا چاہتا ہے اور ہر بلا میں امن وامان چاہتا ہے"۔

تیرے فضل وکرم کا اُمید وار تیرا ناچیز بندہ!
حسن رضا میثمی غدیری

عرضِ ناشر

بشر کی تخلیق خاک سے ہوئی ہے اور خاک سے تعلق ہی کے سبب وہ اَوجِ کمال تک پہنچتا ہے، البتہ ہر خاک مختلف اصلیت اور فطرت کی حامل ہوتی ہے۔ یہی خاک اپنے عمل اور نسبت کے سبب سے نُوری قرار پاتی ہے اور یہی خاک ناری، اسی خاک کو اسفل و ارزل گردانا جاتا ہے اور اسی خاک کو اعلیٰ و معلّیٰ جانا جاتا ہے۔ گویا ہر خاک کی تاثیر جدا جدا ہے۔ یہی معاملہ پتھروں کا ہے۔ کئی پتھر راستے کے پتھر کہلاتے ہیں اور پاؤں کی ٹھوکر پر رکھے جاتے ہیں۔ حجرِ اسود بھی ایک پتھر ہی ہے لیکن بیت اللہ کا ہر زائر اس کا بوسہ لینا اپنے لیے سعادت خیال کرتا ہے اور یقیناً عند اللہ ماجور قرار پاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حجرِ اسود بیت اللہ سے منسوب ہے اور اسی لیے فضیلت و منزلت نیز رفعت و عظمت کا حامل قرار پایا ہے۔

یہی معاملہ خاکِ کربلا کا ہے۔ اس تُربت کی فطرت و اصلیت زمانے بھر کی تُربتوں سے جدا اور عرش رسا ہے کیوں کہ اس کا تعلق "عرشیوں" سے ہو چکا ہے۔

نواسۂ رسولؐ جگر گوشۂ بتولؑ سیّدالشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہدائے کربلا کی نسبت سے ارضِ نینوا کربلا سے معلّیٰ ہو چکی ہے۔ یہ معجزۂ خونِ حسینؑ ہے کہ کائناتِ عالم میں دو ہی جگہیں معلّیٰ ہیں: ایک آسمان پر عرشِ معلّیٰ اور دوسری زمین پر کربلائے معلّیٰ۔ جبھی تو خاکِ کربلا پر کیے گئے ہر سجدے کی فضیلت بے بہا اور نماز کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔

خاکِ کربلا زمین پر بقعۂ نور ہے۔ سجدہ گہ عبادت ہے، مقامِ نزول و ورودِ ملائکہ ہے، وسیلۂ ہدایت ہے، ذریعۂ نجات ہے۔ جبھی تو اطراف و اکناف عالم سے لاکھوں کروڑوں زائرین ہر سال بلکہ سال میں کئی بار بالخصوص ایامِ محرم اور چہلم سیّدالشہداؑ میں کربلا کی سمت عازمِ سفر ہوتے ہیں۔ احادیثِ رسولِؐ اعظم اور روایاتِ معصومینؑ میں اس منطقہ معلّیٰ کی زیارت کے حیران کن فضائل بیان ہوئے ہیں۔

حج بیت اللہ مستطیع ہونے کی صورت میں واجب ہوتا ہے لیکن کربلا کی زیارت ہر حال میں مومن کا حرزِ جاں بلکہ اگر اس کے لیے جان بھی جائے تو پروا نہیں ہوتی۔ کربلا کی زیارت ستر مقبول و مستجاب حج و عمرہ سے بھی زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ حیف ہے اُس شخص پر جسے کربلا کا زائر بننا نصیب ہو لیکن وہ پھر بھی اپنی بخشش اور مغفرت کا یقین نہ رکھتا ہو۔

کربلا کی خاک، خاکِ شفاء ہے۔ یہ ارضِ عزا ہے اور ایسی عزا معصیت کاروں کے لیے مثلِ دوا ہے اور اس میں جسمانی و روحانی شفاء ہے۔ عاشقانِ حسینؑ پر رحمتِ خدا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اے کربلا کی خاک تو اُس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاشِ جگر گوشۂ بتولؑ
مظلوم کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسولؐ

گویا خاکِ کربلا مظلومِ حسینؑ کے خون سے سیراب شدہ ہے، جو صبغۃ اللہ، ثاراللہ ہے۔ ایسے میں خاکِ کربلا کا خاکِ شفاء ہونا اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ ایسی حقیقت جو تا قائم قیامت بنی نوع انسان کے جسمانی و روحانی امراض کا کافی و شافی علاج ہے۔

حجرِ اسود سے ہے تیرے خون کا رُتبہ بلند

کربلا تو خانۂ حق کی نئی تعبیر ہے

حضرت آیت اللہ حسن رضا غدیری قبلہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے اپنے بیش بہا تقریری وتحریری کارناموں میں اضافہ کرتے ہوئے خاکِ کربلا پر عربی زبان میں ایک مبسوط کتاب لکھ کر نہ صرف اپنی دُنیا وآخرت کی فلاح کا سامان کیا ہے بلکہ عشاقِ حسینؑ، شیعیانِ جہاں اور مسلمانانِ عالم (بلکہ موجوداتِ عالم) کے لیے بھی ایک نسخہ کیمیا اور اکسیر کا بندوبست کردیا ہے۔

یوں تو ادارہ نے آیت اللہ کی دسیوں کتب زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، لیکن حال ہی میں آپ کی عربی زبان میں لکھی ہوئی کتاب وَمضَاتُ البسملہ کا اُردو ترجمہ "بسم اللہ کی تجلیاں" شائع کی ہے، جسے قارئین نے پذیرائی بخشی ہے۔ آپ کو عربی ادب، فارسی ادب اور اُردو ادب پر کامل عبور حاصل ہے۔ آپ ایک عالم فاضل، مؤلف و مصنف، شاعر وادیب، معلّم ومحرر اور محققِ شہیر ہیں۔ آپ کی شہرت چہاردانگ ہے۔

اللہ ربّ العزت اُنھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بحق طٰہٰ ویٰسین!

ریاض حسین جعفری (فاضلِ قم)

سرپرست ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

عذر خواہی اور تعظیم و تکریم

اے سید الشہداءؑ، آپؑ کی خدمت میں معذرت خواہ ہوں ـــــ

کاش کہ آپؑ کی مدح میں یا آپؑ کے مرثیہ میں جو باتیں کہی جاچکی ہیں یا کہی جارہی ہیں آپؑ کے کچھ حق کو ادا کرسکیں ـــــ

اور اے کاش! وہ آنسو جو آپؑ کے چاہنے والے آپؑ کے اُوپر بہا رہے ہیں وہ انھیں آپؑ کی مصیبت کا تھوڑا سا شعور دے دیتے۔

مگر ہائے افسوس! ـــــ ہائے افسوس!

آپؑ کی عظیم شہادت کے سامنے ان کلمات کی حیثیت ہی کیا ہے ـــــ

اور آپؑ کی پاکیزہ پسلیوں کے ٹوٹنے کی ہولناکی کے سامنے ان آنسوؤں کی حیثیت ہی کیا ہے ـــــ

اے میرے مولا و آقا! آپؑ اپنی زندگی میں بھی لوگوں کے لیے رحمت تھے ـــــ اور اپنی شہادت کے بعد بھی لوگوں کے لیے رحمت بنے ہوئے ہیں ـــــ

اس لیے کہ آپؑ کے قبہ کے نیچے دعائیں مستجاب ہوتی ہیں ـــــ اور جو آپؑ کے غم میں آنکھوں سے اشک بہتے ہیں وہ گناہوں کی بخشش کا سبب ہیں ـــــ

اور آپؑ کی پاکیزہ تربت کے تناول کرنے سے ہر مرض سے شفا ملتی ہے ـــــ

پس میرا سلام ہو آپؑ پر اے امام مجاہد! ـــــ اور آپؑ پر میرا سلام ہو اے امام شہید! اور نہر فرات کے کنارے پیاسے ذبح کیے گئے مظلوم امام پر میرا سلام ہو ـــــ

شہید امامؑ پر رونے والوں کے گناہوں کی بخشش کے حوالے سے، آپؑ کے پاکیزہ گنبد کے نیچے دُعا کرنے والوں کی دعاؤں کی استجابت کے سلسلے میں اور آپؑ کی پاکیزہ تُربت کو تناول کر کے جو بھی شفا حاصل کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں جو کچھ پیش کیا جاتا ہے ان سب کے اُوپر شیعہ اور سنی دسیوں روایتیں دلالت کرتی ہیں، اور خاص طور سے اس کتاب کے موضوع کے سلسلہ میں کیونکہ اس کتاب کا موضوع ہے:
''امام حسینؑ کی تُربت سے شفاء طیب''۔

جناب آیت اللہ شیخ حسن رضا غدیری صاحب (خدا ان کی حفاظت فرمائے) نے اس کتاب میں ان روایات کو پیش کرنے کا بیڑہ اُٹھایا ہے جو امام حسینؑ کی تُربت کے تناول کرنے یا اس سے شفاء حاصل کرنے میں ثواب ہے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں جو اس بات کی تائید و تاکید کرتی ہیں کہ اس تُربت کے ذریعے جسم کی ہر ظاہری و باطنی بیماری سے شفا ملتی ہے یہاں تک کہ نفسیاتی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔

علامہ غدیری نے خاکِ شفاء کے حوالے سے ہر چیز کی وضاحت فرمادی ہے۔ آغاز میں تُربت امام حسینؑ کے اوصاف وصفات کا تذکرہ ہے اور آخر میں اس پاکیزہ تُربت کے مجرب نسخوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس بات پر بھی تائید کی ہے کہ کتنی مقدار میں خاکِ شفاء کو کھایا جاسکتا ہے اور اس کو تناول کرتے وقت کن دعاؤں کو پڑھنا ضروری ہے۔ خاکِ شفاء کے تناول کرنے سے پہلے کن اعمال کا بجالانا ضروری ہے اور کتنی زمین کو قبر امام حسینؑ کی تُربت کہا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے اہم موضوعات جو اس گراں قدر کتاب میں موجود ہیں جن کے تذکرہ کی ان چند صفحات میں گنجائش بھی نہیں ہے۔ ہاں! مگر اس کتاب کی فہرست پر ایک سرسری نظر کافی ہوگی کہ جو اس کے اہم موضوعات اور قیمتی بحوث پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

پالنے والے! امام حسین علیہ السلام کے حق کا واسطہ ہمارے مریضوں کو شفا عنایت فرما، ہمیں خود معاف کردے اور ہمارے گناہوں کو بخش دے، اور ہمیں سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنت النعیم میں محشور فرما، تو دعاؤں کا بہت سننے والا اور اجابت کرنے والا ہے۔ ساری تعریفیں عالمین کے پروردگار کے لیے ہیں۔

بیت العلم للنابھین

۱۴/۸/۲۰۱۵ عیسوی

لندن، مملکت برطانیہ

ناچیز پیشکش

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین رب السموٰت و الارضین و الصلاۃ و السلام علی سیدنا و نبینا ابی القاسم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی آباءہ الطیبین وآلہ الطاہرین المعصومین الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا

اما بعد: ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (سورہ احزاب آیت ۳۳)

"بلا شبہ اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ اے اہلِ بیتؑ! تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (سورۂ حج آیت ۳۲)

"یہ طے ہے کہ جو بھی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کرے گا تو یہ دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے"۔

اللہ علی وعظیم نے سچ فرمایا ہے۔ جس امر کا عقلِ سلیم اقرار اور فکرِ سلیم اعتراف کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے کسی بھی مخلوق کو پیدا نہیں کیا ہے مگر یہ کہ اس کے اندر اپنے اسرار و رموز میں سے کوئی نہ کوئی راز، کوئی نہ کوئی حکمت، کوئی نہ کوئی نشانی اور کوئی نہ کوئی روشن علامت ضرور رکھی ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۶۴)

"بے شک زمین و آسمان کی خلقت، روز و شب کی رفت و آمد، ان کشتیوں میں جو دریاؤں کے اندر لوگوں کے فائدہ کے لیے چلتی ہیں اور اس پانی میں جسے خدا نے آسمان سے نازل کر کے اس کے ذریعے مُردہ زمینوں کو زندہ کر دیا ہے اور اس میں طرح طرح کے چوپائے پھیلا دیے ہیں اور ہواؤں کے چلنے میں اور آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیے جانے والے بادل میں صاحبانِ عقل کے لیے نشانیاں پائی جاتی ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں اور اس جیسی قرآنِ مجید کی کثیر آیتوں میں اس ثابت حقیقت اور برحق چیز کو بیان اور روشن کر دیا گیا ہے کہ تمام موجودات چاہے وجود

مادی رکھتی ہوں یا غیر مادی، وہ مرکب ہوں یا بسیط، زمینی ہوں یا آسمانی، سب کے سب، دلالت کرتی ہیں کہ ان کے اندر مصدر مطلق یعنی خدا کی طرف سے بہت ہی مضبوط اور ٹھوس اَسرار اور رموز رکھے گئے ہیں، اگرچہ ان بلند اَسرار اور ان سربلند حکمتوں کا علم بس اللہ عزوجل کے پاس ہے۔ ارشادِ پروردگار ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ جن آیت ۲۶،۲۷)

"وہ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہے مگر جس رسول کو پسند کرے"۔

اللہ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے کہ اس نے تمام موجودات کے مادی اور معنوی آثار میں استفادہ کرنے کے لیے گنجائش رکھی ہے۔ اللہ نے ان میں سے بعض کو کچھ ممتاز اور نمایاں اُمور کے ذریعہ مخصوص قرار دیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کی مشیت کا فیصلہ ہے اور دوسرے کچھ بیرونی اسباب بھی ہیں جو اختصاص اور خصوصیت کا باعث بنے ہیں۔ ان محترم ومکرم اشیاء میں سے ایک امام حسین علیہ السلام کی تُربتِ پاک ہے کہ جس نے ایک عظیم شخصیت سے انتساب کا شرف حاصل کیا ہے اور اس خاکِ پاک نے اس پاکیزہ جسم اور طیب وطاہر جسد مطہر سے مَس ہونے کا شرف حاصل کیا ہے جس ذات والا صفات کے بارے میں رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا ہے:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ . اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا

"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اللہ اس سے محبت کرے جو حسینؑ سے محبت کرے"۔

پس یہ پاکیزہ تربت ان اہم شعائر میں سے ہے جس کی تعظیم کو اللہ نے دل کے تقویٰ کی علامت قرار دیا ہے، اور یہ تربت پاک اللہ کی رحمتوں کی وسعت اور مومنین پر ربانی عنایتوں کی واضح نشانی ہے۔

یہ پاکیزہ خاک منور دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کے اُوپر فضل و کرم کیا ہے اور وہ اس طرح کہ انھیں حلال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز کر دیا ہے اور انھیں اُبھارا ہے کہ وہ سلامتی کی راہوں کو چن لیں اس کی مضبوط رسی سے کہ جس میں کبھی جدائی نہیں ہوگی تمسک کرلیں اور وہ مضبوط رسی اہلِ بیت طاہرینؑ کی ولایت ہے، اس رسی کو اللہ نے اہم ترین بنیادوں میں سے ایک قرار دیا ہے جس کے اُوپر اسلام کی عمارت بنائی گئی ہے جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ . عَلَی الصَّلَاةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَالْوِلَايَةِ ، وَلَمْ يُنَادِ بِشَیْءٍ كَمَا نُودِیَ بِالْوِلَايَةِ

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: ① نماز ② روزہ ③ حج ④ زکوٰۃ اور ⑤ ولایت اور کسی چیز کے بارے میں اس قدر ندا نہیں دی گئی ہے جتنی کہ ولایت کے بارے میں دی گئی ہے"۔

تربت امام حسینؑ شفاء دینے والی ہے اس لیے کہ اللہ نے اس میں شفاء قرار دی ہے۔ وہ اس لیے کہ اللہ نے اپنے چاہنے والوں پر فضل و کرم کیا ہے اور جس بزرگوار نے راہِ خدا میں اپنے نفس کا نذرانہ پیش کیا ہے، اس کے کلمے کو سربلند کرنے کے لیے اور اس کے دین کا دفاع کرنے کے لیے اپنی جان کی قربانی دی ہے جس کی

عزت وتکریم کے لیے ایسا کیا ہے وہ انسانیت کا پائیدار دین اور صراط مستقیم ہے۔

خاکِ شفاء کفایت کرتی ہے اس شخص کے لیے جو اس سے شفا کا طلب گار ہے، جو بیماریوں سے سلامتی اور شفایابی کا طلب گار ہے اور ہلاکتوں میں پڑنے سے امن وامان چاہتا ہے۔

یہ خاکِ شفاء طیب و طاہر ہے کیونکہ یہ ایک معصوم پاکیزہ امام سے منسوب ہے جن کے وجود کی طہارت اور عمل و کردار کی طہارت کی گواہی قرآنِ مجید کی آیتوں نے دی ہے: جن میں سرفہرست آیتِ تطہیر اور آیتِ نفس مطمئنہ ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (سورۂ احزاب: آیت ۳۳)

"بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہلِ بیتؑ آپ لوگوں سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

اور اللہ کا ارادہ درحقیقت اس کی قضا و قدر اور قدرت کا اظہار ہے اور امام حسینؑ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ○ وَادْخُلِي جَنَّتِي (سورۂ فجر: آیت ۲۷-۳۰)

"اے نفسِ مطمئن! اپنے رب کی طرف پلٹ آ، اس عالم میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پھر میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا"۔

نفس کے اطمینان میں اس سے مطلوب کمال کی طرف اشارہ اور رہنمائی ہے۔ تُربتِ کربلا سب سے بڑی دوا ہے، کیونکہ اللہ نے اپنی عنایت سے اس کے اندر شفاء رکھی ہے۔ اور خاکِ شفاء کا کسی مادی دوا سے مقائسہ و موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ مادی دوا سے مراد ہر وہ شے ہے جو کسی معنوی نسبت اور روحانی انتساب سے خالی ہو۔

یہ خاکِ شفاء مقدس حرز اور تعویذ ہے اس لیے کہ مومن بندہ اگر اپنے ساتھ رکھے تو تمام ان چیزوں سے محفوظ رہتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے چاہے وہ سفر میں ہو یا حضر میں۔

خاکِ شفاء امان ہے وحشتِ قبر اور سوال منکر و نکیر کی ہولناکی اور ہر قسم کے خوف و خطر سے۔

یہ خاکِ کربلا علامت ہے ایک عظیم حادثے کے وقوع پذیر ہونے کی اور وہ ہے سبطِ نبی حضرت امام حسینؑ کی شہادت، بنی اُمیہ کے طاغی یزید پلید کے ہاتھوں، اور اس کی خبر سچے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی۔

یہ خاک بڑی مشرف اور مبارک خاک ہے اس لیے کہ اسے امام حسین علیہ السلام کے جسدِ طاہر سے مَس ہونے کا شرف حاصل ہے اور اس خاک میں سیّد الشہداء امام حسینؑ اور کربلا کے شہداء کے پاکیزہ خون مخلوط ہیں۔

یہ خاک بڑی مکرم اور محترم ہے۔ اللہ نے اسے تکریم و تعظیم اس لیے عطا فرمائی کہ اسے قبرِ شہیدِ اعظم وصی رسولؐ خدا قرار دیا ہے۔ اور اسے عبد صالح حضرت ابوالفضل العباسؑ، عترتِ نبیؐ کی بے گناہ ذُریت اور اصحابِ حسینؑ کی قبر قرار دیا ہے۔ وہ اصحاب جن کے اُوپر رسولؐ خدا کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فخر و مباہات

کیا اور ان لوگوں نے اپنے امام کے سامنے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔

سرزمین کربلا جنت ہے۔ آسمانی جنت آسمان والوں کے لیے، زمین والوں کے لیے زمینی جنت۔ مومنین اس سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس سے شفاء حاصل کرتے ہیں اور ملائکہ اس سرزمین کو وسیلہ قرار دیتے ہیں اور اسی کے ذریعہ استغفار کرتے ہیں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں، اور اس کے فضل و کرامت سے شرف حاصل کرتے ہیں۔

یہ سرزمین جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے، اس دن سے جس دن اس کے اندر خامس اہلِ بیت حضرت امام حسین علیہ السلام دفن ہوئے ہیں۔

یہ خاک منفرد دوا ہے اپنی منفرد روحانی خصوصیت کی بنیاد پر، منفرد ہے اپنی معنوی جہت کی وجہ سے جو اس سے مخصوص ہے تمام دواؤں سے ممتاز اور جداگانہ ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ مفرد دوا ہونا ایک ایسی طبی اصطلاح ہے جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ یہ دوا دوسری دواؤں سے ممتاز ہے اور ہماری مراد اس خاص خصوصیت سے سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اسے روحانی اور معنوی نسبت حاصل ہے اور وہ خصوصی عنایت اس صاحب قبر کے لیے ہے۔ ان کے اُوپر پاک و پاکیزہ درود و سلام ہو۔

یہ وہی خاک ہے جسے جبرائیل امینؑ نے اُٹھایا تھا اور رسولِؐ خدا کے حوالے کیا تھا اور آنحضرتؐ نے اسے اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے سپرد کیا تھا، لہٰذا اس خاک میں دونوں طرف سے دونوں جہت سے شرف اور شرافت کا عنصر کارفرما ہے کہ یہ خاک ایک پاکیزہ فرشتہ کے مَس ہونے سے مشرف ہوئی اور فرشتہ بھی اس خاک کو چھوکر کے مشرف ہوا اور یہ ایک حقیقت ہے اور اس کی مثال بھی ہے۔

اسی طرح خانہ کعبہ اس واسطے کہ ولی اعظم امیر المومنین وصی رسولؐ خدا اور آپؐ کے بلافصل خلیفہ امام علیؑ کی ولادت کا محل قرار پایا۔ امیر المومنینؑ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپؑ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اس لیے کہ وہاں اس مقام پر نہ آپؑ سے پہلے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ آپؑ کے بعد کوئی پیدا ہوگا اور خانہ کعبہ کہ وہ پہلا گھر ہے جو انسانوں کے لیے مکہ میں قرار دیا گیا ہے۔ اسے مبارک اور عالمین کے لیے ہدایت بنایا گیا ہے اور اس کی بنیادوں کو اور اس کے ستونوں کو ابراہیمؑ خلیلِ خدا نے اور اسماعیلؑ ذبیح خدا نے آراستہ و بلند کیا ہے اس دعا کے ساتھ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۲۷ تا ۱۲۹)

"پروردگار! ہماری محنت کو قبول فرمالے کہ تو بہترین سننے والا اور جاننے والا ہے، پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرمانبردار قرار دے دے اور ہماری اولاد میں بھی ایک فرمانبردار اُمت پیدا کر ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ پروردگار! ان کے درمیان ایک رسولؐ کو مبعوث فرما جو ان کے سامنے تیری

آیتوں کی تلاوت کرے۔ انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے۔ بے شک تو صاحب عزت اور صاحب حکمت ہے"۔

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنًا (سورۂ بقرہ آیت ۲۵)

"اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو ثواب اور امن کی جگہ بنایا"۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ (سورہ مائدہ آیت ۹۷)

"اللہ نے کعبہ کو جو اُس کا احترام گھر ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا"۔

لہٰذا شرف وفضیلت دونوں جانب سے دونوں جانب کے لیے ہے اور یہاں پر بھی نسبت کی وجہ سے شرف ہے، ان دونوں کو خدا کی طرف نسبت حاصل ہے۔ کعبہ اللہ کا گھر ہے اور امام اللہ کے ولی ہیں اور تربت پاک ولی خدا کے لیے ہے اور جبرئیلؑ اللہ کے امین ہیں اور تمام تر شرافتوں اور بزرگیوں کے ساتھ دونوں طرف کے لیے دونوں جانب سے شرف اور شرافت کا تصور کوئی اشکال نہیں رکھتا ہے۔

کربلا وہ مقدس سرزمین ہے جسے امام حسین علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں اور اپنے شیعوں اور اپنی قبر شریف کی زیارت کرنے والوں کے لیے خریدا تھا۔ اس ارضِ مقدس کے بیچنے والوں کو سفارش کی تھی کہ میرے زائرین کا استقبال کریں گے اور ان کی مہمان نوازی کریں گے اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو امام حسین علیہ السلام ان سے مغفرت

کا جنت کا اور بروز قیامت شفاعت کا وعدہ کرتے ہیں۔

یہ وہی زمین ہے جسے رسول اعظمؐ نے سونگھا۔ ولی اعظم امیر المومنین علی علیہ السلام نے سونگھا اور آئمہ طاہرین علیہم السلام نے سونگھا اور جبرئیل امینؑ نے سونگھا ہے۔

یہی وہ خاک ہے جس کے بارے میں ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے شیعوں اور اپنے چاہنے والوں کو حکم دیا ہے کہ اس سے شفاء حاصل کریں۔ اپنے اس حکم میں استناد کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے اس خاک کے اندر شفاء اور امان قرار دی ہے۔ خود بھی ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اس کے اُوپر عمل کیا ہے اور اپنے مخلص چاہنے والے اور اصحابِ خاص کو اس کی تعلیم دی ہے۔ یہ وہ خاک ہے جس سے تسبیح بنانا شرعی اعتبار سے، سنت پیغمبرؐ کے لحاظ سے اور اس کے عظمت کے پیش نظر مستحب ہے۔

اور یہ وہ خاک ہے جو شیعیانِ اہل بیتؑ کی علامت بن گئی ہے کہ اہلِ بیت علیہم السلام کے چاہنے والے اسی خاک سے تسبیح بناتے ہیں اور اس کی عزت و تکریم کرتے ہیں جیسا کہ اس کی عزت و تکریم کرنے کا تقاضا اور حق ہے۔

آخر کلام میں آخری بات بلکہ پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ تُربتِ امام حسینؑ وہ خاک ہے جس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود خبر دی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کے اندر شفاء رکھی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح بیان اور ان کے خلفائے صادقین علیہم السلام کی تصدیق کے بعد کوئی گنجائش شک و شبہ کی باقی نہیں رہ جاتی کہ خاکِ شفاء کی عظمت کے بارے میں اور اس خاک کی اللہ کے نزدیک عظمت اور اس کا کردار اور کرشمہ اس سلسلہ میں کہ اللہ نے اس کے اندر سلامتی اور شفاء رکھی ہے ہر اس شخص کے لیے جو شفاء کا خواہاں ہے۔ حقیقت میں صحیح روایات اور مستفیض اخبار بلکہ متواتر روایات میں اس کا

باعثِ شفاء ہونا بیان کیا گیا ہے جسے فنِ علم حدیث کے بزرگوں نے نقل کیا ہے جیسے کہ کلینیؒ نے ''کافی'' میں اور مجلسیؒ نے ''بحار الانوار'' میں اور صدوقؒ نے ''فقیہ'' میں اور شیخ طوسیؒ نے اپنی ''مصباح'' اور دیگر کتابوں میں بہت سے بزرگ فقہاء اور ثقہ محدثین نے پرانے زمانے سے آج تک یہ نقل کیا ہے، اور انھوں نے ان روایات کو اپنی متعلقہ بحثوں کے سلسلہ میں نقل کیا ہے فقہی مستند وغیرہ کے طور پر۔ ہمارا مطلوب اجماع کے ساتھ اس بات پر ثابت ہے کہ خاکِ شفاء سے شفاء حاصل کرنا جائز ہے بلکہ پاک و پاکیزہ اور مطہر تُربت سے استشفاء (شفاء طلبی) مستحب ہے۔

اس قول کا قائل ہونا بھی ممکن ہے اور ہم نے خاکِ شفاء کے جملہ احکام کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ ان احکام کو ان کے معتبر مصادر سے دقیق طریقے سے استخراج کر کے پیش کیا ہے اور ہم نے اپنی امکان بھر پوری کوشش اس موضوع کے سلسلہ میں صرف کردی ہے اور دیگر مباحث جن کا روایات سے ارتباط ہے جیسے کہ روایات کی تحقیق، ان میں غور و خوض، متن کے حوالے سے، سند کے اعتبار سے، مصداق کیا ہے؟ ان کا مفہوم کیا ہے؟ ان سب بحثوں کے سلسلہ میں مختصر سا اشارہ اور مختصری توضیح پیش کی ہے جس کی بحث میں ضرورت تھی اور تفصیلی مباحث کو ان کے موارد کے حوالے کردیا ہے۔

میں اللہ عز و جل سے اُمیدوار ہوں کہ اس ناچیز کوشش کو میرے نامۂ اعمال کی فہرست میں قرار دے، وہ اعمال جو عبادی اعمال مجھے اللہ سے قریب کرنے والے اور قیامت کے دن نفع بخش ہیں۔ اس پاکیزہ تربت کی برکت سے اور اس کے معصوم مالک (ان کے اُوپر اللہ کا سلام ہو، ان کے نانا کے اُوپر، ان کے بابا کے اُوپر اور ان کی مادر گرامی کے اُوپر ان کے بھائی اور ان کی ذریت اور اولاد پاک میں

نو اماموں کے اوپر اور ان نیکو کار شہداء کے اوپر جنہوں نے اپنا خونِ جگر ان کی خاطر بہا دیا۔ پلٹنے والے! ہماری آنکھوں کو منور فرما اپنے ولی منتظر کی زیارت سے اور ہمیں ان کے اعوان و انصار میں سے قرار دے۔

بندۂ ناچیز!

حسن رضا غدیری، عفی عنہ

لندن مملکت برطانیہ ۵/ ۵/ ۲۰۱۵ عیسوی

تُربَۃُ الشِّفَاء

طبیبِ ماست خاکِ شفائے قبرِ حسینؑ
کہ ماہم منسوب کربلا ہستیم

آیۃ اللہ المحقق علامہ حسن رضا غفاری غدیری جو ایران میں قاضی بھی رہے اور پاکستان میں مایہ ناز مدرس، خطیب، ادیب اور شاعر کے طور پر اپنا لوہا منوا چکے، آج کل سلطنتِ انگلیسیہ کے شہر لندن میں مقیم ہیں اور جہانِ تشیع میں عالمی اور بین الاقوامی تعلقات رکھتے ہیں۔ حضرتؒ کی تمام نثری و شعری تحریریں محررکار و زربفت ہیں جو ہمارے دینی ادب میں خاطر خواہ اضافے کا سبب بنی ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اُردو دان اہلِ تشیع کے لیے جو بیش بہا جواہر کاری اور زردوزی انھوں نے کی ہے وہ کوئی اور نہ کرسکا۔ یہ تھا ان کے علمی میدان کا بیان اور اشاعتی میدان میں بعینہٖ لعل و جواہر اور زروسیم اُن کے شاگردِ رشید ناشرِ کبیر علامہ ریاض حسین قمی الجعفری نے لٹائے ہیں۔ گویا ہر دو اصحاب پر یہ شعرِ درپیش صادق آتا ہے ؎

میں زرِ حرف لے کے آیا ہوں
آپ سیمیں سماعتوں کے لیے

آپ "سماعتوں" کو "بصارتوں" میں بھی تبدیل کرسکتے ہیں اور تحریر و تقریر ہر دو سے مستفید ہوسکتے ہیں۔ اور یوں علم و ہنر کی نئی فصلِ زر بو سکتے ہیں اور ہزاروں زرِ گُل تیار کرکے دُور دُور تک ڈھو سکتے ہیں۔ یہی صاحبانِ ادب اور ذی علم لوگوں کو

زیب دیتا ہے ورنہ جبّہ و دستار کی نمائش اور دُنیاداری کی فہمائش کر کے نام کمانے والوں کی تو پہلے ہی بہتات اور اِفراط ہے۔

تم تو لکھتے ہوئے کہتے ہو قلم توڑ دیا
اور دوچند کیے جاتے ہو حیرانی کو
سرقہ بازی سے بھی ہوتی ہے بھلا خدمتِ علم
ہم تو آخور کہیں ایسی فراوانی کو

سرقہ بازی اور کتاب سازی کی اس بحث سے قطع نظر ہم آتے ہیں حضرت علامہ غدیری کے علمی کارناموں کی طرف۔

ان کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ اُن کا تفسیر میزان جیسی عظیم کتاب کا ترجمہ ہے۔ اُلٹے سیدھے دعوے تو لوگ بہت کرتے رہتے ہیں لیکن بڑے کام کرنا اُن کے مقدر میں کم ہی آتا ہے۔

علامہ غدیری کا یہی ایک کارِ عظیم اہلِ اُردو مومنین میں اُنھیں تب تک زندہ رکھے گا جب تک آیت اللہ العظمیٰ طباطبائیؒ اور اُن کی تفسیر میزان اس دنیائے دُنی کی ظلمتوں میں ضیاپاشی کرتی رہے گی اور اس کا ثواب علامہ مزمل حسین میثمی غدیری کے دومانِ علمی کو پہنچتا رہے گا۔

حضرت علامہ غدیری کے تمام علمی کارناموں کے تذکرے کا تو یہ موقع ہے نہ وقت، البتہ زیر بحث کتاب "شفا در خاکِ کربلا" اُن کا کمالِ قلم ہے جس کا تالیفی وجود عربی میں مصنفہ شہود پر آیا اور قبلہ نے اُس کا نام "خاکِ کربلا میں شفاء" رکھا۔ پھر حجۃ الاسلام نُور محمد ثالثی نے اس کو اُردو کے قالب میں ڈھالا اور کتاب ہذا نجف اشرف سے طبع ہوئی۔ اب وہی ترجمہ معمولی بے بدل علامہ ریاض حسین قبلہ جعفری کی

اصلاح وتصحیح اور اشاعتی قابلیت کا عمدہ نمونہ بن کر معرضِ وجود میں آنے کو ہے، جو یقیناً شہرتِ دوام پائے گا اور تربتِ حسینؑ کی خوشبوائے تولا کو پھیلائے گا۔

حضرت علامہ غدیری نے اس کتابِ مستطاب کا انتساب امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نام کیا ہے۔ اس کے بعد عذر خواہی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ پھر قرآن وحدیث اور روایاتِ آئمہؑ کی روشنی میں نہایت مدلل انداز میں خاکِ کربلا میں شفاء کا اثبات کیا گیا ہے۔ سیکڑوں صفحات کو محیط یہ کتابِ منیف اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت علامہ اُردو کے ساتھ ساتھ عربی زبان پر بھی خوب دسترس رکھتے ہیں، جبھی تو آیاتِ عظام مسکونہ ایران وعراق وشام ولبنان کے ساتھ علمی مباحثوں اور مسابقوں میں مصروف رہتے ہیں۔ حضرت نے عربی زبان میں وہ اسلوب دکھایا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

یہ کتاب عربی ادب پر اُن کی مہارت کا بہترین ثبوت ہے۔ جہاں تک اس کے اندر شامل بحوث کا تعلق ہے تو علامہ موصوف نے استدلال کو بروئے کار لاتے ہوئے کمال کے علمی نکات پیدا کیے ہیں۔ اب یہ کتاب اُردو بولنے اور پڑھنے والے احباب سے خوب دادِ تحسین وصول کرے گی اور اس موضوع پر مواد کی کمی کو پورا کرے گی۔

متعدد سال پہلے اس موضوع پر اثیر جاڑوی شہید کا تحریر کردہ ایک رسالہ میری نظر سے گزرا تھا جس نے شوق کو مہمیز کیا اور اس موضوع پر مزید مطالعہ اور جانکاری کی خواہش پیدا ہوئی۔ الحمدللہ! اس کتاب کے مطالعہ سے اُس خواہش کی تسکین ہوئی ہے۔ قارئین وقاریات سے گزارش ہے کہ اپنے آقا ومولا سید الشہداؑ کی تربت سے شفاء کا خصوصی اہتمام کیا کریں اور اپنے روحانی وجسمانی عوارض کے علاج معالجے

میں خاکِ شفاء کو خصوصی اہمیت دیں۔ یہ خاک کس قدر و منزلت کی حامل ہے یہ جاننے کے لیے حسب ذیل سطور کا مطالعہ کیجیے اور پھر اس کتاب کو بالاستیعاب پڑھیے اور قلب و روح میں سمو لیجیے۔

- آمنہ: اس پاکیزہ خاک میں امن وسلامتی کی ضمانت ہے۔
- دوائے اکبر: مرض کے حملہ سے بچنے اور مرض لاحق ہو جائے تو اسے رفع دفع کرنے کے لیے خاکِ شفاء سب سے بڑی دوا ہے۔
- دوائے عجیبہ: یہ دوا قوی اور منفرد اثر کی حامل ہے۔
- ذاکرہ: خاکِ شفاء نعمات و عطایائے ایزدی کی یاددہانی کراتی ہے کیوں کہ اسے جسدِ سید الشہداءؑ اور دیگر شہدائے کربلا کے اجسادِ طاہرہ سے شرفِ اتصال حاصل ہے۔
- زکیہ: یہ وہ پاک و پاکیزہ خاک ہے جسے اللہ ربّ العزت نے ہر ہر خباثت و نجاست سے محفوظ رکھا ہے۔
- شافیہ: اس خاک میں اللہ کریم نے ہر دُکھ درد سے شفاء رکھی ہے۔
- شریفہ: کائنات کی کسی دیگر مٹی کو یہ شرف اور مقامِ شرافت حاصل نہیں۔
- طاہرہ: یہ خاک اوّلاً تو تکوینی اعتبار سے صفتِ طہارت سے متصف ہے۔ ثانیاً: مولا حسین علیہ السلام کے جسمِ مبارک سے متصل ہو کر یہ طاہرہ بنی ہے۔
- عظیمہ: ابتدائے آفرینش ہی سے اسے روئے زمین کے تمام علاقوں پر عظمت و رفعت عطا کر دی گئی ہے۔
- آیۃ الرہبر: یہ وہ رہنما نشانی ہے جو جسدِ سید الشہداءؑ اور دیگر شہدائے کرام کے اجساد کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

- کریمہ: شہدائے کربلا کے اجساد کی تدفین کے لیے منتخب کیے جانے پر اس خاک کو کرامت خاص حاصل ہے۔
- فضلِ الٰہی سے یہ خاک حاملِ برکت ہے۔
- مشرفہ: نبی معظمؐ، امیرالمومنینؑ، متعدد انبیائے کرامؑ اور مقدس فرشتوں نے اس خاک کو مس کیا۔
- مسبحہ: یہ خاکِ پاک جس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اگرچہ وہ خود تسبیح خدا نہ بھی کر رہا ہو تو یہ خاک اُس کے لیے تسبیح و تحلیل انجام دیتی ہے۔
- مشکِ مبارکہ: یہ خاک بڑی خوش گوار اور پاکیزہ خوشبو سے متصف ہے۔
- شرافت مآب: اللہ نے اس خاکِ پاک کو وہ شرف بخشا ہے کہ افضل الارض قرار پائی ہے۔
- مطہرہ: اجسادِ طاہرہ کی برکت سے یہ خاک نہ صرف خود پاک ہے بلکہ دیگر اشیاء کو بھی پاک کرنے والی ہے۔

محرّرہ

العبد المذنب

مظہر عباس عفی عنہ

خاکِ کربلا تریاقِ مجرب ہے!

سید المرسلین، علّتِ غائی کائنات و ممکنات ﷺ ایک دن اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر تشریف لائے اور اُن سے فرمایا: مجھے آرام کی ضرورت ہے۔ میری طرف کسی کو نہ آنے دیں۔ حضرت اُمِ سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ مَیں دروازے پر بیٹھ گئی کہ کوئی اندر داخل ہو کر رسولؐ اللہ کے آرام میں خلل انداز نہ ہو۔ اس دوران شہزادۂ حسینؑ میرے گھر میں داخل ہوئے اور اُنھوں نے اس حجرہ کا رُخ کیا جہاں آپؑ کے نانا رسول اللہ ﷺ آرام پذیر تھے۔ میں نے انھیں روکنے کی کوشش کی تو شہزادہ رونے لگا۔ اُدھر حجرہ سے رسولؐ اللہ کی آواز آئی: اُمِ سلمہؓ! میرے حسینؑ کو نہ روکو اور اُنھیں میرے پاس آنے دو۔ شہزادۂ حسینؑ اپنے نانا کے پاس چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میرے کانوں میں رسولِؐ اسلام کے رونے کی آواز آئی۔ میں فوراً رسولؐ اللہ کے پاس گئی دیکھا کہ حسینؑ شہزادہ اپنے نانا کے سینے پر لیٹے ہوئے ہیں اور سید الانبیاءؐ روتے جا رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟

رسولِؐ اسلام نے میری طرف اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا میں نے دیکھا کہ آپؐ کی ہتھیلی پر خاک ہے۔ میرے آقا و مولاؐ نے فرمایا: اے اُمِ سلمہؓ! جوں ہی حسینؑ میرے پاس آئے اور میں نے اُنھیں اپنے سینہ پر لٹایا اور پیار کرنا شروع کیا کہ جبرئیلؑ امینؑ تشریف لائے اور مجھے خبر دی کہ میرے اس شہزادے کو کربلا نامی

سرزمین پر شہید کر دیا جائے گا۔ جبرئیلؑ نے اُس زمین کی خاک اُٹھا کر میرے حوالے کی جسے تم میری ہتھیلی پر دیکھ رہی ہو اسے سنبھال کر رکھیں۔ جس دن یہ خاک خون میں تبدیل ہو جائے سمجھنا کہ میرے حسینؑ شہید ہو گئے ہیں۔

جی ہاں! یہ کتاب "خاکِ کربلا میں شفاء" کے موضوع پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں اُس خاک کا تذکرہ ہے جسے جبرئیل امینؑ نے اُٹھایا تھا اور اُسے رسولؐ خدا کے حوالے کیا تھا اور آنحضرتؐ نے اُسے اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کے سپرد کیا تھا، لہٰذا اس خاک میں دونوں جہت سے شرف و شرافت کا عنصر کارفرما ہے۔

جس سرزمین کی خاک میں اللہ ربّ العزت نے شفاء رکھی ہے اسی سرزمین پر حضرت آدمؑ سے لے کر سیّد الانبیاءؐ تک تمام انبیاءؑ تشریف لائے تھے کیونکہ یہ سرزمین شرفِ انسانیت کے لیے بقعۂ نور ہے۔ یہ اُس مقدس نظام کی سرزمین ہے کہ اس سرزمین پر جس ہستی نے انبیاء علیہم السلام کی محنت کو محفوظ کیا اور اُن کی تحریکِ ابلاغ و رسالت کو تاحیات زندگی دی۔ جس کے بارے میں حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

خاست آن سرِ جلوۂ خیر الامم — چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
بر زمینِ کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطع استبداد کرد — موج خون او چمن ایجاد کرد
بہرِ حق در خاک و خون غلطیدہ است — پس بنائے لا الہ گردیدہ است

جی ہاں! سرزمینِ کربلا کی خاک اُس وقت کائنات کے لیے شفاء بنی جب اس میں فرزندِ رسول حسینؑ ابن علیؑ کا خون شامل ہوا۔

اے حسینؓ! اے بپھرے طوفانوں کو اپنے سفینے میں ڈبونے والے!

اے حریمِ شہادت کے سب سے بلند و بالا ستارے!

اے ہمتِ مرداں کے اوتار!

اے ثبات و عزم کے پروردگار!

آپؓ پر کروڑوں بار درود و سلام!

یہ کتاب ''خاکِ کربلا میں شفاء'' اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک منفرد کتاب ہے۔ اس سے پہلے اُردو زبان کا دامن اس موضوع سے خالی نظر آتا ہے۔ جس طرح یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے اُس قدر یہ اپنی افادیت کے اعتبار سے تریاقِ مجرب ہے۔ جہاں یہ روح کے لیے ابدی و سرمدی حیات ہے وہاں اس سے استفادہ جسم و جان کے لیے دوا و شفاء ہے۔ مصنف موصوف نے اُس مضمون کا ذکر بھی کیا ہے جو ہر لا علاج بیماری کا شافی و کافی علاج ہے۔

اس کتاب کے مصنف موصوف کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ اُن کا نام دنیا بھر کے تمام علمی حلقوں میں موجود ہے۔ ان کی علمی خدمات کا دائرہ دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ کتاب اُن کی تصنیفات و تالیفات کا ایک سلسلہ ہے جو وطنِ عزیز کے کونے کونے میں موجود ہے۔

سرزمینِ ڈیرہ غازی خان جو کوہِ سلیمان کا دامن کہلاتی ہے، جس کا غربی خطہ چٹانوں پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے سپوت آہنی عزم رکھتے ہیں۔ وہ جس میدان میں بھی اُترے تو انھوں نے اپنے جمالیات و کمالات سے دنیا کو حیران کر دیا۔ اس خطے میں حجۃ الاسلام علامہ مزمل حسینؒ کے گھر میں فرزند پیدا ہوتا ہے جس کی ولادت سے مبارک کی شیریں صداؤں سے گھر کی فضا گونج اٹھتی ہے۔

جی ہاں! اس مولود کی ولادت باسعادت جہاں مرزا حسین مرحوم کے لیے مبارک ثابت ہوئی وہاں ملّتِ اسلامیہ کے لیے بھی یہ فرزند مبارک ثابت ہوئے۔ علامہ موصوف نے اپنے اس فرزند کا نام ''حسن رضا'' رکھا تھا۔ جس طرح نام خوبصورت اُسی قدر کام خوبصورت۔ اس مبارک فرزند نے اپنے والدِ بزرگوار کی ہدایات اور تربیت کے مطابق علمی دنیا میں وہ جدوجہد کی کہ وہ ''حسن رضا'' سے آیت اللہ حسن رضا غدیری بن گئے۔

خداوند تعالیٰ اُن کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اور اس طرح ہم اُن کے علمی و روحانی فیوضات سے مستفید ہوتے رہیں۔

میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس کتاب سے پہلے آیت اللہ کی کتاب ''بسم اللہ کی تجلیاں'' چھپ چکی ہے، جس کا ناشر اس کتاب کی طرح ادارہ منہاج الصالحین ہے۔ ادارہ کے سرپرست حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے ریاض حسین جعفری قبلہ نے اس کتاب کے سرورق کی تصویر میری طرف بھیجی۔ جب رات ہوئی اور میں محوِ استراحت ہوا۔ جونہی آنکھ لگی تو حالتِ خواب میں کتاب بسم اللہ کی تجلیاں اور حضرت علامہ غدیری صاحب قبلہ آئے۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں بیدار ہو کر بیٹھ گیا۔ کافی دیر تک تفکرات کی دنیا میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد پھر نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ پھر وہی منظر کتاب (بسم اللہ کی تجلیاں) اور اُس کے مؤلف کی تصویر۔ یہ سلسلہ تقریباً ساری رات جاری و ساری رہا۔

اس خواب کی حقیقی تعبیر تو میرے اللہ کے پاس ہے لیکن جہاں تک میرے وجدان کی بات ہے وہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کو مصنف موصوف کی یہ محنت بہت پسند آئی ہے۔

کتاب "خاکِ کربلا میں شفاء" کی بناوٹ اور سجاوٹ میں اعلیٰ دماغ کا فنِ کمال ہے۔ علامہ جعفری صاحب جہاں دنیائے کتابیات کے دورِ حاضر کے علامہ مجلسی ہیں، وہاں کتابوں کی نوک پلک اور اُن کی ساخت و پرداخت سنوارنے کے جوہری ہیں۔ جب کوئی کتاب اُن کے پاس چھپنے کے لیے آتی ہے تو وہ لفظ لفظ کو دِقت کے ساتھ پڑھتے ہیں، اُس کے فنی و ادبی نقائص دُور کرتے ہیں۔ کتاب کو دُلہن کی طرح بنا سنوار کر عوامی مجلہ عروسی میں لاتے ہیں کہ جسے صاحبِ ذوق دیکھ کر اُن اُش کر اُٹھتے ہیں۔ جعفری صاحب اس فن میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔

خداوند متعال مصنف موصوف آیت اللہ حسن رضا غدیری قبلہ، حجۃ الاسلام والمسلمین ریاض حسین جعفری قمی صاحب قبلہ اور بندۂ حقیر کی کوششوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے۔

محتاجِ دُعا!

الطاف حسین کلاچی

تُربتِ حسینؑ، شعائرِ الٰہی میں سے ہے

ایک بات جس میں نہ کسی نے اختلاف کیا ہے نہ اختلاف ہے اور نہ اس میں کوئی دو آدمیوں میں اختلاف ہوگا وہ یہ ہے کہ جب کبھی لفظِ تربتِ اہلِ بیتؑ کے چاہنے والوں کی طرف سے استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد اور ذہن کی طرف جو بات تبادر کرتی ہے وہ امام حسین علیہ السلام کی پاکیزہ خاک ہے، صرف وہی اور کوئی دوسری مٹی نہیں۔ اس میں مقاماتِ استعمال سے کوئی فرق نہیں پڑتا مسجد میں ہو یا تسبیح کے طور پر یا شفاء کے لیے یا کوئی اور دوسرے عنوان کے تحت، اسے تربۃ الشفاء بھی کہا جاتا ہے۔ فارسی اور اُردو میں خاکِ شفاء کہتے ہیں اور یہ خاکِ شفاء اللہ کے ان شعائر میں سے ہے جس کی تعظیم و تکریم کرنا دل کے تقویٰ کی علامت شمار کیا گیا ہے۔

ٹھیک ویسے ہی جیسے کہ اس تُربت کے مالک حضرت امام حسین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین اور کریم ترین شعائر میں سے ہیں۔ اس بنیاد پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ عملِ استشفاء یعنی خاکِ شفاء سے شفاء حاصل کرنا شعائر کا اقامہ کرنا ہے اور اس شعائر کا ایک طریقہ سے زندہ کرنا ہے۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شعائر کا چونکہ ایک خاص معنیٰ ہے لہٰذا تُربت وغیرہ شعائر میں شامل نہیں ہیں اور اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ چونکہ خاکِ شفاء کے شعائر میں سے ہونے پر قرآنِ مجید اور سنت پیغمبرؐ سے کوئی نص موجود نہیں ہے جن کی تعظیم کرنا واجب ہے اور وہ دل کے تقویٰ کی علامت ہے جیسا کہ قرآنِ مجید کی تعبیر میں

وارد ہوا ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ شعائر کا لغوی اور عرفی معنیٰ کُلی طور پر خاکِ شفاء کے اُوپر منطبق ہوتا ہے، کیونکہ شعائر کے معنیٰ علامتیں اور نشانیاں ہیں جو کسی شے کے وجود کے اُوپر دلالت کرتے ہیں یا کسی چیز کی خاص صفت کو بیان کرتے ہیں، اور ہم نے اس معنیٰ کا انتخاب اس کلمہ کے لغوی تمام معانی کو دیکھ کر ان کے مجموعۂ معانی سے انتخاب کیا ہے اور اس بات میں کسی شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ معنیٰ تربتِ مقدس امام حسین علیہ السلام پر مطابقت کرتا ہے۔ اس کی حیثیت اور اثرات کے اعتبار سے، کیونکہ خاکِ شفاء ایک ایسی عظیم شخصیت کی طرف رہنمائی کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے اور بہت بڑی نشانی ہے جو ذات اللہ کی عظیم ترین شعار اور ان کے مقدس انقلاب اور ان کی پاکیزہ نہضت کی طرف نشاندہی کرتی ہے، جس کی بدولت دینِ اسلام کی بقا اور شریعتِ شریفہ محمدیہ کی پائیداری قطعی و یقینی ہوگئی ہے۔ وہ سنہری و منور شریعت جو تمام بشریت کے لیے ابدی سعادت کی ضامن ہے۔ علامتوں اور معارف کی دنیا میں اس سے زیادہ بڑی علامت اور اثر انداز نشانی اور کیا ہو سکتی ہے۔

اسی فطری تناسب کے پیشِ نظر دینی نصوص کے عمومات کی روشنی میں شعائر کو "متعبدات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی وہ نشانیاں جن کی طرف خدا نے دعوت دی ہے اور ان کے قیام کا حکم دیا ہے بلکہ ہر وہ چیز جسے اطاعتِ الٰہی کے لیے رہنما و علامت قرار دیا گیا ہے جو شعائر، متعبدات میں شامل ہیں ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ دین خدا کی نشانیاں ہیں جنہیں خدا نے قانونی حیثیت دے رکھی ہے۔

دوسرے بعض کا خیال ہے کہ شعائر الٰہی سے مراد دین خدا کی نشانیاں ہیں اور

اس کی اصل اشعار یعنی اعلان سے ہے۔ اس کی مفرد "شعیرۃ" ہے اور شعیرۃ یعنی علامت اور اس نقطۂ نگاہ سے قرآن مجید میں مذکور شعائر کا معنیٰ واضح ہو جاتا ہے۔

ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾

"صفا اور مروہ شعائر الٰہی میں سے ہیں پس جو بھی حج بیت اللہ کو جائے یا عمرہ کرنے جائے اس کے لیے کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو خیر کا خواہاں ہے وہ جان لے کہ اللہ اس کا شکر گزار ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔ (سورۃ بقرہ: آیت ۱۵۸)

اور ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾

"اور قربانی کے جانور کو ہم نے تمہارے لیے شعائر الٰہی میں سے قرار دیا ہے پس جب وہ پہلو کے بل گر جائے تو اس میں سے کھاؤ اور قناعت پسند اور فقیر کو بھی کھلاؤ اس طرح ہم نے تمہارے لیے اس کو مسخر اور قابو میں کر دیا ہے شاید کہ تم شکر

گزاری کرنے لگو" (سورۂ حج: آیت ۳۶)

ان دونوں کریمہ آیتوں میں اللہ عزوجل نے شعائر کے بعض مصادیق بیان کردیے ہیں اور یہ کہ بعض کو ہم نے حرف مِن جو کہ جزو پر دلالت کرتی ہے کے قرینے سے سمجھا ہے اور اس مقام پر کیا چیز شعائر ہے کیا نہیں ہے اس کو مقرر و متعین نہیں کیا جارہا ہے اس لیے کہ ان کے علاوہ بھی چیزیں شعائر ہیں جیسے کہ مشعر، اس آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾

تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے پروردگار کے فضل و کرم کی آس لگائے رہو پس جب عرفات سے کوچ کرو تو مشعر الحرام کے نزدیک اللہ کا کثرت سے ذکر کرو اور اس کا ذکر ویسے کرو جیسا اس نے تمہیں ہدایت یافتہ بنایا ہے، اگرچہ تم اس سے قبل گمراہوں میں سے تھے" (سورۂ بقرہ: آیت ۱۹۸)

مشعر الحرام ہی مزدلفہ ہے اور وہ اللہ کے شعائر میں سے ہے بلکہ وہ شعائر کے جلی ترین مصادیق میں سے ہے اور ان مقامات کا مصداق شعائر ہونا یعنی صفا و مروہ کا شعائر الٰہی ہونا بڑا روشن و واضح ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور کا شعیرہ ہونا آشکار ہے اور اس میں خیر و بھلائی ہے اور اس کے بیان کے لیے قرآنی نص کے بعد کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں ہے۔

کبھی لفظ شعائر کو اشیاء اور اعیانِ خارجی پر استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی مقامات اور زمانوں پر بھی شعائر استعمال ہوتا ہے اور کبھی قربِ خدا تک پہنچانے والے اعمال پر شعائر کا لفظ بولا جاتا ہے بلکہ ہر وہ شے جس پر شعیرہ کے موضوع یا موضوع کے حکم میں تمیز دینا مشکل ہو جاتا ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ جب بھی شعیرہ کا موضوع محقق ہو شعائر کے احکام اس پر مرتب ہوں گے۔

شعائر کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ اسے مظہر ہونے اور علامت بن جانے کی حیثیت سے دیکھا جائے بغیر اس کے کہ شدت و ہدف، خدمت یا تجدید، تقدم و تاخر، مادہ یا معنٰی، ذات یا صفت، قول و عمل، زمان و مکان بڑا یا چھوٹا ہونے کو مدنظر رکھا جائے۔

قرآنِ مجید مومنین کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ شعائر الٰہی کی تعظیم کریں تا کہ برحق متقی و پرہیز گار بن جائیں۔ تعظیم و تکریم سے مراد یہ ہے کہ اعتقاد و عمل میں اس کی حرمت کا لحاظ رکھیں۔ قربِ خدا کے حصول اور اس کی بندگی کے لیے شعائر کے حُسنِ واجب کو ادا کریں اور وہ احترام و تعظیم بھی اس لیے نہیں کہ وہ اپنی ذات و حقیقت میں کیا شے ہے بلکہ یہ احترام اس کے انتساب و تعلق کے پیش نظر ہونا چاہیے جیسے کہ کعبہ شریف جو پتھر، مٹی وغیرہ کا مجموعہ و مرکب ہے یعنی ارضی مواد سے بنا ہے جب کہ اس کے بعد وہ اللہ کا محترم گھر بن کر خاص منزلت اور مخصوص احترام کسب کر چکا ہے اور اس کے خاص و ممتاز احکام ہیں جیسے کہ اس کی طرف حج کرنا واجب ہے۔ اس کا طواف کرنا واجب ہے؟ اس کے مخصوص مناسک کا بجا لانا اور نماز میں اس کی طرف رُخ کرنا واجب ہے۔ اسی طرح مسجدیں اور دیگر مقاماتِ مقدسہ ہیں پس انتساب و تعلق ہے جو حیثیت اور عنوان کو تبدیل کر دیتا ہے۔ تُربتِ امام حسین علیہ السلام

انھی اشیاء میں سے ہے جس نے امام حسین علیہ السلام مظلوم سے انتساب و تعلق کی بنیاد پر بڑی عظیم منزلت حاصل کر لی ہے اور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اس روز سے ہوگئی ہے جس روز اس کے اندر سبط نبی سید الشہداء امام حسین علیہ السلام دفن ہوئے ہیں۔ اس تربت نے شعائر کا عنوان اخذ کرلیا ہے کہ جس کے ذریعے امام حسین علیہ السلام کے اہداف و مقاصد عیاں ہوتے ہیں جو اہداف و مقاصد آپؑ نے اپنے مبارک انقلاب میں مدنظر رکھے تھے یعنی دین کا دفاع، انسانی اقدار کا پاس و لحاظ اور پرچم حریت و آزادی کا بلند ہونا وغیرہ۔

پس یہ تربت پاک ایک بڑی علامت ہے اللہ کے ان معالم اور علائم میں سے جو حق اور حقیقت کا مظہر ہیں اور ان معالم و شعائر کی طرح ہے جن کو قرآنِ مجید نے ذکر فرمایا ہے جیسے صفا و مروہ، قربانی کا جانور، عصاء موسیٰؑ، ناقۂ صالحؑ، قمیص یوسفؑ، تارے کا بیت ولی اللہ پر نزول، آسمان سے دستر خوان کی آمد اور اسی طرح کے دوسرے اُمور کہ جو وجودِ خداوند متعال اور اس کی وسیع قدرت و طاقت پر دلالت کرتے ہیں تو یہ سب کے سب اللہ کے نمایاں شعائر کے مصادیق ہیں۔

اس مقام پر شعائر کے لیے ایک کلی قاعدہ اور عام ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ شی جو کسی حیثیت سے عظمت خداوند متعال اور اس کے حق و حقیقت کے اظہار کرنے اور نمایاں کرنے پر دلالت کرے اور نشر و اشاعت کرنے میں کوئی کردار نبھاتی رہے وہ للہ کے ان شعائر میں شمار ہوتی ہے جن کا احترام و اکرام دلوں کے تقویٰ کی نشانی شمار کیا گیا ہے۔ اب اگر کعبہ مشرفہ اللہ کے عظیم شعائر و نشانیوں میں سے صرف اس لیے ہے کہ اسے خدا سے نسبت حاصل ہے تو پھر دوسرے اماکن بھی انتساب کی وجہ سے شعائر الٰہی قرار پائیں گے اور اگر حجر اسود شعائر الٰہی میں سے ہے تو اسی طرح دوسری

چیزیں انتساب کے باعث شعائر الٰہی میں سے ہوں گی اور اسی طرح صفا و مروہ اور دوسرے مقدس مقامات بھی انتساب کے باعث شعائر الٰہی ہوں گے۔

تربتِ کربلا بھی شعائر میں سے نہ ذاتی طور پر بلکہ اسی انتساب و نسبت کی وجہ سے شعائر الٰہی میں سے ہے البتہ ایک فرق کے ساتھ کہ دوسری اشیاء کا شعائر ہونا اگر ثابت ہوجائے تو اس کا خاکِ شفاء سے تفاوت یہ ہے کہ خاکِ شفاء کا شعائر ہونا صرف اتباعِ اہلِ بیتؑ اور آلِ محمد علیہم السلام پر ایمان رکھنے والوں سے مخصوص ہے یعنی خاکِ کربلا صرف شیعوں اور مومنین کے لیے باعثِ حفظ و امان ہے، شفاء و سلامتی کا باعث ہے، دشمنانِ اہلِ بیتؑ اور مخالفین کے لیے نہیں اور نہ ہی ان کے چاہنے والوں کے لیے، کیونکہ مخالفین، حقوقِ اہلِ بیتؑ کے غاصب ہیں اور ان کے منصب پر زبردستی قابض ہیں۔ مثال کے طور پر یزید پلید کے چاہنے والوں کے لیے خاکِ کربلا شفاء و سلامتی کا باعث نہیں ہے وہ یزید جس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِي يَزِيْدَ (المعجم الکبیر: ۳/ ۱۲۰)

"خداوند متعال یزید میں برکت قرار نہ دے"۔

اور وہ معاویہ جس کے بارے میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ (صحیح مسلم: ۸/ ۲۸)

"خداوند اس کے شکم کو کبھی سیر نہ کرے"۔

ان دونوں باپ اور بیٹے نے اولیائے خدا اور نفوس طاہرہ سے جنگ کی ہے اور دونوں رسولِ خدا سے عداوت رکھتے تھے اور جو رسولِ خدا سے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی و عداوت کرتا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل

نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے:

يَا مُحَمَّدُ أَتُحِبُّ الْحُسَيْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ . قُرَّةُ عَيْنِي وَرَيْحَانَتِي وَثَمَرَةُ فُؤَادِي وَجِلْدَةُ مَا عَيْنِي. فَقَالَ لِي: يَا مُحَمَّدُ بُورِكَ مِنْ مَوْلُودٍ عَلَيْهِ بَرَكَاتِي وَصَلَوَاتِي وَرَحْمَتِي وَرِضْوَانِي يَا مُحَمَّدُ! لَعْنَتِي وَسَخَطِي وَعَذَابِي وَخِزْيِ وَنَكَالِي عَلَى مَنْ قَتَلَهُ وَنَاصَبَهُ وَنَاوَاهُ وَنَازَعَهُ

"اے محمدؐ! کیا تم حسین کو چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرا پھول اور میرا ثمرۂ دل اور میری آنکھوں کا نور ہے۔ اللہ نے مجھ سے فرمایا: اے محمدؐ! وہ مولود کس قدر بابرکت ہے کہ جس پر میرا درُود، رحمت، رضوان اور برکات، پے درپے نازل ہوتی ہیں۔

اے محمدؐ! میری لعنت، غضب، سزا اور عذاب ہو اس شخص پر جو انہیں قتل کرے، ان سے دشمنی کرے اور ان سے نزاع کرے"۔ (کامل الزیارات: ص ۱۴۱)

اللہ عزوجل نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے منسوب ہونے کے باعث خاکِ کربلا شعائرِ الٰہی میں سے بن گئی ہے اور یہ نسبت بھی کوئی معمولی اور سادہ قسم کی نسبت نہیں ہے، بلکہ اس کی ایک قابلِ غور وجہ ہے اور تحقیق کہ تُربت امام حسین علیہ السلام کا تذکرہ متعدد بار زبان پیغمبرؐ خدا پر آیا ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں کئی بار وارد روایات اس کی گواہ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

معاذ بن جبل کا بیان ہے: ایک روز رسولؐ خدا کا اس حال میں ہمارے پاس

سے گزر ہوا کہ آپؐ کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ آپؐ نے فرمایا: میں محمد رسولؐ اللہ ہوں، مجھے کلام کے آغاز و انجام عطا کر دیئے گئے ہیں لہٰذا جب تک میں تمھارے درمیان ہوں میری اطاعت کرو اور جب میں تمھارے درمیان سے رخصت ہو جاؤں تو کتاب خدا سے متمسک رہنا۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کردہ کو حرام سمجھنا، موت تمھارے بہت قریب آچکی ہے۔ روح و راحت تمھارے پاس حاضر ہوا چاہتے ہیں۔ اللہ کا پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ تمھارے اُوپر فتنے تاریک راتوں کی طرح ٹوٹ پڑنے والے ہیں۔ جب بھی کوئی رسولؐ گزر جاتا ہے تو دوسرا رسولؐ اس کی جگہ آجاتا تھا یہاں تک کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوا۔ اب بادشاہت آنے والی ہے۔ خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو فتنوں میں سوجھ بوجھ سے کام لے اور اس کے اندر سے بخوبی باہر نکل آئے جس طرح وہ داخل ہوا تھا، اس کی حفاظت کرو اور روزشماری کرتے رہو۔

معاذ نے عرض کیا: جب آپؐ پانچویں پشت پر پہنچے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: یزید! خدا یزید کا بھلا نہ کرے۔ پھر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا:

> ''مجھے حسینؑ کی شہادت کی خبر دی گئی ہے، مجھے ان کی تربت عطا کی گئی اور مجھے حسینؑ کے قاتل کے بارے میں آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جس گروہ یا جماعت کی موجودگی میں حسینؑ کو قتل کیا جائے گا اور وہ ان کا دفاع نہیں کرے گا تو خداوند متعال ان کے دلوں اور سینوں میں تفرقہ ڈال دے گا، ان پر شریروں کو مسلط کر

دے گا اور ان میں پھوٹ پڑ جائے گی"۔ ہائے افسوس! آلِ محمدؐ کے فرزندوں کو اس بد بخت اور عیاش خلیفہ کی طرف سے کس قدر مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا جو میرے خلف اور فرزند کو شہید کرے گا"۔

خاکِ شفاء کا تذکرہ نبی اعظم کی زبانِ اقدس پر جاری ہوا ہے۔ مستقل بھی اور ضمناً بھی، جیسا کہ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے جنہیں محدثین اور اصحابِ حدیث و درایت نے تحریر فرمایا ہے اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ذکر ہوئی روایت میں آیا ہے کہ رسولؐ خدا نے تربتِ پاک کو اپنے اُوپر وحی کی شکل میں نازل ہونے والے نفحات اور خوشبوؤں کی فہرست میں ذکر فرمایا ہے اور ان چیزوں کی فہرست میں قرار دیا ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے آنحضرتؐ کے پاس آئی ہیں۔ لہٰذا تربتِ کربلا کی عظمت و منزلت جس قدر روایات میں ذکر ہوئی ہے اس سے زیادہ بیان سے بے نیاز ہے۔ پس اس کی شعریت کتاب، سنت، اجماع و عقل اور شرعی اعتبار سے معتبر قیاس سے ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ ہم اس کے اثبات میں عمومات و اطلاقات سے تمسک کریں گے داخلی و خارجی قرائن سے اور فقہی، اصولی، منطقی و کلامی مدارک سے۔ اسی طرح ان روایات سے بھی تربتِ کربلا کی شعریت کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں گے۔ جن روایات میں ذکر ہوا ہے کہ کس طرح رسولؐ خدا نے اس خاکِ مقدس کو سونگھا ہے اور اس کو بوسہ دیا ہے جس خاکِ پاک کو اللہ کے پاکیزہ ترین بندہ نے، فرشتۂ وحی حضرت جبرائیلؑ سے لیا تھا۔ کیا اب اس واقعہ کے بعد خاکِ شفاء کی شعیریت میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ جبکہ اس سے قبل خود رسولؐ خدا سے یہ عمل پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ آپؐ نے خاکِ شفاء کی عظمت کا اظہار کیا ہے اور یہ

خاک آنحضرتؐ کے نزدیک کس قدر عظمت و بزرگی حاصل کر چکی ہے۔

اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اس کی شعریت پر قرآن و حدیث سے کوئی صریح نص موجود نہیں ہے تو ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ یہ قول کئی جہت سے باطل و مردود ہے:

① پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام شعائر کے توقیفی ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

② دوسری بات یہ کہ شعائر کا معنیٰ و مفہوم اپنے عموم و اطلاق کے پیش نظر خاکِ کربلا کے شعیرہ ہونے پر منطبق ہوتا ہے۔

③ اور تیسری بات یہ ہے کہ نبی کریمؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرتِ قطعیہ سے ثبوت ہی کافی ہے کیونکہ ان بزرگواروں کے نزدیک خاکِ کربلا کی تعظیم و تکریم محبوب ہے اور انھوں نے خاکِ کربلا کے تئیں اداء احترام، اس کا پاس ولحاظ رکھنا اس سے شفا طلب کرنا وغیرہ اُمور کی طرف ہدایت دی ہے۔

④ چوتھی بات یہ ہے کہ خاکِ کربلا سے متبرک ہونا حیاتیاتی اُمور میں سے ہے کیونکہ اس کا استحباب عمومیت و شمولیت کا حامل ہے۔

⑤ پانچویں بات یہ ہے کہ خصوصی طور پر خاکِ کربلا سے شفا طلبی اور اسے دوا کے طور پر استعمال کرنے کے لیے معصومین علیہم السلام کی طرف سے دستور دیا گیا ہے اور انھوں نے اس کی وجہ بھی جتلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاک کے اندر بہت سے خصائص ودیعت فرمائے ہیں اور خود ائمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت وسنت اس خاک سے علاج و معالجہ اور شفا طلبی پر قائم و جاری رہی ہے۔

جو شخص اتنی معلومات رکھتا ہے کہ مقبول و معتبر منابع و مدارک سے شرعی احکام کے استخراج میں کن اُصول وضواط کو بروئے کار لایا جاتا ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مطلق و عام کی حجیت میں یہ شرط نہیں رکھی گئی ہے کہ اس کے عموم و شمول کا کوئی

منافی و مزاحمت کرنے والا فرد نہ ہو۔ نیز اس اطلاق کے علاوہ جہاں کہیں بھی شارع مقدس کی طرف سے خصوصی طور سے نفی و نہی وارد نہ ہوئی ہو تو ان تمام موارد و مقامات پر قانونِ عام کی حکومت ہوتی ہے اور تربتِ کربلا کے متبرک ہونے میں شارع مقدس کی طرف سے کوئی نہی وارد نہیں ہوئی ہے۔

اس صورت میں تربتِ کربلا پر قانون عام شامل ہوگا اور یہ بھی اس جہت سے کہ اگر ہم ان دلیلوں کو تسلیم نہ کریں جو اس کے متبرک ہونے کے جواز کو یا استحباب کو ثابت کرتی ہیں ورنہ موضوع کے اثبات کے لیے وہی ادلہ کافی اور حکم کی تنبیہ کے لیے انھیں دلیلوں کا وجود ہی کافی ہے۔

ہمارے پاس اس سلسلہ میں روایات بھی وارد ہوئی ہیں جو بلسان وحی اعلان کر رہی ہیں کہ اللہ عزوجل نے تربت مقدس سیّد الشہداءؑ میں شفاء اور امان رکھی ہے۔ لہٰذا تربتِ کربلا سے شفاء کا خواہاں بیماری سے شفاء حاصل کر لیتا ہے اور اس سے امن و سلامتی کا خواہاں، خوف و خطر کے مقامات پر امن و امان سے ہمکنار رہتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ شفاء یابی، مریض کے لیے بہترین برکت ہے اور خائف انسان کے لیے امن و سلامتی بہترین برکت ہے۔

شریعت اسلامیہ کے واضح بلکہ مسلمات میں سے ایک دینی مقدسات کے بوسہ دینے کا جواز ہے جیسے قرآن مجید، کعبہ شریف کا مقدس غلاف وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جنھیں خاص قسم کا احترام و اکرام اور عظیم معنوی و روحانی مرتبہ حاصل ہے۔ ان کو بوسہ دینا کعبہ کی دیواروں کو مس کرنا وغیرہ اور ان کی تعظیم کے جواز پر روایات و آیات سے پہلے عقل فیصلہ کرتی ہے کہ صحیح ہے اور شریعت سے پہلے فطرت اسے صحیح سمجھتی ہے۔ انھی قابلِ بوسہ مقدسات میں سے ایک، تربتِ سیّد الشہداء علیہ السلام ہے اور اس سلسلہ

میں غیر قابلِ شمار روایات وارد ہوئی ہیں اور اس کے لیے کسی بیان و وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ روایات صریحی طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان اشیاء کو خاص قسم کی پاکیزگی، عظمت، معنویت اور بلند مرتبہ حاصل ہے اور ان کو بوسہ دینا شعائر کی تعظیم میں شمار ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کہ جس طرح حجرِ اسود کا بوسہ دینا اور خانۂ خدا کے ستونوں اور چار دیواری کو مس کرنا شعائرِ الٰہیہ کی تعظیم ہے اور اس کے اوپر شریعت سے پہلے عقل کا فیصلہ ہے اور روایات سے پہلے فطرت کا تقاضا ہے کہ بلند مرتبہ چیزوں کی یوں ہی تکریم و تعظیم کی جائے۔

انھی مقدسات و احترامِ شعائر میں سے ایک خاکِ کربلا تربتِ امام حسینؑ ہے اور اس کے سلسلہ میں غیر قابل شمار روایات اور واضح و آشکار بیانات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قبرِ مطہرِ امام حسین علیہ السلام اور خاکِ کربلا اس قدر عظیم مقام و مرتبہ کی حامل ہے کہ جس کے ذریعہ وہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام کی قبروں اور مزارات سے ممتاز و نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ہم اس مقام پر خاکِ کربلا کے کچھ فضائل و فوائد ذکر کر رہے ہیں تا کہ اس پاکیزہ خاک سے شفاء طلب کرنے والوں کو اس کے بارے میں اجمالی معلومات فراہم ہو جائیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

① مَنْ أَتَى قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَارِفًا بِحَقِّهِ كَتَبَهُ اللهُ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ

جو شخص قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو حاضر ہو اور وہ ان کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے زیارت بجالائے تو خداوند متعال اسے اعلیٰ علیین میں سے قرار دیتا ہے۔ (کامل الزیارات: ص ۲۸)

۲ جو شخص قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر جائے جبکہ امام کے حق کو پہچانتا ہو تو خداوند متعال اس کے سابقہ و آئندہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (ثواب الاعمال: ص ۸۶)

۳ مُرُوا شِيعَتَنَا بِزِيَارَةِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ فَإِنَّ إِتْيَانَهُ مُفْتَرَضٌ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ يُقِرُّ لِلْحُسَيْنِ بِالْإِمَامَةِ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

ہمارے شیعوں کو قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا حکم دو کہ ان کی زیارت کے لیے جائیں ہر اس مومن پر فرض ہے جو امام حسین علیہ السلام کے منجانب اللہ منصب امامت کا حامل ہونے کا اقرار و اعتراف کرتا ہے۔ (المناقب: جلد ۴، ص ۱۲۸)

۴ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ حَجَّ دَهْرَهُ ثُمَّ لَمْ يَزُرِ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ لَكَانَ تَارِكاً حَقّاً مِنْ حُقُوقِ اللهِ وَحُقُوقِ رَسُولِهِ لِأَنَّ حَقَّ الْحُسَيْنِ فَرِيضَةٌ مِنَ اللهِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ

اگر تم لوگوں میں سے کوئی ساری عمر، حج انجام دے اور حسین ابن علی علیہما السلام کی زیارت نہ کرے تو وہ حقوقِ خدا اور حقوقِ رسولؐ خدا میں سے ایک اہم حق کا ترک کرنے والا ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا حق ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (التہذیب: ۶/ ۴۲)

۵ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل میں سے ایک زیارت امام حسین علیہ السلام ہے۔ (بحار الانوار: ۱۰۱/ ۴۹)

۶ اللہ عز وجل نے قبر امام حسین علیہ السلام پر چار ہزار فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ہمہ وقت بکھرے بال اور غبار آلود رہتے ہیں۔ وہ قبر امام حسین علیہ السلام پر طلوع فجر

سے لے کر زوالِ آفتاب تک امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے رہتے ہیں۔ جب سورج ڈھل جاتا ہے تو پھر دوسرے چار ہزار فرشتے اُترتے ہیں اور یہ چار ہزار فرشتے واپس چلے جاتے ہیں اور وہ مسلسل روتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی ہے۔ (المستدرک: ۲/۲۰۱)

⑦ جو شخص قبرِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے اس نے رسولِ خدا کے ساتھ اور ہم اہلِ بیتؑ کے ساتھ صلہ کیا ہے (ہم سے ہمدردی کی ہے) اور اب اس کی غیبت حرام ہو گئی ہے (مزید شدتِ حُرمت مراد ہے)۔ اس کا گوشت آتشِ جہنم پر حرام ہے اور اللہ اسے ہر درہم کے بدلے جو اس نے خرچ کیا ہے دس ہزار شہر عطا کرے گا۔ اس کو لوحِ محفوظ پر لکھ دیا ہے اور اللہ اس کی حاجتوں کا کفیل ہے۔ اس کے مال و اسباب کا ضامن ہے جو وہ چھوڑ کر (سفر میں) گیا ہے وہ خدا سے کسی شئ کا مطالبہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے عطا کرے گا چاہے وہ اسے جلدی عطا کرے یا اس کے لیے ذخیرہ کر دے اور تاخیر سے عطا فرمائے۔ (کامل الزیارات: ص ۱۲۷)

⑧ جب تم زیارتِ امام حسینؑ کا ارادہ کرو تو ان کی زیارت محزون و مغموم اور دُکھی حالت میں کرو، باحال پریشان، بال بکھرے ہوئے غبار آلود اور بھوکے پیاسے رہو اس لیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو محزون و مغموم، دُکھی حالت میں، باحالِ پریشان، بکھرے ہوئے، غبار آلود اور بھوک پیاس کی حالت میں شہید کیا گیا ہے۔ (التہذیب: ۶/۷۶)

⑨ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: "جو شخص امام حسین علیہ السلام کی زیارت بروزِ عاشورا کرے اور ان کے پاس روتا رہے تو وہ خداوند متعال سے بروزِ

قیامت بیس لاکھ حج کا ثواب، بیس لاکھ عمرہ کا ثواب، بیس لاکھ غزوہ کے ثواب کے ساتھ ملاقات کرے گا۔ ہر حج، عمرہ اور غزوہ کا ثواب اسی شخص کے حج، عمرہ اور غزوہ کے ثواب کے مانند ہوگا جس نے حج، عمرہ اور غزوہ رسولؐ خدا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ہمراہ انجام دیا ہے"۔ (کامل الزیارات: ص ۱۷۵)

⑩ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنَةٍ إِلَّا وَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهَا أَنْ تُسْعِدَ فَاطِمَةَ فِي زِيَارَةِ الْحُسَيْنِ

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: "روئے زمین کے ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ زیارت امام حسینؑ کرے، حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو خوش کرے"۔ (المستدرک: ۲ / ۲۰۴)

یہ تھیں دسیوں بلکہ سینکڑوں احادیث میں سے منتخب دس حدیثیں جن کے مضامین اور مفاد میں دقت و باریک بینی سے آشکار ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے قبر امام حسینؑ کو کس قدر فضائل و کمالات اور عظمتوں سے مخصوص کر دیا ہے۔ یہ ساری عنایتیں اور فضائل و خصائص اس مقدس خاک کے شعائر الٰہی میں سے ہونے کا پتہ دیتی ہیں اور یہ خاکِ پاک اللہ کی بڑی نشانی اور قدرت الٰہی کے مظہر ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ اس لیے کہ جو شخص اس پاکیزہ خاک کو وسیلہ قرار دیتا ہے وہ یقیناً صاحبِ تربت اور خدا کی راہ میں شہید ہونے والے ولی خدا امام حسینؑ کی عظمت و منزلت کی طرف بھی ملتفت ہوتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام صرف ایک شہید راہِ خدا ہی نہیں بلکہ تمام شہداء کے آقا و مولا، سید و سردار بھی ہیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ قدرت ہوتا ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

"پس ضروری ہے کہ راہِ خدا میں وہ لوگ جہاد کریں جو زندگانی دنیا کو آخرت کے بدلہ میں بیچ دیتے ہیں اور جو بھی راہِ خدا میں جہاد کرے گا"۔ (سورۃ النساء: آیت ۷۴)

اللہ عزوجل نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں سے علیحدہ اجر دینے کا وعدہ کیا ہے اگرچہ اس آیت کا ظہور اُخروی اجر کو عیاں کرتا ہے لیکن بہرحال آیت دنیوی و اُخروی دونوں کے اجر وثواب کو شامل اور عام ہے اور شہداء راہِ خدا، اللہ عزوجل کے نزدیک بہت بڑی عظمت ومنزلت رکھتے ہیں اور وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (سورۃ بقرہ: آیت ۱۵۴)

"جو راہِ خدا میں قتل ہو جاتے ہیں انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس بات کو سمجھ نہیں پاتے ہو"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام راہِ خدا کے تمام شہداء کے سیّد وسردار اور آقا و مولیٰ ہیں لہٰذا وہ یقیناً زندہ ہیں اور پیش پروردگار رزق پاتے ہیں اور آپؑ کی قبر مطہر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ فرشتوں کی آمد ورفت کی جگہ ہے۔ ان کی قبر مطہر کے پاس بحکم خدا دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ مومنین کی حاجتیں روا ہوتی ہیں۔ ان کے درد وغم دُور ہوتے ہیں۔ گناہوں کا کفارہ اور برائیاں محو ہو جاتی ہیں۔ عمر طولانی

ہو جاتی ہے۔ رزق میں کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ آفتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جنہیں صریحی طور پر اپنی ایک حدیث میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے:

> حضرت امام حسین علیہ السلام کربلائے معلّٰی کے مالک ہیں انھیں رُلا رُلا کر بھوکا پیاسا شہید کیا گیا ہے، لہٰذا اللہ کو حق حاصل ہے کہ جو بھی ان کی قبر مطہر کے پاس آئے اگر غم زدہ ہو تو اس کا غم دُور ہو جائے، اگر دُکھ کا مارا پریشان حال ہو، آفت زدہ ہو اور پیش امام حسین علیہ السلام آکر دُعا کرے اور اللہ کی بارگاہ میں امام حسین علیہ السلام کے ذریعہ قرب حاصل کرے تو خداوند متعال اس کے دکھ کو دُور، حاجت کو روا، گناہوں کو معاف، عمر میں اضافہ، رزق میں کشادگی عطا کردے گا لہٰذا اے صاحبانِ عقل وخرد! غور وفکر سے کام لو۔ (کامل الزیارات: ص ۳۱۳)

اس سے بھی واضح تر وہ حدیث ہے جو شعیب عقرقوفی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ شعیب عقرقوفی نے عرض کیا: مولاؑ! جو شخص قبر امام حسینؑ کی زیارت کو آئے اس کے لیے کیا اجر وثواب ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اے شعیبؓ! حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا مگر یہ کہ اس کی نماز قبول ہوتی ہے اور کوئی ان کے پاس دُعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ اس کی دُعا کو مستجاب کرلیتا ہے چاہے (فوری طور پر) دنیا میں یا آخرت میں قبول کرے"۔

شعیب: مولاؑ! میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں میرے لیے ذرا اور بھی بیان

فرمائیں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اے شعیب! کم ترین بات جو زائر امام حسین علیہ السلام سے کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ "اے بندۂ خدا! تجھے بخش دیا جا چکا ہے۔ اب نئے سرے سے اعمال کا آغاز کر"۔ (کامل الزیارات: ص ۴۳۲)

قبر حسینؑ کے نزدیک نماز کی قبولیت اور دُعا کی استجابت کی ضمانت پر یہ روایت صریحی طور پر نشان دہی کر رہی ہے اور یہ روایت ان واضح و آشکار دلائل میں سے ایک ہے جو قبر امام حسینؑ کو اُن مقامات سے قرار دیتی ہیں کہ جہاں خداوند متعال کو پکارا جانا پسند ہے اور اس بنیاد پر شعائر کا عام معنٰی خاکِ کربلا پر منطبق ہوتا ہے کیونکہ یہ سرزمین بھی اللہ کی عظمتوں کی نشانی اور اس کی قدرت کا مظہر ہے بلکہ اپنے بندوں پر اس کی رحمت کے نزول کی جگہ ہے اور قبر حسینؑ امان و سلامتی اور بیماریوں سے شفاء کا وسیلہ ہے۔

قبر مبارک امام حسین علیہ السلام کے بلند مرتبہ ہونے کے بارے میں بہت سی روایات اور واقعات موجود ہیں جو واضح کرتے ہیں کہ مشیتِ الٰہی اس بات پر مقرر ہوئی ہے کہ سرزمینِ کربلا، مقدس و محترم اور علامت قدرت و مشیتِ الٰہی باقی رہے۔ اس کے آثار کبھی محو نہ ہوں اور ایسا ہو گا بھی نہیں کیونکہ صدیاں بیت گئی ہیں کہ دشمنانِ خدا و دشمنانِ اہلِ بیتؑ نے اس قبر مبارک پر بڑے ظلم و ستم کیے، قبرِ مطہر امام حسین علیہ السلام کو مسمار کیا، اس کے آثار کو مٹانا چاہا، خلفاء بنی اُمیہ و حکام بنی عباسیہ نے کیا کیا کچھ نہیں کیا؟ اسی طرح زمانہ کی ظالم قوتوں نے شیاطینِ اُمت کے زندیق و گمراہ لوگ قبر حسینؑ کو شہید کر کے بہت بھیانک جرم و ستم کے مرتکب ہوئے۔ وہاں موجود ہیرے جواہرات اور مال و اسباب کو لوٹ لیا، بے گناہ مومنین کو شہید کیا۔

خداوند متعال ان سب کو دنیا ہی میں آخرت سے پہلے سزا دے مگر ان سب کے باوجود اللہ کی مشیت یہ رہی ہے کہ قبر حسینؑ پہلے سے کہیں زیادہ دیدہ زیب اور پُررونق طریقہ سے آباد ہوتی رہے۔

یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ یہ مجرمین آج بھی اپنی سعی باطل کو عملی جامہ پہنانے کی خواہش رکھتے ہیں تاکہ اولیاء الٰہی کے آثار کو مٹا دیں اور ان کی مقدس بارگاہوں کو زمین بوس کر دیں۔ اپنے اس اعمال قبیح سے شرمسار بھی نہیں ہوتے بلکہ مدعی ہیں کہ وہ اسلام کے ٹھیکیدار اور سربراہ مسلمین ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اسلام نے رسولؐ اسلام اور ان کی آل پاک کی ہتکِ حرمت کی اجازت دی ہے جبکہ ان کی قبریں اور مزارات شعائر الٰہی کے ابرز مصادیق ہیں کہ جن کے ذریعہ لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی ملتی ہے اور یہی عبادی احکام کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ اس فرق کو نظر میں نہ لاتے ہوئے کہ شعائر توقیفی ہیں یا معنٰی کے لحاظ سے عام ہیں۔ اگر پہلی صورت مان لی جائے تو بس انھیں چیزوں کو شعائر تسلیم کیا جائے گا جو قرآن و روایات سے شعائر لفظی طور پر بھی ثابت ہوں، اور دوسری صورت میں ائمہ طاہرینؑ اور نبی کریمؐ کی عملی سیرت سے مستند قرار دیتے ہوئے شعائر کے عام معنٰی کے تحت تو بہرحال مراقد ائمہؑ شعائر الٰہی ہیں۔

اور یہ بات ہر شخص پر عیاں ہے کہ شعائر کا عام معنٰی یہی ہے کہ جس کے ذریعہ انسان کو دوسری شئی کا شعور و احساس پیدا ہو اور یہی معنٰی شعائر حسینیؑ سے آشکار ہے کیونکہ شعائر حسینیؑ اور مظلومیت امام حسینؑ کی تاکید کی گئی ہے اور زیارتِ قبر حسینؑ کو مومن کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

حق بات تو یہ ہے کہ خاکِ کربلا و تربت امام حسینؑ کو ایک ایسا خاص قسم کا

مقام و مرتبہ حاصل ہے کہ جو کسی بھی دینی و مذہبی مقدس مقام کو حاصل نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ہم ان مقدس مقامات کے درمیان برتری کرنے نہیں بیٹھے ہیں بلکہ خصوصیت کے پیش نظر یہ کہا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ابن اعثم کوفی کا ذکر کردہ واقعہ ملاحظہ ہو:

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام امیر شام سے جنگ کرنے کے لیے میدانِ صفین کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ یہ ۳۶ ہجری کے اواخر کا واقعہ ہے۔ ابن اعثم کوفی کہتا ہے: امام علیؑ "دیر کعب" پر مقیم ہوتے ہیں اور وہاں شب باشی فرماتے ہیں۔ پھر صبح کو روانہ ہوتے ہیں تو سرزمین کربلا آجاتی ہے۔ آپؑ نے وہاں فرات کے کنارے کچھ گھوڑے دیکھے تو آپؑ نے ابن عباسؓ سے پوچھا: اے ابن عباسؓ! کیا تم اس مقام کو پہچانتے ہو؟ انھوں نے کہا: نہیں اے امیر المومنینؑ! میں نہیں پہچانتا ہوں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اے ابن عباسؓ! اگر تم میری طرح اس سرزمین کی معرفت رکھتے ہوتے تو یہاں میری طرح روئے بغیر آگے نہ بڑھتے۔ یہ کہہ کر امام علیؑ نے شدید گریہ فرمایا یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہوگئی اور آنسو بہہ بہہ کر سینے پر گرنے لگے۔ اس کے بعد امام علیؑ نے فرمایا: آہ آہ! میرا آلِ ابی سفیان سے کیا واسطہ؟! پھر امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"اے ابو عبد اللہ! صبر سے کام لینا کہ تمھارے باپ نے آلِ ابی سفیان سے جتنی اذیتیں اُٹھائیں ہیں ویسی ہی میرے بعد تمھیں بھی اُٹھانی پڑیں گی"۔

پھر اس کے بعد امام علیؑ نے سرزمین کربلا پر اس طرح سے چکر لگانا شروع کر دیا کہ جیسے کوئی چیز تلاش کر رہے ہوں، پھر گھوڑے سے اُتر پڑے اور وضو کے لیے پانی طلب کیا، نماز کے لیے وضو کیا اور جس قدر چاہی نماز ادا کی اور لوگ (لشکری)

فرات کے کنارے نینوا بستی کے قریب اُتر گئے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد تھوڑی دیر کے لیے آپ کی آنکھ لگ گئی۔ اب جو نیند سے بیدار ہوئے تو بہت زیادہ گھبرائے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

ابن عباسؓ! کیا میں تم سے بیان کروں وہ خواب جو میں نے ابھی دیکھا ہے؟

ابن عباسؓ نے عرض کیا: جی ہاں مولاؑ! بیان فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے بہت سے سفید پوش بزرگوں کو دیکھا ہے کہ جن کے ہاتھوں میں سفید پرچم ہیں اور سب کے سب تلوار کمر سے حمائل کیے ہوئے ہیں، انھوں نے اس سرزمین کے چاروں طرف ایک لکیر کھینچی ہے پھر میں نے ان کھجور کے درختوں کو دیکھا کہ ان کے چھالیں سب ٹوٹ کے گر گئی ہیں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ یہاں پر تازہ خون کا دریا بہہ رہا ہے اور اپنے لال حسینؑ کو اس خون کے دریا میں ڈوبتا ہوا دیکھا کہ جو آسمان سے اُترے تھے وہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے:

"اے آلِ رسولؐ! صبر سے کام لو، صبر کرو کہ آپ لوگوں کو کائنات کے بدترین لوگ شہید کر رہے ہیں۔

اے حسینؑ! یہ جنت تمھاری مشتاق ہے پھر ان بزرگواروں نے آگے بڑھ کر مجھے تعزیت پیش کی اور کہنے لگے: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کو بشارت ہو کہ اللہ نے آپؑ کی آنکھوں کو آپؑ کے لال حسینؑ سے کل بروز قیامت سکون و قرار عطا فرمائے گا کہ جس روز ساری خلائق پیش پروردگار حساب و کتاب کے لیے کھڑی ہوگی، پھر میری آنکھ کھل گئی۔ یہ تھا وہ خواب جو ابھی میں نے دیکھا ہے۔

اے ابن عباسؓ! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کی جان ہے کہ صادق مصدق نبی ابوالقاسم حضرت محمد مصطفیٰؐ نے مجھ سے یہ

بیان فرمایا تھا: میں یہ خواب اس وقت دیکھوں گا جبکہ سرکشوں سے جنگ کرنے کے لیے نکلوں گا۔ یہ سرزمین، سرزمین کربلا ہے۔ جس میں میرا لال حسینؑ فرزندانِ فاطمہؑ اور اپنے شیعوں کے ساتھ دفن ہوگا۔ یہ سرزمین آسمان والوں کے درمیان، کرب و بلا کی زمین کے نام سے معروف ہے اور عنقریب اس خاکِ پاک کے دامن سے ایسی قوم برآمد ہوگی جو بغیر حساب و کتاب کے وارد بہشت ہو جائے گی"۔ (الفتوح ابنِ اعثم کوفی ۱/۱۷۵)

علامہ طریحی نے اپنی کتاب میں بھی ایک روایت نقل کی ہے جس میں "کربلا" کا ذکر برحق نبی رسولِ خدا کی زبان مبارک پر جاری ہوا ہے اس کا مضمون ملاحظہ ہو۔

رسولِ خدا ایک سفر پر روانہ ہوئے۔ ابھی آپؐ راہِ سفر طے کر رہے تھے کہ یکا یک ٹھہر گئے اور اپنے گھوڑے کو روک لیا اور زبانِ مبارک پر جاری ہوا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

آپؐ کی آنکھوں سے آنسو روانہ ہو گئے اور آپؐ نے شدید گریہ فرمایا۔ جب آپؐ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا: جبرئیل امینؑ آئے اور مجھے اس سرزمین کے بارے میں بتلا رہے ہیں کہ اسے کربلا کہا جاتا ہے۔ اسی سرزمین پر میرا لال حسینؑ شہید کیا جائے گا گویا میں اپنے لال کو اور اس کی شہادت گاہ اور محلِ دفن کو دیکھ رہا ہوں۔ (مثیر الاحزان ص ۲۳۹)

اس روایت میں شہادت گاہ کے تذکرہ کے ساتھ مدفن اور دفن کی جگہ یعنی قبر مطہر کا خاص طور سے تذکرہ ایک مناسب وجہ کا حامل ہے اور وہ ہے قبر مطہر کا ذکر اور یہ کتاب اسی پہلو پر مرکوز ہے کہ امام حسینؑ کو بہت شرف و مرتبہ حاصل ہے۔ اللہ عزوجل نے اس سرزمین کے ذروں میں شفاء قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام کی روایت میں یہ تعبیر ذکر ہوئی ہے۔ (بحار الانوار ۲۲ / ۱۴۰)

یہ الٰہی اعجاز ہے کہ قبر حسینؑ کی مٹی میں شفاء بھی ہے اور امن و سلامتی بھی ہے جس کے پیش نظر دشمنوں اور اہلِ بیتؑ سے خار کھانے والوں نے اس مقدس بارگاہ کو اپنی سرکشی و تجاوز کا ہدف قرار دیا اور انہدام و مسمار کرنے کے درپے ہو گئے جس کی ابتداء سرکش و طاغی منصور دوانیقی نے کی ہے۔ اس کے بعد ہارون الرشید کے ہاتھوں قبر مطہر شہید کی گئی ہے اور ہارون ملعون، منصور دوانیقی سے زیادہ بدتر نکلا۔ اس نے قبر مطہر پر ہل چلوائے۔ وہاں موجود بیر کے درختوں کو کاٹ ڈالا تا کہ سرے سے قبر امام حسینؑ کے کوئی آثار و علائم باقی ہی نہ رہیں۔ (اعیان الشیعۃ ۴ / ۳۰۴)

قبر مطہر کی مسماری میں اور بھی اقوال، تاریخ سے باخبر لوگوں نے ذکر کیے ہیں۔ یہ تو ایک پہلو ہے اس واقعہ کا، ادھر خدا نے بھی طے کر رکھا ہے اور مشیت پروردگار اس امر پر قائم و دائم ہے کہ قبر حسینؑ طول دہر تک باقی رہے بلکہ قیامت تک قبر حسینؑ کا نشان ثبت رہے اور یہ قبر مبارک کعبۂ قلوب، مرکز تجلی نور الٰہی باقی رہے۔

ارشاد قدرت ہوتا ہے:

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۳۲﴾

"وہ (دشمن) چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا چاہے کافروں کو کتنی ہی کراہت محسوس ہو"۔ (سورۂ توبہ: ۳۲)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝

"وہ (دشمن) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو منزل کمال تک پہنچا کر رہے گا چاہے کافروں کو بہت ناگوار گزرے"۔ (سورۂ صف: آیت ۸)

قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا اشتیاق ہر مومن و مومنہ کو توفیق الٰہی سے ہوتا ہے بلکہ جو شخص زیارت کر سکنے کی قدرت و استطاعت رکھتا ہے اس پر حکم شرعی کا عنوان لاگو ہوتا ہے یعنی اس کے اُوپر زیارت امام حسینؑ مستحب مؤکد ہے اور جو بھی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ قبر حسینؑ کی زیارت کو ضرور جائے۔

ھشام بن محمد سے مروی روایت میں آیا ہے: "جب قبر امام حسینؑ پر نہر فرات کاٹ کر لائی گئی اور وہاں پانی جاری کر دیا گیا تو چالیس دن کے اندر سارا پانی سوکھ گیا اور قبر امام حسینؑ کا نشان بظاہر مٹ گیا تو ایک اعرابی قبیلۂ بنی اسد سے تعلق رکھنے والا کربلا آیا، وہ ایک مشت خاک اُٹھا کر سونگھتا جاتا یہاں تک کہ اسے قبر امام حسینؑ کی مٹی ہاتھ لگ گئی اس نے سونگھا اور رونے لگا اور بولا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہو جائیں اے حسینؑ مظلوم! آپؑ کی قبر کی خاک کس قدر خوش بودار ہے اور مرنے کے بعد بھی خاک قبر اس قدر مہک رہی ہے پھر وہ دیر تک روتا رہا اور اس نے وہاں پر چند بیت مرثیہ کے پڑھے جس میں سے ایک بیت یہ تھا:

اَرَادُوا لِيُخفُوا قَبرَهٗ عَن وَلِيِّهٖ
فَطِيبُ القَبرِ دَلَّ عَلَى القَبرِ

"دشمنوں نے چاہا تھا کہ آپؑ کی قبر کے نشانات کو مٹا دیں تاکہ

آپؑ کے چاہنے والوں کو پتہ نہ چلے کہ آپ کہاں دفن ہیں جبکہ
آپؑ کی قبر کی خوشبو نے ہی قبر کا پتہ بتا دیا ہے"۔(تاریخ دمشق
ابنِ عساکر: ص ۲۷۵)

یہ اور اسی جیسی نہ جانے کتنی روایات ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ قبر امام حسینؑ کو اور آپؑ کی خاکِ پاک کو کس قدر عظمت و قدرت اور طہارت و پاکیزگی اللہ نے عطا فرمائی ہے۔

خاکِ قبر حسینؑ ان شعائر کا بہترین مصداق ہے جو اللہ کے ارادہ و اختیار پر دلالت کرتے ہیں اور خاکِ قبر حسینؑ پر کلمہ شعائر کا استعمال اسی واسطے صحیح ہے کہ وہ خاک دین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، حق کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے۔

صاحبِ تربت حضرت امام حسین علیہ السلام، اللہ کی عظیم ترین آیتوں میں سے ایک آیت ہیں۔ آپؑ خامس اصحابِ کساء اور توحید و نبوت کی صداقت پر سچے شاہد ہیں اور راہِ خدا کے عادل شہید و گواہ ہیں، ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہیں۔ حسب و نسب کے اعتبار سے پاک و پاکیزہ ترین فرد بشر ہیں اور اللہ کی طرف سے منصوص معصوم ہیں۔ آپؑ کے نانا سید الانبیاءؑ، بابا سید الاولیاءؑ، ماں سیدۃ النساء اور بھائی سید شباب اہلِ جنت ہیں، آپؑ کی اولاد ائمہ ہدایت ہے اور خود بھی سید الشہداءؑ ہیں۔ آپ کا پاکیزہ مدفن کربلا ہے کہ جس کی خاک میں شفاء ہے۔

سلام ہو ان پر اللہ کا، اللہ کے فرشتوں، نبیوں، رسولوں اور تمام مومنین کا روزِ قیامت تک، اور سلام ہو ان کے اُوپر، اور ان ارواح کے اُوپر جو آپؑ کے آستانہ پر سکونت پذیر ہیں کہ آپؑ کی خاکِ قبر، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

تُربتِ کربلا کے بعض اسماء و صفات

خاکِ شفاء کے صفاتی اسماء:

۱- آمنہ (امن و سلامتی عطا کرنے والی خاک)

۲- سب سے بڑی دوا

۳- انوکھی دوا

۴- یادِ الٰہی کرنے والی خاک

۵- پاکیزہ خاک

۶- شفا دینے والی خاک

۷- شریف خاک

۸- پاک خاک

۹- عظیم خاک

۱۰- نشانی بیان کرنے والی خاک

۱۱- کریم خاک

۱۲- مبارک خاک

۱۳- نبی، ولی اور فرشتوں کے دستِ مبارک سے مس ہونے والی خاک

۱۴- تسبیح بجالانے والی خاک

۱۵- رسولؐ خدا اور ائمہ اہلِ بیتؑ کے ذریعہ سونگھی جانے والی خاک

۱۶- مبارک و خوشبو والی خاک

۱۷-شرافت مآب خاک

۱۸-مطہر خاک

۱۹-معظم خاک

۲۰-فضیلت والی خاک

۲۱-مقدس خاک

۲۲-مکرم خاک

۲۳-منور خاک

۲۴-نورانی خاک

۲۵-پورا کرنے والی خاک

۲۶-خدا کی سرزمین

۲۷-کفایت کرنے والی خاک

یہ تھے خاکِ شفاء کے وہ بعض اسماء وصفات جنہیں ہم نے رسولِؐ خدا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے وارد صحیح روایات سے استخراج کیا ہے اور ان صفات و کمالات کے اندر بڑے معنوی وروحانی، شرعی و عرفی، علمی وفنی، قرآنی وحدیثی، روائی ودرائی، عقلی وعقلائی، کلی وجزئی، فقہی وکلامی، بلند معانی اور اعلیٰ پہلو پائے جاتے ہیں، جن کی تفصیلات کو اس کے مقام ومحل کے لیے چھوڑ رہے ہیں۔ بس یہاں ایک ہلکا سا اشارہ ان کے موارد استعمال کے حساب سے پیدا ہونے والے معانی کی طرف کر رہے ہیں:

۱- آمنہ: اس پاکیزہ خاک میں امن وسلامتی کی ضمانت ہے اور حال اور مستقبل کے ہر خوف وہراس میں امن عطا کرتی ہے۔

۲- دواءِ اکبر: مرض کو آنے سے باز رکھنے میں اور مرض لاحق ہو جائے تو اس کے رفع دفع کرنے میں خاکِ شفاء سب سے بڑی دوا ہے۔

۳- انوکھی دواء: اثر گزار ہونے اور بیماریوں سے تحفظ بخشنے میں خاکِ شفاء منفرد حیثیت رکھتی ہے اور مفرد ومنفرد دواء ایک خاص قسم کی طبی اصطلاح ہے جس کا استعمال ان چیزوں کے لیے کیا جاتا ہے جو دوا علاج میں بڑے قوی ومنفرد اثر کی مالک ہوتی ہیں۔

۴- ذاکرہ: خاکِ شفاء اللہ کی نعمتوں اور خدائی عطاؤں کی یاد دہانی کراتی ہے کہ جس میں سے ایک یہی کہ اس خاکِ پاک کو جسد مطہر امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہداء کے اجساد طاہرہ سے اتصال حاصل ہے۔

۵- زکیہ: یہ وہ پاک وپاکیزہ خاک ہے جسے اللہ نے ہر قسم کی پلیدی وگندگی اور خباثت ونجاست سے پاک وپاکیزہ بنایا ہے۔

۶-**شافیہ**: اس خاکِ پاک میں اللہ نے ہر دکھ درد سے شفاء رکھی ہے۔ جو بھی اس خاک کی عظمت کے اِدراک کے ساتھ شفاء طلبی کرے گا وہ ضرور شفاء یاب ہوگا۔

۷-**شریفہ**: کائنات کی کسی مٹی کو وہ مرتبہ اور شرف حاصل نہیں ہوا ہے جو کہ خاکِ شفاء کو حاصل ہے۔

۸-**طاہرہ**: خاکِ شفاء اوّلاً تو تکوینی طور پر صفت طہارت سے متصف ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ حضرت امام حسینؑ کے جسد مبارک سے اتصال کے باعث طہارت و پاکیزگی اس کا مقدر بن گئی ہے۔

۹-**عظیمہ**: خلقت کے پہلے روز سے ہی خاکِ شفاء کو روئے زمین کے سارے علاقوں پر عظمت و رفعت اور بلند مقامی عطا کر دی گئی ہے۔

۱۰-**رہنما نشانی**: اس خاک کی خوشبو نے صاحبِ کربلا کا پتہ بتا دیا ہے اور اس کی خوشبو نے راہِ خدا میں شہید ہونے والے مجاہدوں کے اجسام مطہرہ کی طرف رہنمائی کی ہے۔ یہ خاک تازہ خون بن کر سبطِ نبی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی روشن علامت بن گئی ہے۔

۱۱-**کریمہ**: خاکِ شفاء کو دین کے ناصروں کے پاکیزہ ابدان اور معصوم امام کے مددگاروں کے اجساد طاہرہ کو اپنے دامن میں جگہ دینے کے لیے انتخاب کیا گیا ہے۔ یہ حُسنِ انتخاب اور خاکِ شفاء کی نہایت کرامت کی دلیل ہے۔

۱۲-**مبارکہ**: الٰہی فضل و کرم سے یہ خاکِ پاک برکت کی حامل ہے۔ جو بھی برکت و نعمت کا مستحق ہوتا ہے یا صاحبانِ نعمت و برکت سے مطالبہ کرتا ہے اسے برکت و نعمت اس خاکِ پاک سے ضرور حاصل ہوتی ہے۔

۱۳- مشرّفہ: اس پاکیزہ خاک پر اللہ کا یہ احسان رہا ہے کہ مقدس و مبارک ہاتھوں نے اسے مس کیا ہے۔ وہ رسولؐ خدا ہوں یا ان کے وصی برحق امام علی علیہ السلام ہوں یا پھر اللہ کے مقرب فرشتے۔

۱۴- مسبّحہ: یہ پاکیزہ خاک، اپنے ہاتھوں میں رکھنے والوں کے لیے تسبیح خدا کرتی ہے اگرچہ تسبیح اٹھانے والا تسبیح الٰہی میں مصروف نہ بھی ہو۔ یہی کیفیت اس خاکِ پاک کو اپنے پاس رکھنے والے اسے حرکت دینے والے اور مَس کرنے والے کی بھی ہے۔

۱۵- مستشمہ: اس پاکیزہ خاک نے شہادت امام حسین علیہ السلام سے بہت پہلے ہی معصومین علیہم السلام کے ذریعہ سونگھے جانے کا شرف حاصل کیا ہے۔ رسولِ خدا نے استشمام فرمایا اور ائمہ اطہار علیہم السلام اور ملائکہ مقربین نے بھی اسے استشمام فرمایا ہے۔

۱۶- مبارک مشک: یہ خاک بڑی خوشگوار اور پاکیزہ خوشبو سے متصف ہوئی ہے۔ جسے لسان معصوم علیہم السلام نے بیان کیا ہے۔ وہ امام معصوم جو کہ کائنات کے تمام اَسرار و رموز اور موجودات ہستی کے اندر پائے جانے والے سارے الٰہی اَسرار سے واقف ہوتا ہے۔

۱۷- شراف مآب: اللہ عزوجل نے اس سرزمین کو یہ شرف بخشا ہے کہ روئے زمین کے تمام علاقوں اور خطوں میں بس یہی پاکیزہ زمین، افضل ارض قرار پائی ہے۔

۱۸- مطہرہ: پاک و پاکیزہ اجسام شہداء و سید الشہداء علیہم السلام کے وجود کی برکت سے یہ خاک خود بھی پاک ہے اور دوسری اشیاء کو پاک و پاکیزہ بھی بناتی ہے۔

۱۹-**معظمہ**: اس پاکیزہ خاک کا احترام ہر مومن و مومنہ پر فرض ہے۔ اس کا احترام بجالانا ضروری ہے کیونکہ خاکِ کربلا شعائرِ الٰہی میں سے ہے اور شعائر کا تحفظ و تعظیم، حکم خدا ہے۔

۲۰-**مفضلہ**: اس سرزمین نے پیش پروردگار شکرگزاری و انکساری کے باوجود روئے زمین کے سارے خطوں حتیٰ کہ کعبہ پر فخر و مفاخلہ کیا ہے، کیونکہ اللہ نے اس خاک کو ساری زمینوں پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے اور کرامت سے نوازا ہے۔

۲۱-**مقدسہ**: اس مقدس سرزمین کی قداست کا دوسری سرزمینوں سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس خاک کو من جانب اللہ وجودی و توصیفی قداست و پاکیزگی حاصل ہے۔

۲۲-**مکرمہ**: اس مقدس خاک نے خالق کریم کی طرف سے اس کے گھر کی شرافت و فضیلت سے پہلے ہی کرامت و شرافت حاصل کر لی ہے۔

۲۳-**منورہ**: اللہ نے خامسِ آلِ عبا حضرت امام حسین علیہ السلام کے وجود مبارک کے نور سے اس خاک کو منور کر دیا ہے۔

۲۴-**نیرہ**: اس خاک کو سبط نبی حضرت امام حسین علیہ السلام کے نور سے نورانی انتساب کے باعث نورانیت ملی ہے اور نورِ امام حسینؑ نورِ رسولؐ خدا سے ہے اور نورِ رسولؐ اللہ کے نور سے ہے کہ جسے کافرین اپنی اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو منزل کمال تک پہنچا کے رہے گا چاہے یہ بات کافروں کو کتنی ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

۲۵-**وافیہ**: اپنی خلقت کے وقت جو اس خاک نے وعدہ کیا تھا کہ مظہر

اجسام کو اپنے دامن میں جگہ دے گی، اسے اس نے پورا کر دیا۔ اس طرح یہ خاکِ پاک ہر بیماری اور ہر قسم کی آفتوں سے نجات کے خواہاں کو شفا و نجات عطا کرتی ہے۔ یہ خاک وافیہ بھی ہے اور کافیہ بھی، وزن کے اعتبار سے بھی اور معنیٰ و مفہوم کے اعتبار سے بھی۔

۲۶-**ارض اللہ**: اس خاک کو خدا کی خاک کہے جانے کا شرف حاصل ہے۔ اس خاک نے اپنے آپ کو ارض اللہ کہہ کر دوسری سرزمینوں پر مفاخرہ کیا ہے۔ اگر چہ ساری زمینیں اللہ کی خلق کردہ اور اس کی ملکیت ہیں، لیکن بہرحال سید الشہداء امام حسینؑ سے انتساب کے باعث کہ جنہوں نے دین خدا کی بقا اور کلمۃ اللہ کے ارتفاع و سربلندی کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ اس خاک کو خدا کی خاک کہلوانے کا حق حاصل ہے۔

۲۷-**کافیہ**: جو شخص بھی اس خاکِ پاک سے شفا طلبی کرے گا اور حفظ و امان کے لیے اس خاک کی پناہ لے گا یہ خاک یقیناً اس کے لیے کافی ہے۔

تُربتِ حسینؑ میں شفاء ہے

حضرات ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام سے مروی متعدد صحیح احادیث میں تُربت پاکِ کربلاء کے سلسلہ میں لفظ ''شفاء'' وارد ہوا ہے۔ ہم بعض احادیث کو بطور تبرک اور مراد کو واضح کرنے کے لیے یہاں پر ذکر کر رہے ہیں:

جناب محمد بن مسلمؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے شہادت امام حسین علیہ السلام کے عوض انھیں:

① نسل میں امامت عطا فرمائی۔

② آپؑ کی قبر کے پاس دُعا قبول کر لیتا ہے۔

③ آپؑ کی تُربت میں شفاء قرار دی ہے۔

④ اور آپؑ کی قبر کے زائرین کے وہ ایام جن میں وہ قبر حسینؑ پر آتے جاتے ہیں ان کی عمر میں شمار نہیں ہوتے (معالی السبطین ۱/ ۴۷، بہ نقل از امالی طوسیؒ وبحار الانوار علامہ مجلسیؒ)۔

یہ اور اس جیسی روایات دلالت کرتی ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مذکورہ خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان امام عالی مقام کے راہِ خدا میں قربانی اور خلقِ خدا کے درمیان کلمۃ اللہ کے سربلند کرنے کے عوض اور میزانِ حقیقت میں یہ مسئلہ واضح اور تاریخ سے ثابت ہے اور جو شخص بھی نبی کریمؐ اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام سے وارد امامت پر نص کرنے والی روایات سے سروکار رکھتا ہے اور ادنیٰ معلومات

سے واقف ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ نسلِ امام حسین علیہ السلام میں منصوص من اللہ اماموں کا سلسلہ قائم ہوا اور رسولؐ خدا نے اماموں کے اسماء گرامی صریحی طور پر بیان کردیے ہیں۔ ہم اس مقام پر بعض روایات کو تبرکاً اور بیان کی تکمیل کے طور پر ذکر کررہے ہیں۔ ان روایات کو محدثِ کبیر علامہ شیخ حر عاملی رضوان اللہ علیہ نے اپنی کتاب اثبات الوصیۃ میں ذکر فرمایا ہے۔

صلبِ امام حسینؑ سے

ابو المحاف حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

> ''آپؑ میرے وارث ہیں اور میری حکمتوں کے معدن ہیں۔ جب آپؑ شہید ہو جائیں گے تو میرا لال حسن مجتبیٰؑ میرا وارث اور میرا معدنِ حکمت ہوگا اور جب حسن مجتبیٰؑ شہید ہو جائیں گے تو آپؑ کے فرزند حسینؑ وارث و معدنِ حکمت ہوں گے اور جب حسین بن علیؑ بھی شہید ہوجائیں گے تو ان کے فرزند علی بن الحسینؑ ہوں گے ان کے ۹ فرزندانِ حسینؑ امام معصوم ہوں گے۔
>
> میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ان کے نام کیا ہیں؟
>
> آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ، محمدؑ، جعفرؑ، موسیٰؑ، علیؑ، محمدؑ، علیؑ، حسنؑ اور مہدی، حسینؑ کی نسل سے ہوں گے، جن کے ذریعہ خدا زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح کہ

وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی"۔

اولادِ امام حسینؑ سے

ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو امام حسین علیہ السلام سے یہ بیان فرماتے ہوئے سنا ہے: تم امام ہو فرزندِ امام ہو تمھاری نسل سے نو نیکوکار امام ہوں گے ان کا نواں قائم آلِ محمدؑ ہوگا۔

رسولؐ خدا سے عرض کیا گیا: آپؐ کے بعد کتنے امامؑ ہوں گے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: بارہ ہوں گے اور نو عدد نسل امام حسینؑ سے ہوں گے۔ (اثبات الوصیہ: ۱/ ۴۷۴، ۴۷۸)

نُو اماموں کے پدر

یونسؓ بن ظبیان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے اپنے آباء طاہرین سے امام حسینؑ سے نقل فرمایا ہے کہ میری مادرِ گرامی فاطمہ زہراءؑ نے مجھ سے فرمایا:

"جب میں نے تمھیں جنا تو میرے پاس میرے بابا رسولؐ خدا تشریف لائے یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! انھیں سنبھالو یہ نُو اماموں کے باپ ہیں۔ ان کی نسل سے نیکوکار امام ہوں گے اور نواں قائم آلِ محمدؑ ہوگا"۔ (المصدر نفسہ: ۵۹۴، ۵۶۵)

میرا نور اولادِ حسینؑ میں

حذیفہؓ یمانی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی نور سے خلقت کا بیان روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"علیؑ کا نور نسلِ حسنؑ میں منتقل ہوا اور میرا نور نسلِ حسینؑ میں
رواں دواں ہوا اور یہ نور نسلِ حسینؑ میں قیامت تک منتقل ہوتا
رہے گا"۔(المصدر نفسہ: ۶۵۵، ۸۳)

ائمہ نسلِ حسینؑ میں

مفضلؓ بن عمر سے وارد ہوا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اللہ عزوجل نے مخلوقات کی خلقت سے ۱۴ ہزار سال پہلے
۱۴ نور پیدا کیے۔ کسی نے پوچھا: فرزند رسولؐ! وہ چودہ کون ہیں؟
امامؑ نے جواب میں فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰؐ، حضرت علی مرتضیٰؑ،
حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت حسن مجتبیٰؑ، حضرت حسین
سیدالشہداءؑ، اور اولادِ حسینؑ کے ائمہ"۔

اس باب میں بہت سی روایات ہیں بلکہ غیر قابل شمار ہیں۔ شیعہ سُنّی کتب میں معتبر اسانید سے مروی ہیں جن کی کثرت، موضوع کے اثبات کے لیے محقق کو مزید جستجو و تلاش سے بے نیاز کر دیتی ہیں، اور مطلوب تک رسائی میں مددگار ثابت ہوتی ہیں اور رسولؐ خدا نے جو پیشین گوئی فرمائی ہے وہ بغیر کسی کمی بیشی کے برحق ثابت ہوئی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے وحی الٰہی کے پابند نبیؐ نے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی ہے۔ مذکورہ روایات چند نورانی معالم اور تابندہ معارف پر واضح دلیل ہیں جنہیں ہم فہرست وار ذکر کر رہے ہیں:

① منصبی وراثت
② شہادت طلبی
③ نو امام

④ صریح نص

⑤ واجب کی ادائیگی

⑥ عدل وانصاف کا قیام

⑦ عدد کا معین ہونا

⑧ نورانی وحدت

⑨ امامت کی وسعت

⑩ دعا کی اجابت

⑪ شفاء اور شفاء طلبی

۱- منصبی وراثت

حدیث نبویؐ (اَنْتَ وَارِثِی) سے عیاں ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام رسولؐ خدا کے مطلق طور پر وارث ہیں۔ کسی زمان ومکان، موضوع وحکم، علم وعمل، فضیلت و کرامت، سنت وسیرت، بیان وتبیین، خَلق وخُلق، کرم وسخاوت اور شجاعت و استقامت کی بھی قسم کی کوئی قید وشرط نہیں ہے۔ اس وارث کا کسی مادی امر سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ ابتداء امر میں یہی تصور پیدا ہوتا ہے بلکہ یہ وراثت، معنوی و منصبی وراثت ہے جس کو ہم کبھی خلافت سے تو کبھی بمعنی خاص وصایت سے تعبیر کرتے ہیں۔ کبھی اسے امامت سے تو کبھی بمعنی عام ولایت سے تو کبھی اس کے برعکس کرتے ہیں یعنی کبھی خلافت تو کبھی بمعنٰی عام وصایت سے، کبھی امامت اور کبھی بمعنٰی خاص ولایت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تعبیر میں اختلاف کی وجہ صرف اعتقادی مبادی اور فکری مقدمات میں اختلاف کے باعث ہے۔

لیکن اس کا عام عنوان، جس کو حدیث اور دین حنیف کے بیان میں واضح کیا

گیا ہے۔ حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام پر انطباق ہوتا ہے اور مصداق و انطباق میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا ہے۔

ارشاد ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے:

''اے علیؑ! آپؑ میرے بھائی، میرے وارث، میرے وصی، اور میرے اہل و عیال اور اُمت میں میرے جانشین ہیں، زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی''۔(امالی صدوق: ۷۵۴)

دوسری جگہ ختمی مرتبتؐ نے ارشاد فرمایا:

''اے علیؑ! آپؑ میرے وصی، میرے خلیفہ، میرے وزیر اور میرے وارث ہیں''۔(صراطِ مستقیم: ج۱،ص ۲۴۲)

اس مطلب کو بیان کرنے والی روایات کی کمی نہیں ہے۔ بہت سی روایات میں لفظِ ''وراثت'' صریحی طور پر ذکر ہوا ہے اور اسی منصبی وراثت کے معنٰی میں ہے جسے ہم نے بیان کیا ہے یعنی اس منصب میں کوئی زمانی یا مکانی یا شخصی فاصلہ یا فرق نہیں ہے بلکہ امیر المومنین علی علیہ السلام رسولؐ خدا کے بلا فصل خلیفہ ہیں۔

۲-شہادت طلبی

مستقبل یعنی غیب کی خبر دینا حدیث نبویؐ کے اس کلام سے فاذا استشهدت واضح و آشکار ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام امام حسن مجتبیٰؑ، امام حسین سید الشہداء علیہ السلام کے بعد دیگرے شہید ہوئے اور اسی طرح نسلِ امام حسینؑ کے اندر ہونے والے اماموںؑ نے شہادت پائی۔ خود معصوم اماموںؑ سے منقول ہے:

مَامِنَّا اِلَّا مَقْتُوْلٌ اَوْ مَسْمُوْمٌ

''ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہر ایک تلوار سے یا زہر ہلاہل سے شہید کیا گیا ہے''۔

تمام ائمہ معصومین علیہم السلام شہید ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ رہ کر رزق پا رہے ہیں جس کی گواہ آیتِ شہادت اور شہید زندہ ہوتا ہے کا مقولہ تقاضا کرتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو سیّد الشہداء تمام شہداء کا آقا و مولیٰ کا لقب دیا گیا ہے۔

جبکہ یہ لقب پہلے رسولؐ خدا نے اپنے چچا حضرت امیر حمزہؓ کو جو کہ معرکۂ اُحد میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے کو دیا تھا اور ان کے لیے مشہور تھا لیکن سبطِ رسولؐ امام حسین علیہ السلام کی عظیم قربانی اور آپؑ کی دردناک شہادت کے بعد اس عظیم واقعہ کی عظمت و جلالت کی خاطر سیّد الشہداء کا لقب امام حسینؑ سے مختص ہو گیا۔

حق تو یہ ہے کہ قافلۂ شہداء اور راہِ خدا میں جان دینے والوں کے سربراہ و آقا و مولیٰ تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں اور ان میں سرفہرست رسولؐ خدا اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔ خدا کی لعنت ہو ان تمام بزرگواروں کے قاتلوں، ظالموں، حق کے غاصبوں، دشمنوں اور ان کے دشمنوں کی ولایت سے راضی رہنے والوں اور ان کے دشمنوں کی حکومت کا زمینہ فراہم کرنے والوں پر۔

۳- نَو امام: (یتلوه تسعة) کا فقرہ واضح کرتا ہے کہ نسل امام حسین علیہ السلام سے یکے بعد دیگرے نَو امام ہوں گے جن میں سرفہرست حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں پھر ان کے بعد امام باقر علیہ السلام، پھر امام صادق علیہ السلام، پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، پھر امام علی رضا علیہ السلام، پھر امام محمد تقی علیہ السلام، پھر امام علی نقی علیہ السلام، پھر امام حسن عسکری علیہ السلام، پھر امام مہدی علیہ السلام، یہ سب کے سب امام، نیکوکار، سربراہ و قائد، ہادی و مہدی ہیں ان سب پر اللہ کا سلام ہو۔

اس سلسلہ میں رسولِؐ خدا سے متواتر صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جن کے نہ متن میں کوئی کلام ہے اور نہ ہی سند میں کوئی خدشہ ہے اور اس سلسلۂ ہدایت کی تائید سنتِ الٰہی سے بھی ہوتی ہے جو حضرت آدمؑ سے لے کر تمام انبیاء و مرسلین کے سلسلہ میں جاری رہی ہے کہ خلافت و وصایت اور اُمت کے لیے ہادی و رہنما کا تعین خدا کی طرف سے ہوتا رہا ہے اور عالم کون و مکان میں اللہ کی یہ سنت جاری رہی ہے کہ اس نے اپنے اولیاء، اصفیاء کے ہاتھوں ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ہے اور ان کا وہ خود انتخاب کرتا رہا ہے پھر تو نبی خاتم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام انبیاء و مرسلین سے اولیٰ و افضل ہیں، لہٰذا ان میں بطریق اَولیٰ اپنے بعد کے خلفاء کا تعین کرنا ہے اور آپؐ نے یہ کام کیا بھی، اپنے جانشینوں کا نام بنام تعین فرمایا وہی اُمت کے امام قرار پائے اور نو اماموں کو اولادِ حسینؑ سے بحکم خدا قرار دیا کیونکہ امامؑ کا منصوب کرنا خدا کا کام ہے۔ اسی کی یہ شان ہے کسی غیر کو اس امر میں شرکت حاصل نہیں ہے اور انبیاء و مرسلین کا کام صرف تعارف اور ابلاغ رہا ہے۔

۴۔ صریح نص

حدیث میں کلمہ ''ائمۃ ابرار'' ائمہ طاہرین علیہم السلام کی امامت پر صریح نص ہے اور کلمہ ''ابرار'' اور ان کے مقام و منزلت پر تاکید کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ ائمہؑ ابرار میں اور ائمہ اشرار میں کس قدر فرق ہے جنہوں نے رحلت نبی کے بعد خلافت غصب کر لی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر صریح نص کے مقابل بعض اَحباب و اصحاب نے شوریٰ سے تمسک کیا اور یہ رسولِؐ خدا کی وصیت کے مقابل میں جرأت نہیں ہے تو اور کیا ہے بلکہ یہ سرکشی و طغیانی کی بدترین قسم ہے کہ اللہ کے حکم کے باوجود رسولِؐ خدا کے فرامین کی اطاعت کے وجوب و لزوم کو بالائے طاق رکھ دیا گیا

جبکہ رسولؐ خدا کی اطاعت، اللہ کی اطاعت سے متصل و متحد ہے۔

ارشادِ قدرت ہوتا ہے:

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ (سورۂ نساء: آیت ۵۹)

"اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو"۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورۂ نساء: آیت ۸۰)

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے گویا خدا کی اطاعت کی ہے"۔

ایک جگہ اور ارشاد ہوا:

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ لَا تَوَلَّوۡا عَنۡہُ

"خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اس سے سرپیچی نہ کرو"۔ (سورۂ انفال: آیت ۲۰)

پھر ارشاد ہوا:

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡہِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ

"اطاعت کرو رسولؐ کی پس اگر تم نے سرپیچی کی تو یاد رکھو جو انھیں ذمہ داری دی گئی اس کے وہ ذمہ دار ہیں اور تم اپنی ذمہ داریوں کے جواب دہ ہو"۔ (سورۂ نور: آیت ۵۴)

ان صریحی آیات کے بعد کوئی وجہ نہیں رہ جاتی کہ جس کے لیے صحابہ کی ایک مختصری جماعت سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگئی نہ اس اجتماع کی کوئی شرعی حیثیت ہے

اور نہ کوئی دینی قدر و وقعت بلکہ اس اجماع و اجتماع کو خدا اور اس کے رسولؐ سے صریحی دشمنی اور بغاوت کا مصداق سمجھنا چاہیے، جس شخص کے لیے رسولؐ خدا نے امامت کا اعلان کر دیا ہے اور نص فرما دی ہے پھر اس حجتِ بالغہ اور آیتِ واضحہ کے بعد سوائے اطاعت کے اور کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ نص نبی کے بعد صرف ان کی پیروی کی جانی چاہیے تھی۔ اعمال و کردار میں ان کا تابع فرمان ہونا چاہیے تھا اور ان کی سیرت پر عمل پیرا ہونا لازم تھا۔

۵۔ واجب کی ادائیگی

ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اسماء گرامی کا تذکرہ اس لیے ہوا تاکہ وفاتِ نبیؐ کے بعد اُمت میں اختلاف نہ ہو اور خدا کی طرف سے منصوص خلافت کے سلسلہ میں کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہ ہو اور اُمتِ اسلامیہ حیرانی و سرگردانی میں مبتلا نہ ہو پیغمبرؐ خدا پر اس امر الٰہی کی ادائیگی واجب تھی عقلاً و شرعاً بھی اور علماً و عملاً بھی اور یہ وجوب آپؐ پر کتاب و سنت سے ثابت تھا لہٰذا آنحضرتؐ نے اس پیغام الٰہی کو اور امر خدا کو جو آپ پر نازل کیا جا چکا تھا مِن و عن پہنچا دیا اور حجۃ الوداع سے واپسی پر خدا کے فرمان کے مطابق اعلان خلافت امیر المومنین علی علیہ السلام کر دیا۔

ارشادِ قدرت ہوا:

يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

"اے رسولؐ جو آپؐ پر آپؐ کے پروردگار کی طرف سے حکم نازل کیا جا چکا ہے اسے پہنچا دیجیے اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو گویا کارِ رسالت انجام ہی نہیں دیا ہے اور اللہ آپؐ کو لوگوں کے

شر سے محفوظ رکھے گا"۔

آنحضرتؐ نے حکم خداوندی (جو آپؐ پر ولایتِ امیر المومنین علی علیہ السلام کے سلسلہ میں نازل کیا جا چکا تھا) قولاً و عملاً پہنچا دیا اور سارے لوگوں سے اقرار و اعتراف کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت لی بلکہ بعض نے ان الفاظ میں امام علیؑ کو ہدیہ تبریک بھی پیش کی:

بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا ابنَ اَبِی طَالِبٍ صِرتَ مَولَایَ وَمَولَا کُلِّ مُومِنٍ وَمُومِنَۃٍ

"مبارک ہو مبارک ہو! اے فرزند ابو طالبؑ! آپؑ تو میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا و آقا بن گئے"۔

یہ واقعہ غدیر خم کے دن پیش آیا۔ جس کا صراحت سے بیان شیعہ و سُنّی مفسرین، محدثین، مؤلفین اور محققین نے کیا ہے۔ اگر آپ اس موضوع کے سلسلہ میں بھرپور معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ علامہ شیخ امینی رحمۃ اللہ علیہ کی انسائیکلو پیڈیا کتاب الغدیر کی طرف مراجعہ کریں۔

۶- عدل و انصاف کا قیام

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ ایک خاص صفت کے ساتھ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ آپ روئے زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح پُر کردیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی، تاکہ لوگ رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہو جائیں۔ ولی خدا کے ہاتھوں آخری زمانہ میں عدل و انصاف کا قیام ہونا ہے اور ظلم و ستم کی بساط اُلٹنی ہے۔ مومنین کو کمزوری کے بعد طاقت ملنی ہے اور انسانیت کا احترام کما حقہ ہونا ہے اور ان سب کے لیے حضرت امام حسینؑ کی نسل سے ایک امام ظہور فرمائیں گے جو

عدلِ الٰہی کا قیام کریں گے اور ظلم و ستم کرنے والوں کی بیخ کنی کریں گے جیسا کہ روایات میں بیان ہوا ہے (وَالتَّاسِعُ قَائِمُهُمْ) کے عنوان سے نویں فرزندِ حسینؑ کو قائم آلِ محمدؐ قرار دیا گیا ہے، اور بہت سی صحیح رویات میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے اور امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں قیام عدل پر نص موجود ہے اور جو شخص رسولؐ خدا کو سچا، پابند وحی والا مانتا ہے اور ان کی صداقت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے یہی روایات کافی ہیں۔

جہاں تک روئے زمین کے عدل و انصاف اسی طرح پُر ہو جانے کی بات ہے جس طرح سے کہ وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی تو یہ بات مظاہر قدرت و اَسرار الٰہی میں سے ہے لیکن جس چیز کی یہ روایات تقاضا کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ قائل (حضرت رسولؐ خدا اور ائمہ طاہرینؑ) کی صدقِ دل سے تصدیق کی جائے اور بھرپور ایمان رکھا جائے، زمین کے ظلم و ستم سے پُر ہونے کے آثار و علامات روز بروز بڑھتے ہوئے دردناک حادثات وغیرہ سے عیاں ہو رہے ہیں۔ جن کو دیکھ کر قیامت کے قرب کا گماں ہوتا ہے لیکن جس بات کا اعلان قرآنِ کریم نے کیا ہے وہ علم الٰہی میں ہے کہ اس کا زمانہ قریب ہے یا دور، ہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے نویں امام ہی وہ ہیں جنہیں اللہ نے عدل و انصاف کے قیام کے لیے منصوب فرمایا ہے جس کی خبر سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔

۷۔ عدد کا تعین

روایت کا یہ فقرہ (اثنا عشر) ائمہ طاہرین علیہم السلام کے عدد کو متعین کرتا ہے جو یکے بعد دیگرے اور بغیر کسی فاصلہ کے پاکیزہ ذریت سے امام ہوں گے یعنی کسی غیر معصوم کے فاصلہ کے بغیر ایک کے بعد ایک امام ہوگا اور اس کا فرزند امام ہوگا

ایک کے بعد ایک معصوم ہوگا اور اس کا فرزند معصوم ہوگا جس کے اُوپر متصل سند سے روایات موجود ہیں۔ جن کا سلسلہ رسولؐ خدا تک پہنچتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ساری روایات کا سرچشمہ ایک ہے اور تمام ائمہ طاہرینؑ ایک ہی ذریت سے ہیں ان میں نصب وتعیین کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کے سب کمالاتِ جمال وجلال میں برابر ہیں سب کا علم، حکمت، صداقت، صبر وشکیبائی اور شجاعت و دلیری وغیرہ برابر ہے اور نکتہ سنج وبصیرت انسان پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس بارہ کے عدد میں بہت سی خصوصیات اور اسرار و رموز ہیں جنہیں صرف خدا اور خدا کے پسندیدہ بندے ہی جانتے ہیں۔ جو آثار اس طرح کے اعداد وشمار کے ہم مشاہدہ کرتے ہیں یا ان کے اعداد وشمار کے برکات ومنافع کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو وہ درحقیقت ریاضی دانوں اور اہلِ فن کے تجربات کا نتیجہ ہے ورنہ قرآن میں مذکور اعداد وشمار کے غیبی اسرار و رموز ہیں جن کو بس خدا ہی جانتا ہے۔

انھی اعداد میں سے ایک ۱۲ کا عدد ہے جیسے ۱۲ مہینے، بارہ چشمے وغیرہ لیکن ان سے واقعی مقصود ومطلوب کیا ہے اس کا تعین کرنا مشکل ہے مگر یہ کہ اقوال معصومینؑ کا سہارا لیا جائے۔

۸۔نورانی وحدت

نور کا ایک نور سے دوسرے نور کی طرف منتقل ہونا، یعنی نوری زنجیر کا آپس میں متصل ہونا ہے حضرت امیر المومنینؑ کا نور اولادِ امام حسنؑ میں منتقل ہوا، حضرت رسولؐ خدا کا نور اولادِ امام حسین علیہ السلام میں منتقل ہوا اور سب کے سب ایک ہی نور سے بھی ہیں۔ اسی نوری وحدت نے عالم وجود میں وحدتِ محمدیہ کو ایجاد بخشا ہے۔ معصومؑ سے مروی روایت میں آیا ہے:

اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ، اَوسَطُنَا مُحَمَّدٌ، آخِرُنَا مُحَمَّدٌ. کُلُّنَا مُحَمَّدٌ

"ہمارا اول بھی محمدؐ ہے، ہمارا اوسط بھی محمدؐ ہے، ہمارا آخری بھی محمدؐ ہے اور ہم سب کے سب محمدؐ ہیں"۔

یہ مثال در حقیقت ایک مثالی نوع ہے۔ جس سے وحدت کے تحفظ کے ساتھ کثرت جلوہ گر ہوتی ہے اور اس کی کثرت میں وحدت بھی محفوظ ہے اسی لیے آغاز میں جو نورانی وحدت پائی جاتی تھی وہ بعینہ بغیر کسی فرق کے آخری کڑی تک پائی جاتی ہے یہ اور بات ہے کہ اس نور کی منتقلی کی کیفیت، اسرار الٰہی میں سے ہے جس کا علم صرف خدا کے ہی پاس ہے اور اس نور کی حقیقت کا علم بھی سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں! روایات معصومینؑ سے جتنی بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ائمہ طاہرینؑ کے نور کو خلق فرمایا ہے اور ان کے نور کو اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے اور یہ نور خلق ہوتے ہی اللہ کی تسبیح وتہلیل وتمجید وتحمید کرنے لگا تھا۔

انس بن مالک رسولؐ خدا سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ عزوجل نے مجھے خلق فرمایا اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو خلق فرمایا۔ حضرت آدمؑ کی خلقت سے بہت پہلے جبکہ نہ آسمان کا شامیانہ تھا نہ زمین کا گہوارہ، نہ تاریکی نہ روشنی، نہ سورج نہ چاند، نہ جنت نہ جہنم تھا۔ رسولؐ خدا کے چچا عباسؓ نے پوچھ لیا: اے اللہ کے رسولؐ! پھر آپؐ لوگوں کی خلقت کا آغاز کس طرح سے ہوا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے چچا! جس وقت اللہ نے ہمیں خلق کرنے کا ارادہ فرمایا تو ایک کلمہ ارشاد فرمایا جس سے

نور پیدا ہوا پھر دوسرا کلمہ ارشاد فرمایا اس سے روح پیدا ہوئی پھر اس نے نور اور روح کو آپس میں مخلوط کر دیا اور اس سے مجھے اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو خلق فرمایا۔ ہم اس وقت تسبیح پروردگار کر رہے تھے جبکہ تسبیح کا تصور نہ تھا ہم اس کی تقدیس و تمجید کر رہے تھے جبکہ کوئی تقدیس و تمجید کرنے والا نہ تھا پھر جب اس نے مخلوقات کو خلق کرنے کا ارادہ فرمایا تو میرے نور کو منتشر کیا اور اس سے عرش کو خلق فرمایا: عرش میرے نور سے ہے اور میرا نور اللہ کے نور سے ہے اور میں عرش سے افضل و برتر ہوں پھر میرے بھائی علیؑ کے نور کو منتشر کیا اور اس سے ملائکہ کو خلق فرمایا، ملائکہ نور علیؑ سے ہیں اور نورِ علیؑ اللہ کے نور سے ہے اور علیؑ ملائکہ سے افضل ہیں پھر میری بیٹی فاطمہؑ کے نور کو منتشر کیا اور اس سے آسمانوں اور زمینوں کو خلق فرمایا، آسمان و زمین میری بیٹی کے نور سے ہیں اور میری بیٹی کا نور خدا کے نور سے ہے اور میری بیٹی آسمانوں سے افضل ہے پھر میرے بیٹے حسنؑ کے نور کو منتشر کیا اور اس سے سورج چاند کو خلق فرمایا۔ سورج چاند میرے بیٹے حسنؑ کے نور سے ہیں اور حسنؑ کا نور خدا کے نور سے ہے اور میرے بیٹا حسنؑ سورج چاند سے افضل ہے پھر میرے بیٹے حسینؑ کے نور کو منتشر کیا اور اس سے جنت اور حور العین کو خلق فرمایا، جنت اور حور العین میرے بیٹے حسینؑ کے نور سے ہیں اور میرے بیٹے حسینؑ کا نور خدا کے نور

سے ہے اور میرا بیٹا حسینؑ جنت اور حور العین سے افضل و برتر ہے"۔

۹-امامت کی وسعت

سلسلۂ امامت اور اس کی وسعت، ذریت وعترتِ رسولؐ خدا میں اولاد حسین علیہ السلام سے قیامت تک ہوگی اور یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نہایت اہم اور خاص صفت ہے جسے اللہ نے آپ کو ہبہ فرمایا ہے۔ اس موضوع سے متعلق بہت سی روایات اور کثرتِ معارف موجود ہیں جسے ہم ان کے متعلقہ مقامات کے لیے چھوڑ رہے ہیں۔ اہل جستجو ان مطالب کو ان کے بیان شدہ مقامات کی طرف رجوع کر کے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۱۰-دُعا کی اجابت

حضرت امام حسین علیہ السلام کے زیرِ گنبد اور قبر کے قریب دُعا کی قبولیت کا مسئلہ وہ مسئلہ ہے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کثرت سے رُونما ہوئے واقعات خود اس کی تائید وتاکید کرتے ہیں اور یہ سلسلہ ائمہ طاہرینؑ کے زمانہ سے لے کر آج تک جاری ہے۔ بہت سے فقہاء، علماء، صلحاء اور مومنین نے اپنی مرادیں پائی ہیں اور ان کی دُعائیں زیر گنبد قبول ہوتی ہیں۔ ہم یہاں پر بس ان روایات میں سے بعض کو پیش کر رہے ہیں جو اجابتِ دُعاء کے سلسلہ میں ائمہ طاہرینؑ سے وارد ہوئی ہیں۔

(الف) اللہ عز وجل سے کچھ مقامات مختصؑ ہیں جن میں دُعا کرنے کو وہ پسند کرتا ہے اور قبول کر لیتا ہے اور حائر امام حسین علیہ السلام انھیں مقامات میں سے ایک ہے۔ (بحار الانوار: ۱۰۲/ ۲۵۷؛ تحف العقول: ۳۵۷؛ المزار الکبیر: ۲۰۹)

(ب) امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا: ''اے فلاں! تمھارے لیے کیا مانع ہے کہ جب بھی تمہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو قبر حسین علیہ السلام کے پاس حاضر ہو جاؤ وہاں چار رکعت نماز پڑھو پھر اپنی حاجت طلب کرو؟ قبر حسینؑ کے پاس واجب نمازیں حج کا ثواب اور مستحب نمازیں عمرہ کے برابر ہیں''۔ (تہذیب احکام: ۶/ ۳/ ۷۳، ۱۰۱ / ۸۲)

(ج) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کوئی بندہ قبر حسینؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر کسی مسئلہ میں خدا سے سو مرتبہ بھلائی کا طلبگار ہو کر حمد وثناء الٰہی اور تسبیح وتہلیل پروردگار اور اس کی ذات کے شایان شان تعریف وتمجید نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ اس کے لیے بہترین امر کو انتخاب کر دیتا ہے''۔ (بحارالانوار: ۱۰۱ / ۲۸۵؛ قرب اسناد: ۵۹)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے زیر گنبد اور قبر کے پاس دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں کثیر روایات ہیں جنہیں محدثین نے معتبر اسناد کے ساتھ اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے جسے تفصیل درکار ہے وہ ان کتابوں کی طرف مراجعہ فرمائے: تہذیب الاحکام، مزار ابن المشہدی، کامل الزیارات، ثواب الاعمال، امالی طوسی، بشارۃ المصطفیٰ، تاویل الآیات الظاهرۃ، اعلام الوریٰ، دائرۃ المعارف الحسینیۃ، تحف العقول، فرحۃ الغری، روضۃ الواعظین، من لا یحضرہ الفقیہ، ارشاد القلوب، کفایۃ الاثر، الصراط المستقیم، مناقب شہر آشوب، بحارالانوار۔

اور ہم ان شاء اللہ اسی کتاب کے آخر میں ان قیمتی کتابوں سے بعض احادیث نقل کریں گے تاکہ جو لوگ اپنے مطلوب کو مذکورہ کتابوں سے حاصل نہیں کر سکتے ہیں وہ بآسانی ہماری کتاب سے حاصل کر لیں۔

حق و حقیقت تو یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ عزوجل حضرت امام حسین علیہ السلام کے زیر گنبد دُعا کی توفیق عطا کر دیتا ہے وہ استجابت دُعا کے ساتھ ساتھ رحمت الٰہی، عظیم شرف اور بلند مقامات حاصل کر لیتا ہے۔

شفاء یابی اور شفاء طلبی

ہمارا موضوع گفتگو "تُربت امام حسینؑ میں شفاء" ہے۔ اس سلسلہ میں کثیر روایات موجود ہیں۔ اس موضوع کے بہت سے علمی و عملی ،فکری و نظری، اعتقادی و سماجی، قرآنی و حدیثی ،لغوی و ادبی ،فقہی و تاریخی ، اعجازی و کراماتی پہلو اور مباحث ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس موضوع سے مربوط بعض پہلوؤں پر ان شاء اللہ سرسری نظر ڈالیں گے۔

صادق و امین نبی ﷺ نے اپنے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مخاطب قرار دے کر جو ارشاد فرمایا ہے اس میں کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ الشِّفَاءَ فِی تُرْبَتِكَ

"اے حسینؑ! اللہ نے تمھاری تُربت میں شفاء قرار دی ہے"۔

جس امر میں خدا کا ارادہ قائم ہو جائے بھلا اس میں کسی قسم کا شک کہاں راہ پاسکتا ہے؟ الٰہی فیصلہ ہمیں حق اور حقیقت کا پتہ دیتا ہے جو اس پاکیزہ وشریف تُربت میں اللہ نے رکھا ہے۔ اس سے شفا حاصل کرنے والا اس تُربت کی برکت سے سرفراز ہوتا ہے، کیونکہ خدا نے اس کے اندر بہت خصوصیات ودیعت کر دی ہیں اور شفا یابی، ایک قسم کی رحیم خدا کی طرف سے رحمت ،کریم خدا کی طرف سے کرم اور رازق کی طرف سے رزق ہے۔

علمی پہلو

قدیم و جدید سائنس روزانہ کوئی نہ کوئی نئی حقیقت و اَسرار ہستی کو کشف کرتی رہی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ اَسرار و رموز عالم ارضی اور زمین کی تہوں سے تعلق رکھتے ہوں یا آسمانی اور اس کے اُوپر کے عوالم سے وابستہ ہوں اور سائنس دانوں نے کائنات کے اندر موجود بہت سی نشانیوں اور حقیقتوں سے رسائی کے لیے اپنی ساری فکری توانائی صرف کرنے کے بعد ان بعض اَسرار و رموز اور حقائق و دقائق تک دسترس حاصل کی ہے۔

مثال کے طور پر زمین کے سلسلہ میں بحث وجستجو کرنے والا علمی طور پر زمین کے اُوپر موجود اشیاء جیسے درخت، نہریں، سمندر، پہاڑ، وادیاں، گھاس پھوس اور جڑی بوٹیوں وغیرہ کے بارے میں یہ کشف کر لیتا ہے کہ کس کس چیز میں کیا کیا فوائد یا نقصانات وغیرہ پائے جاتے ہیں کہ جن کا انسانی زندگی سے تعلق ہے اور وہ انسان کو بیماریوں سے سلامت رکھنے میں موثر ہیں اور اسے کس کس قسم کی ظاہری وغیر ظاہری بلاؤں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ یہی ہے ان اُمور کے سلسلہ میں چھان بین کرنے والے شخص کی جگہ۔ وہ عام علوم کی روش کو اپناتا ہے لیکن جب وہ خاص علوم کی روش جیسے علم طب وغیرہ کے راستہ سے وارد ہوتا ہے تو پھر بہت سی بیماریوں، ان کے اسباب وعلل، کیفیت و آثار اور ان کے علاج وغیرہ کے سلسلہ میں بھی انکشافات کرتا ہے چاہے ان بیماریوں سے پیش بندی کے طور پر یا بیماری لگ جانے کے بعد معالجہ کے حوالہ سے۔ علم طب گذشتہ دور سے اب تک بہت سی بیماریوں کے علاج میں زمین پر موجود چیزوں اور زمین کے اندر درختوں کی جڑوں وغیرہ سے استفادہ کرتا رہا ہے جس کی یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

علم طب کے موضوع و مباحث میں اس کی تفصیلات ذکر ہوئی ہیں اور اس فن کے لوگ اس کے بارے میں زیادہ شناخت و معرفت رکھتے ہیں۔ یہاں بحث کا محور خاک اور زمین ہے اور علم طب قدیم زمانے سے آج تک مٹی کے خواص پر تاکید کرتا رہا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ مٹی کا انسان کی سلامتی پر مثبت و منفی کیا اثر ہوتا ہے، اس لیے کہ مٹی پاک صاف ہو تو انسان کی صحت و سلامتی کا باعث ہے اور اگر خالص و پاک و صاف نہ ہو تو وہ عبث و بیکار ہوگی اور اس کا برا اثر پڑتا ہے اور کبھی کبھی بیماری میں بدل جاتا ہے حتیٰ کہ موت کا بھی سبب بن جاتا ہے۔

ڈاکٹر اور طبیب لوگ اور فن کے ماہرین اپنی نصیحتوں اور سفارشوں میں کہتے ہیں کہ ایسی فضاؤں سے بچنا چاہیے جہاں کی مٹی مختلف مہینوں اور معین اوقات میں کچھ خاص صفات کی مالک ہوتی ہے اس لیے کہ ہواؤں میں منتشر مٹی اور گرد و غبار سانس کی مشینری کو فیل کر کے راستے بند کر دیتی ہے اور آنکھوں کی بینائی کو کمزور بنا دیتی ہے۔ اس کے علاوہ جلد کی بیماری، سانس کی تکلیف اور دیگر بیماریوں کو جنم دیتی ہے اور اس کی وجہ صحراؤں اور بیابانوں میں موجود غلیظ اور خبیث قسم کے گرد و غبار ہیں۔

علم طب، صحیح و سالم انسان کو ان علاقوں میں بسنے کی اجازت نہیں دیتا ہے لیکن ساحلی علاقوں اور گرم یا سرد بعض میدانی علاقوں میں تو وہاں فضا میں موجود گرد و غبار کبھی کبھی بعض بیماریوں کے رفع دفع کرنے میں موثر واقع ہوتا ہے اور بعض بیماریوں سے سلامتی کا ضامن ہے اور یہ واضح سی بات ہے کہ گرد و غبار اور خاک کے مثبت یا منفی آثار کا تعلق اس زمین سے ہوتا ہے جہاں سے خاک اور گرد و غبار وجود میں آیا ہے یا منسوب ہے۔

اب وہ زمین پاک صاف ہو یا گندی اسی لحاظ سے خاک اور غبار بھی ہوگا اور

اسی طرح گارا مٹی کا بھی حال ہے کہ جو اپنے سے مرکب ہونے والے اجزاء و عناصر میں قوی ترین اثر رکھتی ہے۔ زمین کے طبقات کے حوالے سے تحقیق کرنے والے دانشندوں نے زمین سے متعلق بہت سی تحقیقات پیش کی ہیں جسے تفاصیل درکار ہو اسے چاہیے کہ زمین سے متعلق ان دانشمندوں کی تحقیقات کا مطالعہ کرے۔ قدر متیقن یہ ہے کہ زمین اور مٹی وغیرہ میں اپنے علاقہ اور وہاں کی فضاء و ہوا کے حساب سے بہت اثر و خاصیت ہوتی ہے۔ ٹھیک ہوا کی طرح سے کہ اس کے آثار و فوائد، گرم یا سرد علاقہ، صحرائی، پہاڑی، بحری اور بری وغیرہ کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

اسی طرح پانی کے بھی مختلف اثرات ہوتے ہیں درختوں اور پیڑ پودوں کے اُگنے میں حتیٰ کہ غذاؤں کے پکنے اور اس کے ذائقہ میں پانی کے اثرات فرق پیدا کر دیتے ہیں۔ ان سب باتوں سے یہ واضح ہو گیا کہ زمین، شہر، علاقہ کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے وہاں اگنے والی چیزوں پر اور جس سرزمین پر پاک و پاکیزہ، طیب و طاہر، نیکوکار اور بہترین ذوات کا پاکیزہ خون بہایا گیا ہے۔ اس سرزمین کی معنویت وقدسیت کا کیا کہنا! وہ سرزمین جو سربراہ آزادگان حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سے منسوب ہے یقیناً اس کے بڑے کریمانہ آثار اور عظیم خواص ہیں کہ جن میں سے ایک:

اَلشِّفَاءُ مِنْ كُلِّ دَاءٍ بَلْ وَهِيَ الدَّوَاءُ الْأَكْبَرُ

”ہر بیماری کی دوا، اور شفاء ہوتا ہے۔ سرزمین کربلا دواء اکبر ہے“۔

یہاں پر یہ بات بڑی قابلِ ذکر ہے کہ بعض علم طب کے ماہرین اور زمین سے متعلق علم و دانش رکھنے والوں نے بڑی تحقیق کے بعد اپنے آراء و نظریات ”خاک کربلا“ کے متعلق بیان کیے ہیں اور انھوں نے اس خاکِ پاک میں شفاء اور بیماریوں

سے بچنے کے ان آثار وصفات کو ذکر کیا ہے جو اس پاکیزہ خاک کے جواہر و ذرات میں پوشیدہ ہیں بلکہ پاکستان کے ایک ماہر ڈاکٹر جناب عباس اقبال (حفظہ اللہ) نے علمی و عملی طور پر اوصاف وصفاتِ خاکِ کربلا کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ میں نے ذاتی طور پر ان سے خاکِ شفاء کے سلسلہ میں ان کے نتائج سے استفادہ کیا ہے۔ جناب عباس اقبال صاحب وہ پہلے ڈاکٹر ہیں جنھوں نے خاکِ شفاء کے حوالے سے شفایابی اپنی بھرپور کوشش صرف کر کے اس کے ہر ممکنہ پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ خداوند متعال ان کی مساعی جمیلہ کی قدر دانی کرے اور ان کے نتائج واکتشافات کو طبی مراکز اور علمی بازاروں میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عملی پہلو

تربت پاکِ کربلا سے شفایابی اور قبر مقدس امام حسین علیہ السلام سے شفا حاصل کرنے کے بہت سے شواہد پائے جاتے ہیں جنھیں ہمارے بزرگ علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے اور صالح مومنین کے اس سلسلہ میں بہت سے واقعات و قصص، تربتِ کربلا سے شفایابی کے مسئلہ کی تاکید کرتے ہیں۔ یہ واقعات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کتاب میں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں ائمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی کلمات اس واقعیت پر بہترین دلیل ہیں لہٰذا ہم انھیں تبرکاً ذکر کر رہے ہیں۔ یہ روایت ائمہ طاہرینؑ کے مشہور اصحاب کرام جیسے محمد بن مسلمؒ، محمد بن عیسیٰ یقطینی، جابر جعفیؒ اور ابن ابی مغیرہؒ وغیرہ سے مروی ہیں۔ لیجیے نص عبارت ملاحظہ فرمائیں:

طیب وطاہر مشروب

حضرت محمد بن مسلمؒ سے مروی ہے کہ میں مدینہ کے لیے نکلا اور میں درد سے

تڑپ رہا تھا کسی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: محمد بن مسلمؒ درد میں مبتلا ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک مشروب اپنے غلام کے ہاتھ میرے پاس بھجوایا جو رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔ غلام نے مجھے دیا اور بولا: آپ اسے پی لیں کہ امامؑ نے مجھے حکم دیا کہ جب تک آپ اسے تناول نہ کرلیں میں یہاں سے نہ جاؤں۔ میں نے وہ مشروب لیا، اس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی اور وہ نہایت لذیذ اور ٹھنڈا تھا۔ جب میں نے اسے پی لیا تو غلام نے مجھ سے کہا: میرے آقا ومولیٰ کا حکم ہے کہ جب آپ اسے پی لیں تو میرے پاس تشریف لائیں۔

میں امامؑ کے ارشاد پر محوِ حیرت ہو گیا کیونکہ اس سے پہلے میں اُٹھنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ جونہی وہ مشروب میری حلق سے نیچے اُترا۔ میں اس طرح چست اور پُرنشاط ہو گیا گویا کہ کسی بندھن سے آزاد ہو گیا ہوں۔ میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے دَر پر حاضر ہوا اجازت طلب کی تو اندر سے آواز آئی: "بدن ٹھیک ہو گیا، اندر آجاؤ، میں روتے ہوئے خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوا"۔ آپؑ کو سلام کیا اور دست مبارک اور قدم کا بوسہ دیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! تمہیں کس چیز نے رُلا دیا ہے؟

محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں: میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں، میں اپنی غربت، گھر کی دوری اور آپ کے پاس بہت کم آسکنے اور آپؑ کی زیارت کم کرسکنے پر رو رہا ہوں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جہاں تک کم آسکنے کی قدرت و توانائی کی بات ہے تو ایسا اللہ نے ہمارے چاہنے والوں، ہمارے مخلصوں اور اہلِ ولاء کے لیے قرار دیا ہے اور ان کی طرف آفتیں و بلائیں بڑی تیزی کے ساتھ آجاتی ہیں اور جو غربت

کی بات کہی تو ہر مومن اس دارِ دنیا میں اور اس منحوس خلائق کے درمیان غریب ہے یہاں تک کہ اس دارِ فانی سے رحمتِ خدا کی طرف کوچ کر جائے۔

اور یہ جو تم نے کہا کہ گھر دور ہے تو تمھارے لیے حضرت ابو عبد اللہ امام حسین علیہ السلام کی ذات اُسوہ ہے کہ وہ ہم سب سے دورِ فرات کے کنارے سو رہے ہیں اور یہ جو تم نے ہم سے قربت رکھنے کی چاہت اور ہماری خدمت میں پہنچنے کی بات کہی ہے اور تم اس پر قدرت نہیں رکھتے ہو تو خدا جانتا ہے کہ تمھارے دل میں کیا ہے اور خدا ہی اس کا تمھیں اجر عنایت کرے گا۔

پھر اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم قبرِ حسینؑ کی زیارت کو جاتے ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں مگر خوف وہراس کے ساتھ۔

اس پر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو اس راہ (زیارتِ امام حسینؑ) میں زیادہ سختی جھیلے گا اس کے خوف وہراس کے حساب سے ثواب بھی زیادہ ہوگا اور جو قبرِ حسینؑ کی زیارت میں خوف کھائے گا خداوند متعال اسے اس روز خوف وہراس سے نجات اور امان دے گا جس دن لوگ بارگاہ رب العالمین میں حساب کے لیے کھڑے ہوں گے اور زائرِ حسینؑ مغفرت کے ساتھ واپس ہوگا اور اس کے اُوپر ملائکہ درود وسلام بھیجیں گے اور نبی کریمؐ اس کی زیارت کو آئیں گے اور اس کے لیے دُعا کریں گے اور وہ نعمت وفضلِ الٰہی کے حصار میں واپس ہوگا۔ اسے کوئی برائی نہیں چھو سکتی اور وہ رضا وخوش نودی الٰہی کا پیروکار ہے"۔

پھر امام علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: شربت کو کیسا پایا؟

میں نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضرات اہلِ بیتؑ رحمت ہیں۔ آپ وصی الاوصیاء ہیں۔ آپؑ نے جو شربت بھیجا تھا غلام جب اسے میرے پاس لایا تھا تو میں اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اور میں اپنی روح و جان سے مایوس ہو چکا تھا پھر اس نے مجھے وہ شربت دیا میں نے پی لیا تو اس کے مانند خوش بودار، ذائقہ دار اور لذت بخش اور ٹھنڈا شربت میں نے کبھی نہیں پیا ہے۔ جب میں نے اسے پی لیا تو غلام نے مجھ سے کہا: امام علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب میں شربت پی لوں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور میں اپنی شدید بیماری سے واقف تھا۔ اس لیے میں نے دل ہی دل میں کہا کہ میں ضرور امام علیہ السلام کی خدمت میں جاؤں گا چاہے میری جان چلی جائے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اب ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ جیسے کسی بندھن سے کھول کر آزاد کر دیا گیا ہوں۔ اس خدا کے لیے ساری تعریفیں ہیں جس نے آپؑ بزرگوار کو اپنے شیعوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! جو شربت تم نے پیا ہے اس میں قبر حسین علیہ السلام کی تھوڑی سی مٹی تھی اور وہ بہترین دوا ہے جس کے ذریعہ شفا حاصل کی جاتی ہے۔ ہم اس کے مانند کسی دوا کو نہیں سمجھتے اور ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو پلاتے ہیں اور ہم خیر و بھلائی اسی خاکِ شفا میں پاتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولا! ہم لوگ بھی اس خاک کو لیتے ہیں اور اس سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اس خاک کو انسان حاصل کر کے حائر حسینی سے باہر لے جاتا ہے اور اسے کھلا رکھتا ہے اور جب وہ کسی جگہ سے گزرتا ہے تو جنات میں

سے جو بھی کسی آفت و بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اسے سونگھ لیتا ہے جس سے اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے اور اس شخص کے غیر کو اس کی برکت حاصل ہو جاتی ہے لیکن جس خاک شفاء سے ہم اپنا علاج کرتے ہیں وہ ایسی نہیں ہوتی اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو میں نے ذکر کیا ہے تو خاکِ شفاء سے کوئی بھی شے مسح نہیں کی جاتی اور اس کا شربت نہیں پیا جاتا مگر یہ کہ اسی وقت شفاء ملتی ہے۔

خاکِ شفاء کی مثال حجر اسود کے مانند ہے کہ طرح طرح کی بیماریوں اور کفر و جاہلیت والوں میں سے جو بھی اس کے پاس آتا تھا شفا یاب ہو جاتا تھا۔ وہ ایک سفید یاقوت تھا لیکن ایسا سیاہ ہو گیا جیسا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں پھر خاکِ شفاء کے ساتھ کیا کروں (کیسے علاج کروں)؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم اس خاک کو کھلا رکھنے کے ساتھ وہی کرتے ہو جو تمہارے غیر کرتے ہیں۔ اس کو سبک سمجھتے ہو اسے اپنے ٹوکری میں یا گندی جگہ پھینک دیتے ہو پھر اس سے جو مقصد (علاج) ہوتا ہے وہ فوت ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں آپؑ صحیح فرماتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اسی خاک کو اُٹھانے والا اُٹھاتا تو ہے لیکن اس کی معرفت سے ناواقف ہوتا ہے اور لوگوں سے محفوظ نہیں رکھتا ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں میں آپؑ کی طرح اس خاک کو کیسے اُٹھا سکتا ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں اس خاک کا کچھ حصہ دیتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: بہت اچھا۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: جب تم اسے لو گے تو کس طرح اس کی حفاظت کرو گے؟

میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: کس چیز میں رکھو گے؟

میں نے عرض کیا: اپنے لباس میں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر تو تم اس عمل کی طرف پلٹ گئے ہو جو اس سے پہلے کرتے تھے! تم یہیں پر اس میں سے کچھ شربت کے طور پر پی لو اور اپنے ساتھ نہ لے جاؤ کہ وہ تمھارے لیے محفوظ نہیں رہ پائے گی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس کا شربت دو مرتبہ مجھے پلایا اور پھر مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس بیماری کا اثر احساس کیا ہو یہاں تک کہ آپ کی خدمت سے واپس ہوا۔

خاکِ شفاء بحکم خدا امان ہے

محمد بن عیسیٰ یقطینی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کپڑوں کا ایک بنڈل کچھ غلام، اور تین نیابتی حج کی رقم ایک میرے پاس دوسری میرے بھائی موسیٰ بن عبید کے پاس اور تیسری یونس بن عبدالرحمٰن کے پاس بھیجی اور ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگ ان کی طرف سے حج انجام دیں۔ امامؑ نے ہمیں ۱۰۰ سو اشرفی تین حصہ کر کے بھیجی تھی۔ جب میں نے اپنے حصہ کے لباس کو تہہ کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے کیا دیکھا کہ کپڑوں کے درمیان کچھ مٹی رکھی ہوئی ہے۔

میں نے قاصد امامؑ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟

اس نے کہا: امام علیہ السلام کسی کے پاس کچھ نہیں بھیجتے مگر یہ کہ اس میں قبر اما

حسینؑ کی تھوڑی سی خاک ضرور رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد قاصد نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام کا فرمان ہے:

"یہ خاک بحکم خدا، امان ہے اور ہمیں اہلِ بیت طاہرینؑ سے صلہ کا حکم دیا گیا کیونکہ وہ ضرورت مند ہیں اور ان پر توجہ نہیں دی جارہی ہے"۔

بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں جو صراحت سے بیان کرتی ہیں کہ حائر حسینؑ کی خاک میں ہر مرض کی دوا ہے اور ہر خوف و ہراس سے امان ہے اور آئندہ اس بات کی قدرے وضاحت کی جائے گی کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اس خاکِ پاک کے سلسلہ میں کون کون سی تعبیریں استعمال فرمائی ہیں اور اس مبارک خاک کے آثار و فوائد کے سلسلہ میں ان بزرگواروں نے کیا کیا فرمایا ہے جن میں سرفہرست اس خاکِ پاک کا شفاء اور امان ہونا ہے۔

تُربتِ حسینؑ سے وابستہ رہو

جابرؓ جعفی کا بیان ہے کہ میں خدمت امام محمد باقر علیہ السلام میں حاضر ہوا اور میں نے اپنے اندر موجود دو متضاد بیماریوں کا شکوہ کیا کہ جب میں ایک کا علاج کرتا ہوں تو دوسری زور پکڑ لیتی ہے پیٹھ کا درد اور شکم کا درد۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم کو چاہیے کہ تُربتِ امام حسین علیہ السلام استعمال کرو۔ میں نے عرض کیا: مولا! میں نے بہت مرتبہ خاکِ کربلا استعمال کی ہے اور مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

جابر جعفیؓ کہتے ہیں کہ میں نے چہرۂ امام باقر علیہ السلام پر غضب کے آثار ملاحظہ

کیے تو میں نے فوراً عرض کیا: میرے مولا و آقا! میں آپؑ کے غیض و غضب سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں امامؑ اٹھے اور حالتِ غضب میں گھر کے اندر داخل ہوئے اب جو باہر تشریف لائے تو آپؑ کے دست مبارک پر ایک دانہ کے برابر کچھ تھا جسے آپؑ نے میری ہتھیلی پر رکھا پھر فرمایا: اے جابرؓ! اسے استعمال کرو۔ میں نے اسے استعمال کیا تو فوراً شفایاب ہو گیا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! یہ کیا چیز تھی جسے میں نے استعمال کیا اور مجھے فوراً شفا مل گئی؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہی چیز ہے جس کے بارے میں ابھی تم نے کہا تھا کہ اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے جھوٹ نہیں بولا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ شاید اس کے بارے میں آپؑ کے پاس کوئی ایسا علم ہو جس کو میں سیکھ لوں تو یہ میرے لیے سورج جہاں جہاں چمکتا ہے اس سے بہتر ہوگا۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: جب تم تربتِ کربلا استعمال کرنا چاہو تو یہ کام تمہیں رات کے آخری حصّہ میں کرنا چاہیے۔ پہلے سادہ و شفاف پانی سے غسل کرو اور پاکیزہ ترین لباس زیب تن کرو اور خوشبو لگاؤ اور امام حسین علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھو جس کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور گیارہ مرتبہ سورۂ کافرون پڑھو، دوسری رکعت میں سورۂ حمد اور گیارہ مرتبہ سورہ قدر پڑھو اور جب قنوت کے لیے ہاتھ بلند کرو تو اس میں کہو:

لا اله الا الله حقاً حقاً. لا اله الا الله عبودیةً و رقّاً. لا

اله الا الله وحده وحده انجز وعده و نصر عبده واعز
جنده و هزم الاحزاب وحده . سبحان الله مالك
السموات وما فيهن و ما بينهن . سبحان الله ذی
العرش العظيم والحمد لله رب العالمين

پھر رکوع وسجدہ کر کے نماز ختم کرو پھر دو رکعت اور پڑھو جس کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ توحید اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ نصر پڑھو اور قنوت ویسے ہی پڑھو جیسے پہلی دو رکعت میں پڑھ چکے ہو پھر نماز کے بعد سجدۂ شکر بجالاؤ اور اس میں ہزار مرتبہ شکراً شکراً کہو پھر کھڑے ہو جاؤ اور تُربتِ امام حسینؑ تھام کر کہو:

یا مولای یابن رسول الله انی آخذ من تُربتك باذنك
اللهم فاجعلها شفاء من كل داء و عزاً من كل ذل
وامنا من كل خوف و غنى من كل فقر لى و لجميع
المومنين والمومنات

اس کے بعد تین انگلیوں سے تین مرتبہ خاک اُٹھاؤ (تین مرتبہ اخذ کرنے سے سات مثقال سے زیادہ نہ ہونے پائے) اور اسے پاک و پاکیزہ کپڑے میں یا شیشی میں رکھ لو اور اس کے اُوپر عقیق کی انگشتری سے مہر لگا دو جس کے اُوپر یہ عبارت کندہ ہو:

ما شاء الله لا قوة الا بالله استغفر الله

اگر اللہ کو تمھارے دل کی سچائی اور نیت کی صداقت کا علم ہوگا تو پھر تم جس

مصیبت اور بیماری میں اس کو استعمال کرو گے تو یہ خاک تمہارے لیے ویسی ہی ثابت ہوگی جیسا کہ تم نے ابھی ملاحظہ کیا ہے۔ (بحار الانوار: ۱۰۱/ ۱۳۸، المزار الکبیر: ۱۱۸)

اس روایتِ شریفہ میں خاکِ شفاء سے شفا یابی کی کیفیت، اس کے معنوی و روحانی وہ آداب ذکر ہوئے ہیں جن کے ذریعہ قربِ خدا حاصل ہوتا ہے۔ اس روایت میں تُربتِ حسینؑ کے چار مندرجہ ذیل آثار ذکر کیے گئے ہیں:

(۱) شفاء (۲) عزت (۳) امن و امان (۴) بے نیازی

اور سب کو ایک جہت سے دیکھا جائے تو جامع طور پر ''سلامتی'' کا عنوان دیا جاسکتا ہے جس کا دوسرا نام ''شفاء'' ہے۔

خاکِ قبرِ حسین علیہ السلام

شیخ بزرگوار جناب ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمیؒ اپنی گران قدر کتاب ''کامل الزیارات'' میں اپنے سلسلۂ سند سے، جعفر بن محمد بن ابراہیم موسوی سے وہ ابوعبداللہ بن نہیک سے وہ سعد بن صالح سے وہ حسن بن علی بن ابو مغیرہ سے وہ بعض اصحاب ائمہ علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں بہت زیادہ بیماریوں اور دکھ درد کا مارا انسان ہوں میں نے کوئی دوا نہیں چھوڑی ہے کہ جس سے علاج نہ کیا ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم تربتِ حسین علیہ السلام سے غافل کیوں ہو اس میں ہر بیماری سے شفاء اور ہر خوف و ہراس سے امن و امان ہے اور جب یہ خاک اُٹھاؤ تو کہو:

اللھم انی اسألك بحق ھذہ التربة و بحق البقعة الطاھرة و بحق البقعة الطیبة و بحق الوصی الذی تواریه و بحق جدہ و ابیه و امه و اخیه و الملائكة الذین یحفون به و الملائكة العكوف علی قبر ولیك ینظرون نصرہ صلی الله علیھم اجمعین اجعل لی فیه شفاءً من كل داءٍ و امناً من كل خوف و غنی من كل فقر و عزاً من كل ذل و اوسع به علی فی رزقی و اصح به جسمی

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:

وہ ملک جس نے اس خاک کو اخذ کر کے رسولؐ خدا کو دکھلایا تھا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ انھوں نے رسولؐ خدا سے کہا تھا: یہ آپؐ کے لال "حسینؑ" کی خاک ہے جنھیں آپؐ کی اُمت آپؐ کے بعد شہید کر دے گی اور جس نبی نے وہ خاک حاصل کی وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور وہ وصی جو کہ اس سرزمین میں دفن ہیں وہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔

میں نے عرض کیا: میں نے یہ تو سمجھ لیا کہ خاکِ پاک میں ہر بیماری کی شفاء ہے لیکن یہ خاک تمام تر خوف وہراس میں امان کس طرح ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب کسی حکمران یا دوسرے شخص سے خوف لاحق ہو تو اس وقت گھر سے نہ نکلو مگر یہ کہ تمھارے پاس خاک قبر امام حسین علیہ السلام ہو اور جب یہ خاک اُٹھاؤ تو کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ طِیْنَۃُ قَبْرِ الْحُسَیْنِ وَلِیِّكَ وَ ابْنِ وَلِیِّكَ
اِتَّخِذْ تُھَا حِرْزاً لِّمَا اَخَافُ وَلِمَا لَا اَخَافُ

اس وقت تمھیں جو بھی خوف لاحق ہوگا وہ ختم ہو جائے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے وہ خاک دستورِ امامؑ کے مطابق حاصل کی اور خدا کی قسم میرا جسم صحیح وسالم ہو گیا۔ وہ خاک میرے لیے ہر جگہ باعثِ امن وسلامتی تھی۔ ہر اس چیز سے جس سے مجھے خوف لاحق ہوتا تھا یا نہیں ہوتا جیسا کہ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس روز کے بعد میں نے کبھی ناگوار چیز نہیں دیکھی۔ (کامل الزیارات: ص ۲۵۸)

معنوی اِدراک

ابھی تھوڑی دیر پہلے جو روایت ہم نے عظیم معنوی دلیلوں اور کرامت مآب

روحانی اشاروں کی بنیاد پر ذکر کی ہے نیز اس میں موجود نورانی کلمات اور عرفانی تعبیروں سے ہمیں چند اُمور کا ادراک ہوا ہے۔ ان میں سے آٹھ چیزیں تو محمد بن مسلمؓ کی روایت میں وارد ہوئی ہیں جو درج ذیل ہیں:

① مشک کی خوشبو ② مطلوب امر ③ غیب کی خبر دینا

④ محقق شدہ حق ⑤ الٰہی رحمت ⑥ برترین دواء

⑦ بہترین نمونہ ⑧ مکمل نیکی

۱۔مشک کی خوشبو

اللہ عزوجل نے تُربتِ قبر حسین علیہ السلام میں مشک کی خوشبو رکھی ہے اور یہ صفت عام طور سے عام مٹیوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس طرح اس کا خوش ذائقہ ہونا بھی ہے۔ اور یہ اللہ کی طرف سے اس پاکیزہ خاک میں ودیعت کی گئی خاص عنایت ہے اور میدانی حقیقت تو یہ ہے کہ یہ گواہی دیتی ہے کہ فطری وطبعی طور پر مٹی، مشک جیسی چیز کے مانند خوشبو سے سازگار نہیں ہے اور اسی طرح خوش ذائقہ ہونے میں بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتی ہے بلکہ کلی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مٹی کی ماہیت سے ان دونوں صفتوں (خوش بودار ہونا اور خوش ذائقہ ہونا) کوئی میل ہی نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی خاص دلیل اس تغیر وتبدل سے استثناء کا باعث ہو، اور تُربت شریف حسینؑ سے شفا طلبی کے سلسلہ میں وارد ائمہ طاہرین علیہم السلام کے بیانات میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ خاکِ کربلا میں شفایابی روایۃً ودرایۃً ثابت ہے۔

یہ امر برحق ہے اور حقیقت پر مبنی ہے علمی وعملی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ اس کا تحقق ناقابلِ انکار حقیقت ہے اور شریعت نے بھی تعبداً اس سے شفایابی کا حکم دیا ہے۔ شفایابی مفہوماً بھی واضح ہے۔ مصداقاً بھی آشکار ہے۔ اس کے حکم اور

موضوع میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اوصاف بھی عیاں ہیں اور قید وشرطِ شفا بھی روایات میں وارد ہوئے ہیں۔

مشک کی خوشبو کو خاکِ شفاء سے نسبت دے کر یہ جتلایا جا رہا ہے کہ خوشبوؤں میں سب سے بہتر قسم کی خوشبو کا تعلق خاکِ شفاء سے ہے ورنہ خوشبوئیں تو وہی پاکیزہ نسیم ہے جسے قیامت کے دن نیکوکاروں کی توصیف میں اللہ نے اپنی کتاب میں یوں بیان کیا ہے:

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَی الۡاَرَآئِکِ یَنۡظُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ نَضۡرَۃَ النَّعِیۡمِ ﴿۲۴﴾ یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُہٗ مِسۡکٌ ؕ وَ فِیۡ ذٰلِکَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُہٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ ﴿۲۷﴾ عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِہَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿۲۸﴾ (سورۂ مطففین: آیت ۲۲ تا ۲۸)

بیشک نیکوکار لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ تختوں پر براجمان ہو کر دیکھ رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی آشکار دیکھ سکو گے۔ انھیں سربمہر خالص شراب سے سیراب کیا جائے گا، جس کی مہر مشک کی ہوگی اور ایسی چیزوں میں شوق رکھنے والوں کو آپس میں سبقت لینی چاہیے۔ اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی یہ ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب بارگاہ بندے سیراب ہوں گے"۔

اور اس میں کوئی شک وشبہ والی بات نہیں ہے کہ خاکِ کربلا مشک کی خوشبو رکھتی ہے کیونکہ اس خاک کو ایسے معصوم امام کے پاکیزہ خون سے نسبت کا شرف

حاصل ہے جو حضرت یوسفؑ نبی سے افضل تھے۔ وہ یوسفؑ نبی جن کے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہوئی گفتگو کو خدا نے قرآن میں ان لفاظ میں جگہ دی ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

یہ میری قمیص لے کر جاؤ اور اسے میرے بابا کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے اور تم سب تمام اہل وعیال کے ساتھ میرے پاس آنا، ادھر جب قافلہ، مصر سے چلا تو ان لوگوں کے باپ نے کہا: میں یوسفؑ کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں اگر تم مجھے نہ جھٹلاؤ تو، ان لوگوں نے کہہ دیا آپ بخدا اب بھی اپنی پرانی گمراہی پر قائم ہیں اور جب مژدہ دینے والا آ گیا اور اس نے آپ کے چہرے پر قمیصِ یوسفؑ ڈال دی تو آپ بینا ہو گئے۔ اس وقت یعقوبؑ نے کہا کہ کیا میں نہ کہتا تھا کہ میں من جانب اللہ ایسی چیزیں جانتا ہوں جسے تم لوگ نہیں سمجھتے"۔

(سورۂ یوسف: آیت ۹۳-۹۴)

جسم معصوم نبیؑ سے مس ہونے والی قمیص کی یہ شان ہے کہ خداوند متعال نے اس کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ جیسے معصوم نبی کو بینا بنا دیا اور قمیص کی وجہ سے ان کو آنکھ دوبارہ مل گئی جبکہ وہ فراقِ یوسفؑ میں اپنی آنکھ کھو چکے تھے۔ داستانِ یوسفؑ و یعقوب تفصیل کے ساتھ کتابِ خدا قرآن میں موجود ہے۔ اس موضوع میں جو بات بڑی اہمیت رکھتی ہے اور ہمارے متعلق ہے وہ ہے اولیاء الٰہی سے متعلق کسی بھی چیز

میں اعجازی پہلو کا پایا جانا کہ جس میں خاکِ پاک سید الشہداء امام حسین علیہ السلام بھی ہے کہ جو ایک امام معصومؑ سے انتساب کا شرف رکھتی ہے۔

حضرت یوسفؑ کے قصہ میں جیسا کہ قرآنِ مجید نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے قمیص کو اپنے غمگین وغم زدہ باپ یعقوبؑ کے پاس بھیجتے ہوئے اپنے ان بھائیوں سے کہا تھا کہ جنھوں نے اپنے باپ کو حضرت یوسفؑ کے سلسلہ میں جھوٹ بول کر خیانت کی تھی:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

"یہ میری قمیص لے جاؤ اور اس کو میرے بابا کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے اور پھر تم سب کے سب میرے پاس آجانا"۔ (سورۂ یوسف: آیت ۹۳)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیلِ خدا کو جس وقت نارِ نمرود میں پھینکا جا رہا تھا تو آپؑ کے لباس اتار لیے گئے تھے اور برہنہ پھینکا گیا تھا۔ اس وقت جناب جبرئیلؑ حریر جنت کی ایک قمیص آپؑ کے پاس لائے اور انھیں زیب تن کرایا تھا اور یہ قمیص حضرت خلیل الرحمٰن کے پاس رہی یہاں تک کہ جب آپؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے حضرت اسحاقؑ کے سپرد کی اور جب اسحاقؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یعقوبؑ کو اس کا وارث بنایا اور جب حضرت یوسفؑ نوجوان ہوئے تو جناب یعقوبؑ نے اس قمیص کو سمیٹ کر تعویذ کی شکل میں حضرت یوسفؑ کے گلے میں لٹکا دی۔ جس کو وہ کبھی نہیں اُتارتے تھے اور جب انھیں کنویں میں برہنہ کر کے پھینکا جا رہا تھا تو جناب جبرئیلؑ آئے انھوں نے وہی تعویذ کو کھولا اور

اس میں سے قمیص کو نکال کر حضرت یوسفؑ کے زیبِ تن کرایا۔

مفضلؓ بن عمر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ یہ وہی قمیص تھی جس کی خوشبو کو حضرت یعقوبؑ نے محسوس کیا تھا ادھر قافلہ مصر سے باہر نکلا اور حضرت یعقوبؑ فلسطین میں تھے تو انھوں نے کہا: ''میں یوسفؑ کی خوشبو سونگھ رہا ہوں''۔ (مجمع البیان: ۳/۲۱۷)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو اپنا تعارف کرایا اور ان سے اپنے باپ یعقوبؑ کا حال دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ میرے بابا نے میرے بعد کیا کیا؟ ان لوگوں نے کہا: ان کی آنکھیں چلی گئیں۔ جناب یوسفؑ نے کہا: ''لو یہ میری قمیص لے جاؤ اور اسے میرے بابا کے چہرے پر ڈال دینا تو وہ پہلے کی طرح بینا ہو جائیں گے''۔

حضرت یوسفؑ کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ انھیں حضرت یعقوبؑ کے بینا ہونے کا علم تھا اور وہ وحی کے ذریعہ یہ جانتے تھے کہ قمیص کے چہرۂ یعقوبؑ پر ڈالنے سے وہ بینا ہو جائیں گے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے کہا: اس قمیص کو وہی بھائی لے جائے جو اسے پہلے لے گیا تھا۔ یہودا نے کہا: میں اسے خون میں آغشتہ کر کے لے گیا تھا اور میں نے بابا سے کہا تھا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

حضرت یوسفؑ نے کہا: آپ ہی اسے لے جائیں اور انھیں بتلائیں کہ یوسفؑ زندہ ہے اور انھیں اسی طرح خوش کر دیں جس طرح انھیں غم زدہ کیا تھا۔

یہودا نے قمیص اُٹھائی اور ننگے پاؤں چل دیئے یہاں تک کہ یعقوبؑ کے پاس پہنچ گئے۔ راستہ کے لیے ان کے پاس سات روٹیاں تھیں اور مسافت ۸۰ فرسخ

تھی مگر وہ راستے میں ان روٹیوں کو ختم نہ کر سکے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں وارد ہوا ہے: جس وقت قافلہ مصر سے قمیص یوسفؑ کو لے کر چلا اور یعقوبؑ دس راتوں کے فاصلے پر فلسطین میں تھے اور جنھوں نے قمیص یوسفؑ کی خوشبو محسوس کر لی، بعض روایتوں میں فاصلہ آٹھ راتوں کا بتایا گیا ہے اور بعض میں ایک ماہ کا فاصلہ ذکر ہوا ہے۔

قمیص یوسفؑ کے سلسلہ میں وارد بیانات کے اندر غور و فکر اور دقتِ نظر کے بعد یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ اس کے اندر کس قدر اعجازی علامتیں پائی جاتی تھیں۔ اللہ کا ایک عظیم نبی جس کی آنکھیں مارے درد و غم اور بیٹے کے فراق میں نابینا ہو جاتی ہیں وہ قمیص کے ذریعہ بینا ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بینائی الٰہی عطا اور مشیتِ ربانی کی آشکارا نشانی نہیں ہے؟!

جس پاکیزہ تربت کو سبطِ نبی حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسد طاہر سے لمس و ارتباط کا شرف حاصل ہے وہ یقیناً جسم یوسفؑ سے لمس ہونے والی قمیص سے کہیں زیادہ اشرف و اعظم ہوگی کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر عظمت و برتری حاصل ہے۔ داستانِ قمیص یوسفؑ میں اور بھی بہت سے مباحث کی گنجائش ہے جسے ہم اس کے مقام پر بحث کے لیے چھوڑ رہے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ قمیص یوسفؑ بحکم خدا شفاء کا سبب بنی اور جب وہ قمیص حضرت یعقوبؑ کے اُوپر ڈالی گئی تو آپؑ کی کھوئی ہوئی بینائی واپس پلٹ آئی بعینہٖ یہی صورت حال خاکِ شفا میں ہے۔ تربت حسینؑ سے جس نے شفا حاصل کی وہ شفایاب

ہو گیا اور جس نے اسے سفر میں رکھا وہ محفوظ رہا۔

۲۔مطلوب امر

امام معصوم علیہ السلام نے ایسے شربت کو پینے کا حکم دیا کہ جس میں قبر امام حسینؑ کی خاک مخلوط تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کس قدر اہتمام برتتے تھے تاکہ امت کی سلامتی کے لیے اس پاکیزہ خاک سے شفا و سلامتی حاصل کرنا سنت وسیرت بن جائے اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کسی شے کا حکم نہیں دیتے مگر یہ کہ اس میں رسولؐ خدا پر نازل ہونے والی وحی کی کوئی نہ کوئی جھلک اور ان کی تعلیمات کے دائرہ میں ہوتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرات معصومین علیہم السلام نہ خود کوئی کام کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں مگر یہ کہ وہ دینی تعلیمات کے عین مطابق بلکہ عین دین ہوتا ہے اس لیے کہ معصومین علیہم السلام اس رسول اعظمؐ کے خلفاء، اوصیاء اور جانشین ہیں جو اپنی خواہشات کے مطابق کلام بھی نہیں کرتا بلکہ وہ وہی کہتا ہے جو وحی ہوتی ہے۔ اس نبی کے اوامر و نواہی مطلقاً وحی سے جدا نہیں ہوتے۔

اسی طرح ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں ان کے اوامر و نواہی اس وحی سے ماخوذ ہوتے ہیں جو نبی کریمؐ پر اتر چکی ہوتی ہے اس لیے ان کے دستور نبیؐ کے دستور ہیں اور نبی کا دستور خدا کا دستور ہے اور اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ اوامر ارشادی ہوں یا مولوی بہرحال ان کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ہے اور رسولؐ کی اطاعت بعینہٖ اللہ کی اطاعت ہے اور اس بات کا صریحی اعلان قرآن مجید نے ان الفاظ میں کر دیا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ
اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ (سورہ نساء آیت ۸۰)

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ہے اور جس نے منہ موڑا تو ہمارے نبی ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے"۔

اور اللہ نے ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اطاعت کو رسولؐ خدا کی اطاعت سے متصل و مربوط کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

"اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے درمیان موجود صاحبانِ امر کی اطاعت کرو"۔

اور مومن پر صاحبانِ امر کی اطاعت فرض و واجب کی گئی ہے۔ وہ بھی اس جہت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ یہ امر خدا، ولائی و ارشادی ہے اور اطاعت ہر صورت لازم و واجب ہے اور یہ بھی طے ہے کہ جو اوامر صاحبانِ امر کے نزدیک پسندیدہ ہوں گے وہی عبدِ صالح کے حق میں صادر ہوں گے اور طبیعی سی بات ہے کہ صاحب الامر کے امر کی اطاعت میں دنیا و آخرت کی سعادت و سلامتی کی ضمانت ہوتی ہے۔

۳- غائبات کی خبریں دینا

امام معصوم علیہ السلام نے قبل اس کے کہ مریض یعنی جناب محمد بن مسلمؓ کچھ بتائیں تربت مقدس کی تاثیر اور شفا دہی کی خبر دے دی تھی۔ جس سے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے بحکم خدا غائبات کا علم رکھنا آشکار ہوتا ہے اس کا اعلان ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ جن آیت ۲۶، ۲۷)

"خداوند متعال کسی کو اپنے غائبات کا علم نہیں دیتا مگر اپنے پسندیدہ فرستادوں کو (انبیاء ہوں یا ائمہؑ)"۔

ائمہ اہلِ بیتؑ کا علم، علم نبیؐ سے مرتبط ہے اور نبیؐ کو شدید القویٰ خدا نے تعلیم دی ہے اور نبیؐ نے بھی اپنے اوصیاء و جانشینوں کو باذن اللہ غائبات کی تعلیم دی ہے اور اس سلسلہ میں عقلی و نقلی دلیلوں کی کمی نہیں ہے نیز تاریخی حقائق اور خارجی واقعات سے اس امر کی تائید ہوتی ہے اور ان بزرگواروں کے علم غیب نہ رکھنے کا نظریہ مطلقاً جہالت اور اندھے پن پر مبنی ہے یا پھر بغض و عناد اور کینہ سبب بن رہا ہے کہ ان کے علم بالغیب اور غائبات کی خبروں سے تجاہل عارفانہ کیا جا رہا ہے۔

۴- پایہ ثبوت کو پہنچا حق

خاکِ شفا سے مخلوط شربت کو پینے کے بعد مریض کا اظہار نشاط اور اظہار شفاء و عافیت کرتے ہوئے یہ کہنا (پس جونہی شربت میرے شکم میں پہنچا مجھے ایسا لگا کہ گویا میں بندھی زنجیر سے آزاد ہو گیا ہوں) موضوع شفاء و سلامتی کی دوسری دلیل ہے۔

اور لفظ استقرار کا اِشعار جتلاتا ہے کہ بغیر کسی فاصلہٴ زمانی کے مریض کو فوراً شفا ملی اور اس کے جسم میں خاک شفا نے بڑی تیزی کے ساتھ اثر کیا ہے اور یہ صورتِ حال امام معصومؑ کے سامنے پیش آئی ہے۔ استقرار کا دوسرا نام ثبوت و تمکن ہے اور نشاط یعنی نفس کو ہلکا پن اور آسودگی محسوس ہوتی ہے اور وہ پُر نشاط ہو گیا ہے اور (عقال) بندھن کا مطلب ہے بہت زیادہ درد خیز انقباض اور بعض پٹھوں میں کھچاؤ تھا جس کے باعث عام طور سے حرکت بند ہو جاتی ہے اور انسان ایک جگہ بیٹھا کڑھتا رہتا ہے۔ اس صریحی بیان سے یہ بات بھی واضح ہو گی کہ امام معصومؑ کا حکم، مطابق

واقع ہو اور آپ کا دستور پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔

۵- الٰہی رحمت

اللہ عزوجل نے ائمہ طاہرین علیہم السلام کو ان کے شیعوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے لہٰذا وہ حضرات شیعوں کے تمام اُمور پر بلا استثناء عنایت رکھتے ہیں۔ وہ عقائد و اخلاق کے اُمور ہوں یا عبادات و معاملات اور سیاست کے اُمور ہوں، حقوق و فرائض سے تعلق ہو یا صحت و سلامتی اور امن و امان سے متعلق ہو غرض کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اہلِ بیتِ رحمت ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ عزوجل نے اپنے عظیم نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب قرار دے کر صریحی اعلان فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝

"اے ہمارے نبیؐ! ہم نے آپ کو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ (سورۂ انبیاء: آیت ۱۰۷)

حضرت ختمی مرتبتؐ ہوں یا ان کے اہلِ بیتؑ یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام وہ سب کے سب عالم کون و مکان کی تمام چیزوں کے لیے اللہ کی رحمت ہیں۔

رحمت کے معنیٰ لغت میں خیر اور نعمت کے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اہلِ بیتؑ انسانوں کے لیے خیر اور نعمت ہیں۔ ان کے وجود اور بقاء بلکہ تمام جوانبِ حیات میں خیر ہی خیر ہیں۔

حضرت ابوحمزہ ثمالیؒ سے مروی دعا میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدایا! اپنے نبی کے لال کی قبر کی مٹی میں میرے تضرع و زاری پر رحمت نازل فرما اس لیے کہ اے پروردگار! میں مقام رحمت میں ہوں"۔ (کامل الزیارات: ص ۲۲۳)

۶- بہترین دوا

حضرت امام حسین علیہ السلام کی مبارک تربت ہر قسم کے روحانی و جسمانی اور اخلاقی و معاشرتی تمام امراض و بیماریوں کی سب سے بہترین و برتر دوا ہے۔ یہ وہ دوا ہے جس کے لیے ارشاد ہوا ہے (شفایابی کی سب سے افضل دواء) اور اس کی افضلیت کا راز کچھ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس خاک کو خونِ پاک' مظلوم کربلا، سبط نبیؐ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے وابستگی کا شرف ملا ہوا ہے اور جب کسی مٹی کے لیے لفظ "افضل" استعمال ہو اور مقابل میں کوئی شے ذکر نہ ہو تو متکلم کا اس سے عمومیت و شمولیت کا ارادہ ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خاکِ شفاء ہر اس دواء سے بہتر و افضل ہے جس کے ذریعہ شفا طلب کی جاتی ہے چاہے وہ اشیاء انفرادی طور پر شفاء بخش ہوں یا مل کر اور مرکب ہو کر شفاء عطا کرتی ہوں۔

۷- اُسوۂ حسنہ

حضرات ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام اپنے بچوں اور گھر کی عورتوں کو تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام سے مخلوط مشروب پلایا کرتے تھے اور یہ عمل مومنین و مومنات کے لیے بہترین اُسوہ ہے کیونکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام قدوہ و اُسوہ ہیں اور ہم اصل خلقت اور اپنے وجود میں ان کے وجود کی فرع اور تابع ہیں اور وہ ہمارے امام ہیں اور وہ سب کے سب ایک نور ہیں۔ ان کی سیرت ایک ہے۔ قول و فعل ایک ہے۔ وہ اپنے پروردگار کے عبادت گزار بندے اور محتاجِ ہدایت بندوں کے رہنما ہیں۔ ارشاد پروردگار ہوتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورہ احزاب: آیت ۲۱)

"تمھارے لیے رسولِ خدا کی ذات گرامی بہترین اُسوہ ہے"۔

اور نبی و رسول ہونے کے ناطے جو کہ حضرت رسولِ خدا ﷺ کے خصائص وصفات اور فضائل و کرامات ثابت ہیں۔ وہ سب کے سب صفات و کمالات اور خصائص و کرامات ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام میں ہر ایک کے لیے ثابت ہیں۔

۸- ساری خوبیاں

تُربتِ مقدسہ سے شفا طلبی والی روایت کا فقرہ ہے: فَاِنَّ فِیْهِ کُلِّ خَیْرٍ "اس خاکِ پاک میں ہر قسم کی خوبیاں سمٹی ہوئی ہیں"۔ یعنی روح، جسم، نفس، دل بلکہ حیاتِ بشری سے تعلق رکھنے والی فردی و سماجی تمام حالتوں اور ضرورتوں میں اس خاک کے اندر خیر و نیکی رکھی گئی ہے۔ کلمہ کل کی کلمہ خیر کی طرف اضافت (کُلِّ خَیْرٍ) سے یہ دلالت روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ تمام مصادیق خیر کو شامل ہے اور سارے خیر و نیکی کا سرچشمہ، ذاتِ پروردگار ہے بلکہ اس سے بھی بالاتر، ذات پروردگار خود خیر ہے۔ اسی سے خیر و نیکی کے چشمے پھوٹتے ہیں اور ساری خیر و نیکی اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ اسی طرح نفسِ وجود (کسی بھی شے کا ہو) خیر ہے اور اس کی بقاء بھی خیر ہے اور دونوں ذات پروردگار سے وابستہ ہیں یعنی ان کا صدور وجود بھی اور ان کی بقاء و دوام بھی۔

اسی طرح "شفاء" کا خیر کے مصادیق میں سے ایک ہونا بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ جو شخص کسی بھی بیماری میں مبتلا ہو جائے وہ خاکِ پاک کربلا سے شفایاب ہو کر روحی و معنوی طور پر بہت لطف اندوز ہوتا ہے۔

یہ تھے وہ آٹھ اُمور جو روایت میں ذکر شدہ الفاظ سے مستفاد ہوتے ہیں اور یہ وہ حقائق و دقائق ہیں جو مفاہیم و معارف کی شکل میں اجمالی طور پر اس روایت

سے ماخوذ ہوئے ہیں ورنہ تفصیلی طور پر بیان اور ان کے مصادیق و مفاہیم کی باقاعدہ سے چھان بین، ان کے اپنے مقام پر پیش ہوگی۔ موضوع کتاب کے پیش نظر ابھی ان کی تفصیلات سے گریز کیا جاتا ہے۔

صریحی بیان

حضرت جابرؓ جعفی کی روایت میں حضرت امام معصوم علیہ السلام نے واضح و آشکارا طور پر خاکِ کربلا سے شفایابی کا حکم دیا ہے (عَلَيْكَ بِتُرْبَةِ الحسين بن علیؑ) پھر اس کلام کے بعد کوئی شک وشبہ اس مرحلہ میں باقی ہی نہیں رہ جاتا کہ خاکِ کربلا تمام تر امراض اور اشکالات کے دفیعہ کے لیے بہت موثر ہے، اور اس روایت شریفہ میں وارد دوسرے ارشادات، امام علیہ السلام کے ہاتھوں اس کے عملی پہلو کی تاکید اور اجابتِ دُعا کی ضمانت کو اُجاگر کرتے ہیں، اس کے علاوہ یہ روایت بہت سے معنوی اُمور پر مشتمل ہے اور وہ شفایابی کے آداب کے لحاظ سے ذاتی طور پر قابلِ بحث موضوعات ہیں۔ مثال کے طور پر:

(الف) خاکِ شفاء کو رات کے آخری حصہ میں اخذ کرنا اور یہ وہی وقتِ خاص ہے جس میں استجابتِ دُعا کا وعدہ کیا گیا ہے اور متعدد روایات میں مذکورہ وقت پر دُعا کی ترغیب وتشویق دلائی گئی ہے۔

(ب) غسل کرنا۔

(ج) پرانا بوسیدہ لباس پہننا۔

(د) خوشبو لگانا۔

(ھ) سر مقدس کے پاس کھڑے ہونا۔

(و) نمازیں ادا کرنا۔

(ز) خاکِ شفاء کے متعلق اذکار، دعائیں اور قرآنی سورے پڑھنا۔

(ح) سجدۂ شکر بجالانا۔

یہ وہ اُمور اور اعمال ہیں جنہیں شفا حاصل کرنے والے کی طرف سے خاکِ پاک کربلا کے احترام میں کرنا ضروری ہے اور اس خاکِ پاک کی تعظیم منجانب اللہ ہے۔ اسی نے اس خاکِ پاک کو معظم ومکرم بنایا ہے اور اپنی جانب سے شفاء کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ خاکِ شفاء کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دیں اور یہ معنیٰ اللہ کے کلام (وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِیلَةَ) کے معنیٰ عام میں شامل ہے کیونکہ اللہ عزوجل ہر اس چیز کے ذریعہ اپنی بارگاہ میں وسیلہ کو محبوب رکھتا ہے جو خود اس کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ توسل کرنا اور کسی چیز کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دینا خدا پر توکل کے خلاف ہے تو یہ نظریہ بے حد بھونڈا اور دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے بلکہ اس قول کے قائل کی حقیقتِ توسل سے جہالت اور واقعیتِ وسیلہ کے عدم ادراک کا غماز ہے اس لیے کہ وسیلہ یابی کا عمل، قرآنِ مجید کا دستور ہے اور اس دستور میں بھی اللہ پر توکل کے پہلو کو تقویت دی گئی ہے۔

اس بات میں ایک بات اور قابلِ لحاظ وغور طلب یہ ہے کہ خاکِ شفاء سے شفایابی میں یہ شرط ہے کہ انسان خاکِ پاک کو تناول کرے یا اس سے مخلوط پانی شربت کو صرف پینے نہیں بلکہ روایت شریفہ سے اس سے کہیں زیادہ واسع مفہوم برآمد ہوتا ہے (وتتعلق بالتربة) کا فقرہ خاکِ پاک کو اخذ کرنے، کھانے، پاس رکھنے، چومنے وغیرہ تمام جوانب سے متعلق ہوتا ہے اور اس مفہوم کی طرف رہنمائی ان فقروں سے بھی ہوتی ہے جو دُعاء میں وارد ہوئے ہیں جیسے:

—— ہر بیماری سے شفاء۔

ـــــ ہر ذلت و رسوائی میں عزت۔

ـــــ ہر خوف و ہراس میں امن و امان۔

ـــــ ہر فقر و تنگدستی سے بے نیازی۔

لیکن جو بات بہت اہم اور بنیادی چیز ہے وہ ہے نیت کا پاک و صاف ہونا، اور امام علیہ السلام نے اپنے کلام میں اس شرط پر بڑی تاکید فرمائی ہے اور اسے شرطِ اثر کے طور پر ذکر فرمایا ہے (کہ جو نیت پاک و پاکیزہ رکھے گا وہ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوگا)۔

کلمہ "کل" کا اس روایت میں اضافہ، مکمل اور جامع معنٰی کا فائدہ دیتا ہے اور یہ بات ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح محمد بن مسلمؒ کی روایت میں وارد ہوا ہے: كُلُّ دَاءٍ اور كُلُّ ذَلٍّ اور كُلُّ خَوفٍ اور كُلُّ فَقرٍ یعنی تمام تر بیماریاں، تمام تر رسوائیاں، تمام تر خوف و ہراس اور تمام تر تنگ دستیاں۔

اور تربت مقدس کا ان تمام اُمور میں بہت اہم اور بنیادی کردار ہے رفع دفع کرنے میں، تحفظ دینے میں، اثر گزار ہونے میں، شخصی و معاشرتی طور پر مفید ہونے میں، جو کسی بیماری میں مبتلا ہوا اور اس نے تربتِ مقدسہ سے شفاء طلبی کی وہ شفا سے ہمکنار ہوا ہے۔ جس کے اُوپر ذلت و رسوائی کے اسباب نے ہجوم کیا ہو اس کے لیے تربتِ پاک، عزت آفرین بن جاتی ہے۔ جس کے اُوپر خوف و ہراس نے غلبہ کرلیا ہو چاہے مادی و دنیاوی خوف ہو یا معنوی و اُخروی خوف تو خاکِ شفاء سے امن و سلامتی حاصل ہوتی ہے اور کسی بھی قسم کا خوف ہو زائل ہو جاتا ہے۔ جو شخص فقر و فاقہ سے زندگی بسر کر رہا ہے، خاکِ شفاء اس کے سامنے ثروت مندی کی راہیں وا کر دیتی ہے۔

یہ سب خاک کربلائے معلٰی کے وضعی آثار و قدرتی تاثیرات ہیں مادی بھی اور

معنوی بھی، اس پاکیزہ خاک سے شفا طلبی کرنے والا اگر نیت کو پاک صاف رکھے تو ان شاء اللہ وہ ہر قسم کی آفات سے نجات پائے گا۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہم نے معنوی اسرار کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اس کی وجہ فقط "کل" کی جامعیت و شمول ہے کیونکہ یہ لفظ ہر قسم کی بیماری، رسوائی، خوف اور تنگ دستی کو شامل ہے۔ اب اگر شروط و آداب کا خیال رکھا گیا تو یقیناً مطلوب حاصل ہوگا اور منفرد مقصود تک رسائی ہوگی کہ سارے اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اور ہر نیت کے پیچھے خدا کی مشیت کارفرما ہوتی ہے۔

شفا طلبی کا حکم

ابن ابی مغیرہ کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ خاکِ پاک امام حسین علیہ السلام کے استعمال کے باوجود مذکورہ شخص کو کوئی فائدہ نہیں ہوا تو امام علیہ السلام کو اس امر سے بڑا تعجب ہوا۔ امام نے فرمایا تھا کہ تو قبر امام حسین علیہ السلام کی خاک سے علاج کیوں نہیں کرتا اور اس کے بعد امام علیہ السلام نے ان الفاظ کا اضافہ کیا تھا:

"اس میں ہر بیماری سے شفا اور ہر خوف سے امن ہے"۔

یہ کلام عملی جانب سے دیکھا جائے تو بڑی دلیل ہے کہ جس کے اُوپر امام معصوم کی تائید حاصل ہے بلکہ اذن و دستور امام علیہ السلام ہے اور غور و فکر سے کام لینے والے دانا شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یہ ایک دوسرے سے پیوستہ کلمات پتہ دیتے ہیں کہ ان کے معانی و مفاہیم میں کس قدر قوی اتصال و اتفاق پایا جاتا ہے بلکہ ان کے ظاہری و باطنی معانی میں بھی ہر جگہ موضوعیت محقق ہے۔

امام علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ خاکِ کربلا میں ہر بیماری کی دوا اور ہر خوف سے امن ہے جبکہ اس سے قبل آپؑ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "تم تربت امام حسین علیہ السلام سے

کیوں علاج نہیں کرتے؟ اس بات کا شعور دیتا ہے کہ ان دونوں کلاموں کے درمیان ہر جہت سے جوہری و بنیادی ارتباط ہے چاہے ان کے درمیان دلالت و غمازی کا مسئلہ ہو، خارج میں اثر گزار ہونے کی بات ہو، موضوع و حکم کے شمول و وسعت کی بات ہو۔ بہر حال یہ کلام، درحقیقت امام علیہ السلام کی طرف سے رہنمائی اور تاکید ہے کہ ہر جہت سے خاکِ امام حسین علیہ السلام سے استفادہ کرنا مطلوب ہے اور یہ اثر آشکار و ہویدا ہے اس لیے کہ کلام امام علیہ السلام میں جو اسلوب اتخاذ کیا گیا ہے وہ اسی ارادہ پر مبنی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

چھے اُمور

خاکِ شفاء سے استفادہ کے وقت ذکر کی گئی دُعا میں چھے اُمور براہِ راست انسان کی زندگی سے بڑا بنیادی اور مادی و معنوی گہرا تعلق رکھتے ہیں وہ چھے اُمور درج ذیل ہیں:

① شفاء (ہر بیماری میں شفا ہونا)۔

② امان (ہر خوف میں امن ہونا)۔

③ بے نیازی (ہر قسم کی تنگ دستی سے بے نیازی)۔

④ عزت (ہر رسوائی میں عزت ملنا)۔

⑤ وسعت (رزق و روزی میں وسعت پیدا ہونا)۔

⑥ تندرستی (جسم میں صحت و تندرستی کا حصول)۔

ان تمام اُمور کے ایک یا کئی اسباب ہو سکتے ہیں اس کی نوعیت و انفرادیت کے اعتبار سے، کیونکہ ایک بیماری دوسری بیماری سے الگ ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک شے سے خوف دوسری شے سے خوف کے برعکس ہوتا ہے۔ فقر و فاقہ ہو ذلت و رسوائی

کی بھی الگ الگ نوعیت ہوتی ہے۔ اب جو بھی انسان اس قسم کے اُمور میں مبتلا ہوتا ہے وہ ان سے رفع و دفع کی خاطر اسی کے لائق مادی یا معنوی اُمور کے وسیلہ و توسل بروئے کار لاتا ہے تاکہ وہ ہر صورت اور جتنی جلدی ممکن ہو اس کے برے آثار سے گلوخلاصی چاہتا ہے اور اللہ عزوجل نے ان سارے اُمور میں ان کی تمام تر قسموں کے ساتھ امن و سلامتی کے تمام آثار و فوائد اپنے بندۂ مومن کے لیے امام حسین علیہ السلام کی خاکِ پاک کے اندر ودیعت فرمادیے ہیں اور ہر بلا میں مبتلی مومن کو وہ بلاء جسمانی ہو یا روحانی اس سلامتی کو خاکِ شفاء میں رکھ دیا ہے۔

نو اُمور سے توسل

دُعا کے آغاز میں نو اُمور سے توسل کا حکم ہے:

۱. پاکیزہ تُربت سے
۲. طیب و طاہر سرزمین سے
۳. اس خاک میں پوشیدہ امام (حضرت امام حسین علیہ السلام) سے
۴. ان کے جد بزرگوار حضرت رسولؐ خدا سے
۵. ان کے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ سے
۶. ان کی مادر گرامی حضرت فاطمہ زہراؑ سے
۷. ان کے برادر بزرگوار امام حسن مجتبیٰؑ سے
۸. ان کی قبر مطہر کو گھیرے ہوئے فرشتوں سے
۹. ان کی زیارت کو آئے ہوئے فرشتوں سے

تو پھر کیا اتنے سارے توسلات کے بعد مطلوب و مقصود کے حصول میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ یہ لوگ، اللہ عزوجل کے اولیاء ہیں۔

انھی بزرگوں کو خود اللہ نے اپنے اور اپنی ساری خلائق کے درمیان واسطہ قرار دیا ہے تا کہ وہ اپنی رحمتوں کا اضافہ کر سکے اور ان کے مطلوب و مقصود کو عطا کر سکے۔ اللہ ہی سے مدد و نصرت مل سکتی ہے۔

اس روایت کے آخر میں بیمار شخص کا یہ اقرار بھی وارد ہوا کہ جس نے حکم امام کے بعد اسی طرز و اسلوب کے ساتھ خاکِ شفاء کو استعمال کیا تو شفایاب ہو گیا اور صریحی طور پر خدمت امام میں عرض کرتا ہے: فصح واللہ بدنی "بخدا پھر میرا جسم تندرست و صحت یاب ہو گیا" اور یہ حلف و قسم کے ساتھ اقرار و اعتراف اس بات کی دلیل ہے کہ مطلوب حاصل ہو گیا تھا اور وہ ہے شفایابی کے بعد امام کی خدمت میں پہنچنا مزید تاکید کرتا ہے۔

یہ تو تھا موضوع شفا سے متعلق مسئلہ، لیکن خاکِ شفاء کا ہر خوف و ہراس سے امان کی جہاں تک بات ہے تو اس کا بھی اعتراف اپنے کلام میں خود اس شخص نے ان الفاظ میں کیا ہے (اور یہ خاکِ پاک میرے لیے ہر خوف میں یا غیر خوف چیز میں اس قدر امن و امان کی باعث بن گئی کہ اس روز کے بعد میں نے کوئی ناپسندیدہ چیز نہیں دیکھی، لفظ مکروھًا کا نکرہ کے طور پر استعمال کرنا مورد خوف میں وسعت پر دلالت کرتا ہے اور کسی خاص مورد سے مختص نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خاکِ شفاء مطلق طور پر ہر خوف چاہے وہ مادی ہو یا معنوی، ظاہری ہو یا باطنی، کم ہو یا زیادہ، داخلی ہو یا خارجی، ہر خوف میں نجات و سلامتی کا باعث ہے۔

استجابت کی ضمانت

موضوع شفاء میں روحانی پہلو، اس باب میں وارد روایات سے قابلِ دید ہے۔ خاکِ شفاء کے اخذ کرتے وقت شفاء طلبی میں دُعا کرنے کی شرط ہے اور یہ دُعا

ہی استجابت کی ضمانت بھی ہے اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اس کا وعدہ کیا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝٦٠

(سورۂ مومن: آیت ۶۰)

"اور فرمایا ہے تمھارے پروردگار نے کہ مجھے پکارو میں تمھاری دُعا کو مستجاب کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب رُسوائی کے ساتھ داخلِ جہنم ہوں گے"۔

یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ دُعا میں روحی و روحانی پہلو ہوتا ہے اس لیے دُعا کو عبادت میں شمار کیا گیا ہے بلکہ رسولِ خدا ﷺ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الدُّعَا

"بہترین عبادت دُعا کرنا ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

"دعا مغزِ عبادت ہے"۔

لہٰذا اگر دُعا توسل کے ساتھ ہوگی تو اس کی استجابت کی ضمانت قطعی ہے جو بات اس مقام پر ہمارے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ وہ یہ ہے کہ شفا یابی دُعا کے آثار میں سے ہے یا خود دُعا ہی ہے جو شخص ایمان، توکل اور یقین کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں دُعا کرتا ہے اس کی دُعا قبول ہوتی ہے تو پھر اس شخص کی دُعا کیوں کر قبول نہیں ہوگی جس نے تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام سے شفاء طلبی کی ہے کہ جس میں اللہ نے ہی تمام بیماریوں سے شفا رکھی ہے۔

اس مقام پر ہم روحی پہلو کی طرح سرسری اشارہ کر چکے ہیں اور عنقریب بابِ

ادعیہ اور اس کی شرح میں بعض کلمات کے معارف و معانی کی توضیح میں گفتگو کریں گے، ان شاء اللہ۔

فقہی پہلو

فقہی نقطۂ نظر سے ہم دیکھتے ہیں کہ خاکِ پاک کربلا سے معالجہ، مستحب اُمور میں شمار کیا گیا ہے بلکہ مستحب موکد ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے خاکِ شفاء سے معالجہ پر عملی و قولی دونوں طریقہ سے تاکید وارد ہوئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

عَلَيكَ بِتُربَةِ قَبرِ الحُسَينِ بنِ عَلِي

"تمہارے اُوپر لازم ہے کہ تُربت امام حسین علیہ السلام سے شفا طلبی کرو"۔

اور وہ بھی عموی بیان کے ساتھ کہ ساری مٹی کا کھانا مطلق حرام ہے سوائے قبر حسین علیہ السلام کی مٹی کے کہ اس کو استثناء کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلطِّينُ كُلُّهُ حَرَامٌ كُلُحُمِ الخَنزِيرِ وَمَن أَكَلَهُ وَمَاتَ مِنهُ لَم أُصل عَلَيهِ .إِلَّا طِينُ قَبرِ الحُسَينِ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءٌ مِن كُلِّ دَاءٍ

"تمام مٹی کا کھانا حرام ہے سور کے گوشت کی طرح اور جو مٹی کھا کر مر جائے تو میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا سوائے خاک قبر حسین علیہ السلام کے کہ اس خاکِ پاک میں ہر بیماری سے شفا ہے"۔

دوسری جگہ حضرت امام علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

وَقَالَ عليه السلام: کُلُّ طِینٍ حَرَامٌ عَلٰی بَنِی اٰدَمَ مَا فَلَا طِینُ قَبرِ الحُسَینِ مَن اَکَلَهٗ مِن وَجعٍ شَفَاهُ اللہُ تَعَالٰی

''فرزندانِ آدم پر تمام مٹی کا کھانا حرام ہے سوائے خاک قبر امام حسین علیہ السلام کے کہ جو شخص اس کو درد و بیماری میں کھائے گا اللہ اسے شفاء عطا فرمائے گا''۔ (کامل الزیارات: ص ۲۶۱)

اب جب کہ قطعی دلیلوں اور روشن براہین سے تُربت پاک امام حسین علیہ السلام کا استثناء کلی طور پر حرمت خاک سے ثابت ہو چکا ہے تو علماء و فقہاء نے اس استثناء اور مستثنیٰ کے سلسلہ میں بڑی سیر حاصل بحث بلکہ بحثیں کی ہیں۔ اس طرح طین و تراب و حائر کے معنیٰ اور اس کے حدود کے سلسلہ میں گفتگو کی ہے اور اس کی تعیین میں اختلاف کی وجہ معصومین علیہم السلام سے صادر کلمات کے اندر استظہار و استنباط میں بحسب ظاہر اختلاف کا پایا جاتا ہے۔

حق بات تو یہ ہے کہ ان تمام اختلافات کو سمیٹا جا سکتا ہے البتہ عرف اور لغت کی طرف مراجعہ کرنے کے بعد اور اقویٰ اور مراد کو سمجھنے میں بہتر روِیہ اصل استثناء کا لحاظ رکھنا ہے۔ بہر حال روایات میں درج ذیل الفاظ بکثرت سے استعمال ہوئے ہیں: تربۃ، طین، طینۃ، حیر، حائر اور قبر وغیرہ۔

ان تمام کلمات کے خاص معانی و دلالتیں ہیں تُربت، تراب اور تراب کا ایک ہی معنیٰ ہے جو طین کا ایک جہت سے مترادف ہے، البتہ عرفِ عام میں ان کا ایک عمومی معنیٰ ہے لیکن عرفِ خاص میں یعنی اہلِ بیت علیہم السلام کے چاہنے والوں کے درمیان ان کا ایک خاص معنیٰ ہے اور وہ ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی مٹی لہٰذا جب شیعوں کے درمیان تُربت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وہ بھلے ہی لغوی و عرفی

اعتبار سے عام ہے لیکن خاص کا ارادہ ہوتا ہے اور کلی بول کر جزئی مٹی مراد لی جاتی ہے اور اس طرح اہلِ فن کے درمیان استعمال کرنا جائز ہے یعنی عام بول کر خاص مراد لیں یا کلی بول کر جزئی مراد لینا غلط نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کلمۂ تراب یا طین کو جس طرح تنہا استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اضافت اور نسبت کے ساتھ بھی استعمال کیا جاتا ہے یعنی قبر یا حائر یا حیر کی نسبت کے ساتھ اور کبھی تو بغیر قبر وغیرہ کی نسبت کے براہ راست حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام کے ساتھ بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے "تربۃ الحسین" لیکن مراد وہی قبر حسینؑ ہوتی ہے۔

ان تمام استعمالات میں طین و تربت وغیرہ سے مراد وہی قبر مقدس امام حسینؑ کی مٹی ہی ہوتی ہے نہ کہ کسی اور روضے وغیرہ کی مٹی۔ ہم آئندہ ان کلمات کے سلسلہ میں مزید بحث اور لغوی معنی وغیرہ پر گفتگو کریں گے۔

لفظِ "طین" روایات میں قبر کی اضافت کے ساتھ ہی استعمال ہوا ہے اور طین سے مراد مٹی اور پانی کی آمیزش والی خاک ہے، البتہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ طین ذکر کر کے تراب مراد لیا گیا ہے اور اس کے برعکس کبھی تراب ذکر کر کے طین مراد لیا جاتا ہے جبکہ بعض علماء نے کوشش کی ہے کہ طین سے مراد گیلی مٹی لیں اور تراب سے خشک مٹی کو اور اس طرح حرمت اکل طین ثابت مانتے ہیں مگر حرمت اکل تراب کو نہیں۔ ان کے مقابل میں دیگر علماء کا ماننا ہے کہ ان دونوں میں حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے بہرحال اس مسئلہ میں آراء و اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حق مسئلہ یہ ہے کہ حکم کا تعلق تمام روایات میں طین سے ہے لیکن ظاہراً اس سے مراد گیلی ہی مٹی ہے سوکھی خاک نہیں ہے۔ ان سارے اقوال کے باوجود حرمت اکل کے کلی حکم سے تربتِ مقدسۂ امام حسینؑ استثناء ہے اس لیے کہ خاکِ کربلا

حدیث نبویؐ میں وارد ہوئی ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلشِّفَاءُ فِي تُرْبَتِهِ

"امام حسینؑ کی تُربت میں شفاء ہے"۔

لہٰذا جس جس پر یہ اسم صادق آئے گا اس اس کے لیے حکم ثابت ہوتا چلا جائے گا، کیونکہ ہمیشہ حکم صدق اسماء کا تابع ہوا کرتا ہے اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہاں استثناء منقطع ہے تو اس کی بات نہیں سنی جائے گی جبکہ استدلال کیا جا چکا ہے کہ طین سے مراد روایات میں اعم ہے جو ہر قسم کی مٹی گیلی ہو یا تر، ٹھیکرا مانند ہو یا سوکھی مٹی جو کہ قبر شریف سے متعلق ہے سب مراد ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اکل طین کا تعلق اس کی خباثت سے ہے اور خباثتوں سے طبیعت منفرد ہو جاتی ہے تو یہ تعلیل قابلِ قبول نہیں ہے اور عام یا خاص دلیل سے عام کی تخصیص کا جائز ہونا بھی ان کے کثیر موارد کو دیکھتے ہوئے ناقابلِ شک و تردید ہے بلکہ ایسا فقہ کے کثیر ابواب میں واقع ہوا ہے جو ناقابلِ شمار ہے۔

لفظ اِلَّا یا مَا خَلَا کے ذریعہ لفظی استثناء یا فِيهِ شِفَاءٌ کے ذریعہ معنوی استثناء اور تُربت پاک کربلا کو مٹی کے مطلقاً کھانے کی حرمت سے باہر نکالنا بھی اصل حکم حرمت کی طرح لاشک و لاریب ہے اور اس جواز و استثناء پر صحیح روایات کی کثرت دلیل ہے بلکہ تواتر کے ساتھ علماء خاصہ و عامہ سے نقل ہوا ہے اگر چہ ہمارے نزدیک عامہ کے حکم کی کوئی حیثیت و اعتبار نہیں ہے۔ اور وہ اس واسطے کہ ہم اہلِ بیتؑ کے پیروکاروں اور مخالفین کے درمیان مبانی و معیار کے اندر بنیادی فرق پائے جاتے ہیں اور ہماری موردِ بحث گفتگو میں ان کے آراء و اقوال کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ تمام فقہی ابواب میں سوائے بات کی تاکید و تائید کے ان کے اقوال و فتاویٰ کی کوئی

حیثیت نہیں ہے اس لیے کہ جو لوگ قرآن کی آیتوں کی تفسیر کرتے ہیں اور جو باتیں قرآنِ مجید سے ثابت نہیں ہے اس کے معتقد ہو جاتے ہیں اور سنت رسولؐ خدا کی مخالفت کرتے ہیں، دین کے دشمنوں سے محبت کرتے ہیں۔

اولیاء الٰہی معصومین علیہم السلام کے حقوق کے غاصبوں کے پیروکار ہیں۔ ایسے لوگوں کے نظریات پھوٹی کوڑی کے برابر بھی وزن نہیں رکھتے اور کسی بھی اصول یا فروعی مسئلہ میں حقوقی یا حقیقی اُمور میں اوّلی یا ثانوی حکم میں قابلِ قبول نہیں ہیں۔

جب خاکِ شفاء کے لیے کھانے کا استثناء ثابت ہو گیا تو پھر بقیہ اُمور میں جواز کا حکم بلا شک وشبہہ جاری ہو جائے گا جیسے کہ خاکِ شفاء کو لیے رہنا، چومنا، سونگھنا اور وہ دیگر اعمال جن کے اُوپر روایات میں نص موجود ہے اور اس حکم کی وجہ یہی ہے کہ اس مقدس خاک سے سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام کا جسد مطہرہ مَس ہے اور یہ سرزمین ملائکہ الٰہی کی رفت وآمد اور انبیاء ومرسلین کی زیارت گاہ ہے لہٰذا اس پاکیزہ خاک کا اتنا عظمتوں اور عظیم منزلوں کا حامل ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ یہ بڑا عظیم امر ہے کہ جس میں اللہ نے بڑے اَسرار و حکمتیں ودیعت کررکھی ہیں کہ جنھیں وہ خود جانتا ہے یا جن برگزیدہ لوگوں کو اس نے پسند کیا اور چُن لیا ہے وہ جانتے ہیں اور اس الٰہی عطایا کے اندر بھی بڑے راز اور بلند حکمت ہے کہ جس کے بعد اصل استثناء میں کسی قسم کا شک وشبہہ باقی نہیں رہ جاتا اور کوئی شک و شبہہ کا شکار ہو تو وہ درحقیقت انکار اور کفر کا مرتکب ہو رہا ہے اس لیے کہ قولِ پیغمبرؐ خدا ''خاکِ پاک امام حسین علیہ السلام میں شفاء ہے'' کے پایۂ ثبوت کو پہنچ جانے کے بعد استثناء کی موضوعیت اور اس کی حکمت عیاں ہو جاتی ہے اور یہ بھی کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ یہ تو ایک غیبی اور پوشیدہ مسئلہ ہے جس کا علم خدا کے پاس ہے بس

؟ نہیں بلکہ خود خدا نے اپنے علم سے خاکِ شفاء کی عظمت کو اپنے اولیاء و صالحین کی زبانوں پر یعنی ائمہ طاہرینؑ اور پیغمبرؐ خدا کی زبانی اُجاگر کر دیا ہے جو اس کے علوم و معارف کے سرچشمہ اور اَسرار و رموز کے خزینہ دار ہیں لہٰذا خاکِ شفاء میں شفاء اور امن و امان کا مسئلہ استثناء کے اہم اَسرار میں سے ہے اور اس کے اُوپر استقراء پایا جاتا ہے کلامی لحاظ سے بھی اور مصداقی لحاظ سے بھی۔

خاکِ شفاء سے شفاء طلبی میں جن شروط کو ملحوظ رکھا گیا وہ شروط بھی روایات میں ذکر ہونے کے باعث علماء و فقہاء کی گفتگو اور ان کے آراء و اقوال کا محل قرار پائی ہیں جیسے کہ کس جگہ سے خاکِ شفاء کو اخذ کیا جائے، اس کا رنگ کیسا ہو، استعمال کرتے وقت پوشیدہ رکھنا، شفاء یابی کے لیے حُسنِ ظن رکھنا، بارش کے پانی سے، یا آبِ زمزم سے یا شہد سے یا زعفران سے مخلوط کرنا، دُعا پڑھنا، وزن اور مقدار کا چنے کے برابر یا دال کے برابر کا خیال رکھنا، صاحب تربت حضرت امام حسین علیہ السلام کی معرفت رکھنا، شفاء کے علاوہ دوسری کوئی نیت جیسے لذت کا حصول، ریاکاری، تجربہ وغیرہ کا نہ رکھنا نیز اس کے علاوہ عام یا خاص شرطیں مورد بحث واقع ہوئی ہیں۔

اور ان سب اُمور میں بڑے گہرے عناصر، قیمتی نشانیاں، علمی و عملی اور عقائدی پہلو پائے جاتے ہیں، لہٰذا باخبر اہلِ قلم کو اس کے موضوع میں پوشیدہ رازِ استثناء کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ ہم اختصار کے پیشِ نظر شروط اور قیود کے سلسلہ میں بحث کو اس کے محل کے اُوپر گفتگو کرنے کی وجہ سے یہاں چھوڑ رہے ہیں۔

حیر یا حائر کی گفتگو

روایات میں استعمال ہوئے کلمہ حیر یا حائر کی حد بندی کے سلسلہ میں وسیع

معنیٰ طین وتراب سے استفادہ ہوتا ہے۔ ہم بعض روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن میں قبر اور حائر کی حد بندی وارد ہوئی ہے جس سے آشکار ہو جائے گا کہ اللہ عز وجل نے اس پاکیزہ خاک کو کتنی فضیلت بخشی ہے اور اس کے اندر ہر بیماری کی شفاء رکھی ہے جیسا کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا ہے:

"حسینؑ کی تُربت میں اللہ نے شفاء رکھی ہے"۔

ذیل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد روایات کچھ اس طرح ہیں:

۱- قبر امام حسین علیہ السلام کی حریم، ایک فرسخ دَر ایک فرسخ ہے۔ (بحارالانوار: ۹۸/۱۱۱)

۲- قبر امام حسین علیہ السلام کی حریم، قبر کے چاروں طرف سے ایک ایک فرسخ ہے۔ (تہذیب الاحکام: ۲/۲۵)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت میں لفظ کی ذرا سی تبدیلی کے ساتھ یوں بھی وارد ہوا ہے کہ قبر حسینؑ کی حرمت قبر کے چارون طرف سے فرسخ دَر فرسخ ہے۔ (ثواب الاعمال: ص ۸۵)

۳- حریم امام حسین علیہ السلام، آپ کی قبر کے چاروں طرف سے پانچ فرسخ ہے۔ (وسائل الشیعہ: ۱۰/۴۰۰)

۴- قبر امام حسین علیہ السلام (چاروں طرف سے) ۲۰ ہاتھ، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (کامل الزیارات: ۲۷۲)

۵- قبر امام حسین علیہ السلام (یعنی چاروں طرف سے) ۲۰ ہاتھ فی ۲۰ ہاتھ جنت کے ان باغوں میں سے ایک باغ ہے کہ جہاں سے آسمان کی طرف معراج حاصل ہوتی ہے۔ (بحارالانوار: ۱۰/۱۰۴)

۶- قبر امام حسین علیہ السلام کے ستر ہاتھ تک قبر مطہر کی مٹی اخذ کی جا سکتی ہے۔ (مصباح المتہجد: ۷۳۲)

۷- قبر امام حسین علیہ السلام ستر باع (دونوں ہاتھوں کی کشادگی کے برابر جو تقریباً چھ فٹ ہوتی ہے) فی ستر باع کی مٹی اخذ کی جا سکتی ہے۔ (المزار: ۱۴۵)

۸- قبر امام حسین علیہ السلام کی مٹی دس میل تک شامل ہے۔ (تہذیب احکام: ۷۲/۶)

۹- قبر امام حسین علیہ السلام ہر چار سو سے ایک فرسخ تک ہے۔ (کامل الزیارات: ۴۷۲)

۱۰- آج قبر امام حسین علیہ السلام کا مقام ۲۵ ہاتھ تک ہے، سامنے سے بھی ۲۵ ہاتھ سرہانے سے ۲۵ ہاتھ پائنتیں سے بھی ۲۵ ہاتھ پیچھے کی جانب سے بھی اور امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک جس روز سے آپؑ وہاں دفن ہوئے ہیں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (ثواب الاعمال: ص ۱۲۰)

۱۱- قبر سے چار میل کے فاصلہ پر واقع مٹی سے شفاء طلبی کی جا سکتی ہے۔ (کامل الزیارات: ص ۴۷۰)

۱۲- اگر امام حسین علیہ السلام کے حق کی معرفت رکھنے والا ان کی حرمت اور ولایت کا قائل مریض مومن قبر امام حسین علیہ السلام سے ایک میل کے فاصلہ سے خاک اخذ کرے تو وہ اس کے لیے شفاء و دواء ہے۔ (کامل الزیارات: ص ۴۶۷)

فقہائے عظام نے قدیم زمانے سے آج تک تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام سے شفاء طلبی کے متعلق وارد ہونے والی روایات کے متن و سند، لغوی و عرفی معنی، دلالت و عنایت وغیرہ سے بحث کی ہے اور یہ روایات صحیح ہیں یا ان کی کیا توجیہ

ہے؟ قبول کیا جائے یا نہ قبول کیا جائے، اس کے صحت و سقم پر گفتگو، عام و خاص، تخصیص وتقیید یا تاکید وغیرہ کے سلسلہ میں علماء کی تفصیلی گفتگو سے قطع نظر۔ خدا ان سب کو جزائے خیر دے۔ ایک بات تو فقہاء کے درمیان قطعی و اتفاقی ہے بلکہ اجماع پایا جاتا ہے کہ تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام سے تمام صورتوں میں شفاء طلبی جائز ہے اور متون فقہی میں ہماری چھان بین اور استقراء کے پیش نظر ہمیں دو آدمی بھی اس میں اختلافِ نظر رکھنے والے نہیں ملے۔ سب کی ایک ہی رائے ہے اور اس کی وجہ رسولِ خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے وارد روایات کی قوت وصحت ہے جس کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ اصل موضوع شفاء طلبی میں، خداوند متعال کی عنایت و عطاء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے عوض آپ کی خاکِ پاک شفاء قرار دینے کے بعد مزید کسی تکلف کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی ہے اور نہ ہی قبر، حائر، حریم، حرمہ وغیرہ کی تعیین میں عرف عوامی معیاروں پر پرکھنے کی احتیاج ہے بلکہ استثناءات وغیرہ کے صریحی قیود وغیرہ کو معنوی رخ اور معطی و مُعطی کے مابین روحانی پہلوؤں کو لحاظ کیا جائے گا۔ معطی اللہ ہے جو ہر شے پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اسی خدا نے ہوا، پانی، درختوں، پھلوں، پتھروں، بارش کے پانی، حرارت اور برودت وغیرہ میں شفاء قرار دی ہے۔ وہ اپنی مشیت کے مطابق کام کرتا ہے۔ کوئی اس سے سوال نہیں کرسکتا اور لوگوں سے ان کے اعمال کا سوال کیا جائے گا۔

اور مُعطی ایک ولی خدا، فرزند رسولِ خدا، راہ خدا کے عظیم مجاہد سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ہیں لہذا خلائق کے درمیان رائج استثناءات اور خصائص پر انھیں نہیں تولا جاسکتا۔ بس اس حد تک کہ حکم سے کیا مراد ہے۔ سمجھنے کے لیے تاکہ مقصود میں کمزوری اور مطلوب بدل نہ جائے چھان بین جائز ہے ورنہ عمومات، اطلاقات، سیاق کلمات

اور احکام میں مستند قرار پانے والے نصوص ثابت کرتے ہیں کہ تُربتِ پاک کربلا سے شفاء طلبی کا جواز روایات سے عیاں ہے اور اس پر عمل سے اصول ثابتہ یا فروعِ مسلمہ سے خروج لازم نہیں آتا۔ ہم اس مقام پر اس سے زیادہ قیل و قال کو خوفِ طوالت سے چھوڑ رہے ہیں اور جو قدر یقینی و اجماعی اور مسئلہ کے اندر اجماعی نظریہ ہے وہ پیش کر رہے ہیں کہ "خاکِ شفاء تُربتِ کربلا سے شفاء طلبی ایسا امر ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور صحیح روایات کے معنٰی سے جو اصل اور قانون اخذ ہوتا ہے وہ یہی ہے۔ ہاں محلِ اخذ تُربت وغیرہ کے سلسلہ میں ہمیں روایات معصومینؑ کی بیان کردہ حد بندی وغیرہ کو مدنظر رکھنا ہوگا جو کہ ۲۰ ہاتھ سے لے کر ۱۰ میل تک بیان ہوئی ہیں اور یہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے انتساب کی بنیاد پر ہے۔

اور اس حد بندی میں جاہلی عرف اور غیر معنوی معیاروں کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا ورنہ کوئی بھی قرآنی معارف اور دینی معالم اپنی اصل حالت پر باقی نہیں رہ جائیں گے اور ہر ایک کی تاویل کرنا پڑے گی جس کی تائید شرعی اعتبار سے ممکن نہ ہوگی۔

البتہ یہ بات منافات نہیں رکھتی اس قول سے کہ جس قدر قریب جگہ سے خاکِ پاک کو اخذ کیا جائے اتنا ہی بہتر اور بافضیلت تر ہے اگر چہ حرم مطہر کے دور ترین حصہ سے ہی کیوں نہ لایا جائے اس لیے کہ اس قول کی تائید روایات سے بھی ہوتی ہے جس میں "حائر کی مٹی" جیسا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اصل شفاء یابی بہت سی معنوی شرطوں سے متصل و مقرون ہے جیسے کہ نیت کرنا، طہارت کے ساتھ اخذ کرنا اور عقیدہ کے ساتھ اخذ کرنا وغیرہ، اور ان تمام اُمور کی تفصیل آیندہ بحثوں میں آئے گی۔ وہاں پر ہم الفاظ، لغوی معانی کے ساتھ مفہومی معانی اور

مصداقی مطالب بھی بیان کریں گے اور خارجی مصادیق سے آگاہی دیں گے۔

اس بات پر دلیل کہ تربت پاکِ امام حسین علیہ السلام میں رازِ الٰہی پنہاں ہے، جن کی طرف حضرت ابنِ عباسؓ کی روایت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ آپ کا بیان ہے: میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا کہ میں نے حضرت اُمِ سلمہؓ زوجۂ رسولِؐ خدا کے گھر سے چیخ چیخ کر رونے کی آواز سنی۔ میں گھر سے باہر نکلا۔ میرے ساتھ میرا غلام تھا۔ اس نے مجھے اُمِ سلمہؓ کے دروازے پر پہنچایا۔ وہاں اہلِ مدینہ کی بھیڑ لگی ہوئی تھی مرد و زن بھی جمع تھے۔ میں پاس گیا اور عرض کیا: اے اُم المومنینؓ! آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ کیوں اس قدر چیخ و پکار فرما رہی ہیں؟

انھوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ ہاشمی خواتین کی طرف متوجہ ہوئیں اور بولیں: اے بناتِ عبدالمطلب! میرا ساتھ دو اور گریہ کرو خدا کی قسم تمھارے سید و آقا، سردار جوانانِ بہشت شہید کر دیے گئے ہیں۔ خدا کی قسم! سبطِ رسول، ریحانۃ نبی امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا ہے۔

کسی نے کہا: اے اُم المومنینؓ! آپ کو کہاں سے یہ علم ہوا ہے؟

انھوں نے فرمایا: میں نے ابھی جنابِ رسولِؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ بال بکھرائے ہوئے سر پر خاک ڈالے ہوئے تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یہ آپؐ نے اپنا کیسا حال بنا رکھا ہے؟

رسولِؐ خدا نے فرمایا: میرا بیٹا حسینؑ اور اس کے اہل و اصحاب کو آج شہید کر دیا گیا ہے۔ میں نے انھیں ابھی دفن کیا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر آ رہا ہوں۔

اُمِ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہو گئی اور اس حجرے میں داخل ہوئی اور میں بدحواس تھی کہ میں نے دیکھا تربتِ حسینؑ جسے جبرئیلؑ کربلا سے لائے

تھے اور آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب یہ خاک خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا لال شہید کر دیا گیا ہے۔ اس خاک کو رسولؐ خدا نے مجھے عطا کرتے وقت فرمایا تھا: اے اُمِ سلمہؓ! اس کو کسی شیشی میں رکھ لو اور یہ تمھارے پاس ہی رہنی چاہیے۔ جب یہ خاک تازہ خون کی طرح اُبلنے لگے تو سمجھ لینا کہ میرا لال حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔ ابھی میں نے اس شیشی کو دیکھا کہ وہ خاک خون تازہ کی طرح اُبل رہی ہے۔ جناب اُمِ سلمہؓ نے اس خون کو لیا اور اپنے چہرے پر مَل لیا اور اس روز آپ نے پورا دن گریہ وزاری اور ماتم حسینؑ برپا کیا اور پھر کئی روز کے بعد مسافروں نے آکر خبر کی تصدیق کی اور یہ آشکار ہو گیا کہ اسی روز امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تھا۔ (امالی طوسی: ۳۱۴)

اس روایت کو متعدد اہلِ تحقیق اور اصحابِ فن نے مختلف اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس روایت کے اندر صریحی بیان موجود ہے کہ خاکِ پاک کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ کسی خاک کو حاصل نہیں ہے بلکہ کسی دوسری خاک کا خاکِ کربلا سے مقایسہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔

یاد رہے کہ عرف کی زبان پر استعمال ہونے والے کلمات صرف فہم معنٰی کے لیے مفید واقع ہو سکتے ہیں، یعنی عرف صرف معنٰی کو سمجھنے میں مددگار ہو سکتا ہے۔ تعیین و تحدید یعنی حدودِ کربلا و خاکِ شفاء کی حد بندی عرف کا کام نہیں ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

ایک بات بلکہ کم ترین چیز جو اس مقام پر کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ جناب اُمِ سلمہؓ ام المومنین کا عمل عزائی پہلو کا حامل ہے۔ جو واضح ہے اس لیے کہ انھوں نے خاک کے خون ہو جانے کے بعد اسے اپنے چہرے پر مل لیا تھا اور اس روز کو انھوں نے

روزِ غم، روزِ ماتم اور روزِ نوحہ وگریہ قرار دیا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ وزاری اور ماتم داری کی تھی لہٰذا کسی کے لیے یہ اعتراض کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ عزائی اعمال اور رثائی مراسم پر طعن و تشنیع کرے کہ تم لوگ کیوں چہرہ پر خاک و خون ملتے ہو وغیرہ، بلکہ اس دن (عاشوراء) کو اور بلکہ دس دن تک ماتم حسینؑ و نوحہ اور گریہ زاری سے مختص قرار دینا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سارے اُمور شعائر ہیں، جن کی شرعی حیثیت دین میں ثابت ہے اور وہ بھی اہلِ بیت علیہم السلام کے قول و عمل دونوں سے ثابت ہے۔

روحی و روحانی پہلو

اللہ عزوجل نے تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام میں شفاء کو صرف جسم کی صحت و سلامتی اور بیماریوں سے شفاء کے لیے ہی قرار نہیں دیا ہے بلکہ مسئلہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے اس لیے کہ خاکِ کربلا میں روحی و روحانی پہلو کو دوسرے پہلوؤں سے کہیں زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہے اور اس امر پر روایات میں دلیل موجود ہے جو کہ دعاؤں اور توسلات پر مبنی وارد ہوئی ہیں اور عبد و معبود کے درمیان قوی روحانی رابطہ کو بیان کرتی ہیں۔ یقیناً خاکِ شفاء عبد و معبود کے درمیان بڑا معنوی وسیلہ ہے جس کا اعتراف قولی و عملی طور پر بندہ بارگاہ خداوندی میں کرتا ہے، اس لیے کہ جس وقت کوئی بندۂ خدا تربتِ امام حسین علیہ السلام سے شفاء طلبی کرتا ہے وہ ساتھ ہی ساتھ خدا سے دُعا بھی کرتا ہے تو گویا وہ خدا کی قدرت کا اقرار کر رہا ہوتا ہے اور اس کی ذات پر بھروسہ و توکّل بھی۔

ارشاد قدرت ہوتا ہے: "جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہے" اور "اللہ پر مومنین کو چاہیے کہ وہ توکّل کریں"۔ "اور اس کے اُوپر توکّل کرنے والوں کو چاہیے کہ توکّل کریں" اور چونکہ دُعا مغز عبادت بلکہ اصل عبادت ہے تو پھر

عبد کو چاہیے کہ وہ اپنی پوری توجہ ذاتِ پروردگار کی طرف مبذول رکھے اور لباسِ عبودیت کو اچھی طرح زیبِ تن کرے اور بہترین کلام کو زبان پر جاری کرے کیونکہ بہترین کلام اور نیک عمل ہی اس کی بارگاہ تک بلند ہو پاتے ہیں اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ طاہرینؑ سے ماثور و منقول دعاؤں کے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ماثور دعائیں طیب و طاہر معصومینؑ کے دہنِ اقدس سے صادر ہوئی ہیں لہٰذا جب یہ دعائیں نیک اعمال کے ساتھ متصل ہو جائیں گی اور وہ نیک عمل، معرفتِ قبر امام حسینؑ کے ساتھ ان کی خاکِ پاک سے شفا طلبی ہے شاید یہی وجہ ہے کہ امام معصومؑ نے اس خاک کو اخذ کرتے وقت بھی اور اس سے شفاء طلبی کے وقت بھی ماثور دعاؤں اور قرآنِ مجید کے سوروں کو پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس طرح شفاء طلب کرنے والے کے اندر روحی و روحانی پہلو مزید قوت پیدا کرے گا۔

روایات میں وارد عام کلمات سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ خاکِ شفاء کی شفاء صرف جسمانی امراض میں محدود نہیں ہے بلکہ یہ خاکِ پاک ہر قسم کے امراض کو دور کرتی ہے چاہے وہ بیماریاں نفسیاتی ہوں یا روحی، غیر قابلِ علاج ہوں یا عام بیماری، پرانی ہوں یا عارضی، ظاہری ہوں یا باطنی، وقتی ہوں یا پائیدار سب بیماریوں کا علاج اس پاکیزہ خاک میں مضمر ہے (فِيهِ شِفَاءٌ مِن كُلِّ دَاءٍ)۔ اگرچہ اس کلام کا ظہور بدنی بیماریوں سے متعلق معلوم ہوتا ہے لیکن واقع و خارج میں شاہد و گواہ ہے کہ خاکِ شفاء کی شفاء ہی بہت وسیع مرحلہ ہے۔

یہ قول کہ صرف اس خاکِ پاک سے لگی ہوئی بیماریوں کو دور کیا جا سکتا ہے یعنی رفعِ بیماری سے مختص ہے دفعِ بیماری سے نہیں یعنی آنے والی بیماریوں کو روک نہیں سکتی ہے تو یہ قول ناقابلِ قبول اور غیر قابلِ توجیہ ہے اور حق تو یہ ہے کہ یہ پاکیزہ

خاک دفع بیماری کو بھی شامل ہے لہٰذا جو شخص کسی بیماری کے لگ جانے سے خائف ہے یا شدت بیماری سے خائف ہے وہ بھی اس پاکیزہ خاک سے شفاء طلبی کرے تو باذن الٰہی شفایاب ہو جائے گا اور بیماری لگنے سے محفوظ رہے گا لہٰذا یہ قول کہ لاحق بیماری کا خاکِ شفاء علاج کرتی ہے بس، کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہے بلکہ روایات کا اطلاق مکمل بیماریوں کے علاج کو بھی شامل ہے اور یہ کہنا کہ شفاء طلبی کے وقت گمان شفاء رکھنا چاہیے یہ بھی صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے قوی بات اعتبار و عبرت کی یہ ہے کہ خاکِ شفاء سے شفاء یابی یقینی مسئلہ ہے اور جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا کہ خاکِ شفاء ہر بیماری کا علاج ہے چاہے وہ لاحق ہو جانے والی بیماری ہو یا خوف ہو کہ لگ نہ جائے ان سب کے لیے فقہیہ قواعد موجود ہیں کہ ان میں عمومیت ہے اور حکم کو عموم و شمول دینے سے کوئی چیز مانع بھی نہیں ہے۔ مزید تکلف اور اس سے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ہم ماثور دعاؤں کی بحث چھیڑیں گے تو وہاں کچھ تفصیلات اور کلمات کی تشریحات پیش کریں گے ان شاء اللہ۔

اعتقادی پہلو

یہ بات کسی پر مخفی نہ رہے کہ تربت پاک امام حسین علیہ السلام سے شفا طلبی میں اعتقادی پہلو تمام دیگر پہلوؤں سے اقوی ہے۔ اسی بنیاد پر شفاء طلبی میں اعتقاد رکھنے کو دوسرے شروط کے مقابل میں بہت اہم قرار دیا گیا ہے لہٰذا جو شخص معتقد نہیں ہوگا وہ خاکِ شفاء سے شفاء نہیں حاصل کر سکے گا اسی لیے روایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص خاکِ شفاء کو چاہت و لذت کی غرض سے کھائے اسے خاکِ شفاء کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس عقیدہ کے ساتھ خاکِ شفاء تناول کرے کہ خداوند متعال اس کی بدولت اسے نفع پہنچائے گا تو اسے ضرور

منفعت حاصل ہوگی اور شفایاب ہو جائے گا بلکہ بعض روایات میں صریحی طور پر وارد ہوا ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو شخص بغیر شفاء طلبی کے خاک امام حسین علیہ السلام کو تناول کرے گویا کہ اس نے ہمارا گوشت کھایا ہے''۔

اور امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے:

''جو شخص یقین کے ساتھ خاکِ شفاء تناول کرے اسے شفاء عطا کرے گی تو باذن الٰہی صرف خاک شفا ہی اس کے لیے دوسری دواؤں اور علاجوں سے کفایت کرے گی''۔

اس لیے اعتقادِ شفایابی خاکِ شفاء کے تناول کرنے میں بنیادی مسئلہ ہے اور شاید اسی لیے بعض روایات میں یہ قید بھی ذکر ہوئی ہے کہ شفا طلبی کرنے والا اہلِ بیتؑ کا شیعہ ہو جیسا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ فِي تُرْبَةِ جَدِّي الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ شِفَاءً لِشِيعَتِنَا وَأَوْلِيَائِنَا

''اللہ عزوجل نے میرے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی تُربت میں ہمارے شیعوں اور چاہنے والوں کے لیے شفا قرار دی ہے''۔ (عیون اخبار الرضاؑ: ۱/ ۱۰۴)

اور بعض دیگر روایتوں میں خاکِ شفاء کے معجون کو صرف شیعوں کے درمیان تقسیم کرنے اور اس سے مداوا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے خاکِ شفاء سے مخلوط معجون کو صرف شیعوں کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ (المستدرک: ۱۰/ ۳۳۰)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"قبر حسینؑ کی خاک خوش بودار مشک ہے، اسے ہمارے شیعوں میں سے جو تناول کرے گا اُس کے لیے ہر بیماری سے دوا اور شفاء ہوگی اور جو ہمارے دشمنوں میں سے تناول کرے گا وہ چربی کی طرح پگھل جائے گا"۔ (مکارم اخلاق: ص۱۸۹)

عنقریب اس سلسلہ میں ان شاء اللہ مزید بیان اور بھی آئے گا۔

قرآنی پہلو

قرآنِ کریم وہ عظیم الٰہی کتاب ہے جس میں ہر شئی کا بیان اور ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔ قرآن کے اندر چار آیتوں میں لفظ "شفاء" وارد ہوا ہے ملاحظہ ہو:

۱۔ سورۂ یونس آیت ۵۷

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

"اے لوگو! تمھارے پروردگار کی طرف سے (یہ قرآن) تمھارے پاس نصیحت اور تمھارے دلوں کی بیماری کے لیے شفاء اور مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت بن کر آیا ہے"۔

شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ سے مراد بظاہر وہ دواء ہے جس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں موجود شک، نفاق، جہالت اور شرک سے پیدا ہونے والے فاسد عقائد جیسی بیماریوں سے شفاء ملتی ہے۔ وہ بُرے صفات ہیں جو بغض و کینہ اور حسد وغیرہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت کا معنٰی اور بھی وسیع ہے اور اس کی وجہ وہ صحیح روایات ہیں جو کہ سوروں اور مبارک آیتوں کی فضیلت میں وارد ہوئی

ہیں اور جو جسمانی، روحانی اور نفسانی بیماریوں میں اثر انداز ہونے کو بیان کرتی ہیں۔

۲-سورۂ نحل آیت ۶۸،۶۹

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

"اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں گھر بنا لے پھر ہر قسم کے پھل کا رس چوس لے اور اپنے پروردگار کی طرف سے تسخیر کردہ راہوں پر چلتی جائے ان مکھیوں کے شکم سے مختلف رنگوں کا مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں ایک نشانی ہے"۔

شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اور قدیم وجدید علم طباعت نے اس کے بہت زیادہ فوائد کا مختلف بیماریوں اور زخموں میں موثر ہونے کا اعتراف کیا ہے البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ شہد تمام بیماریوں میں شفاء بخش ہو یا سارے انسانوں کے لیے شفاء دہندہ ہو کیونکہ ایک انسان کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو شہد سے شفاء پا جاتا ہے جبکہ دوسرا انسان اس سے شفاء نہیں پاتا ،شہد اپنے موقع ومحل اور انسان کی استعداد کے لحاظ سے اثر انداز ہونے میں فرق کرتی ہے۔ مقتضی الحال اور رکاوٹوں کے ہونے نہ ہونے میں بھی فرق ہوتا ہے۔ بہرحال اس سے اللہ واقف ہے لیکن روایات میں شہد

کے لیے متعدد جسمانی بیماریوں کا علاج معالجہ شہد کے آثار اور فوائد سے وابستہ ہے۔

۳-سورۂ اسراء آیت ۸۲:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

"اور ہم قرآن میں سے ایسی چیزوں کو نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لیے شفاء وراحت کا باعث ہے"۔

قرآن میں نازل ہونے والی ہر شے مومنین کے لیے شفاء ہے۔ قلق واضطراب سے شفاء، حیرت وسرگردانی میں شفاء، قرآن قلبِ مومن میں پہنچ کر سکون عطا کرتا ہے اور مومن، اطمینان، حفاظت اور امن وسلامتی کا احساس کرتا ہے۔ قرآن ہوا وہوس میں شفاء ہے۔ گندگی، لالچ، حسد اور شیطانی وسوسوں میں شفاء ہے اور یہ سب دلِ مومن میں پہنچ کر اسے کمزور اور بیمار بنا دیتے ہیں۔

قرآن عقل کے لیے بھی شفا ہے۔ جو اسے کج رویوں اور غلطیوں سے اور بے کار کی چیزوں میں سرگرم اور ضائع ہونے سے محفوظ کرتا ہے۔

قرآن جسم انسانی کے لیے بھی شفا ہے۔ جو اسے مسلسل عافیت کے ساتھ وتندرست رکھتا ہے اور اسے بیمار وبدحال ہونے سے بچاتا ہے۔

قرآنِ مجید شفاء ہے۔ ظاہری امراض سے بھی کہ جس سے مختلف قسم کی تعویزات وغیرہ کے ذریعہ شفاء حاصل کی جاتی ہے اور تمام ہم وغم دنیا، مصائب وآلامِ دنیا سے شفاء کا باعث ہے اور وہ اس طرح کہ خاص طرز پر مخصوص آداب کے تحت اگر اس کی کریمہ آیات کی تلاوت کی جائے۔

لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآنِ مجید ہر قسم کی ظاہری وباطنی، عقلی وجسمانی اور فردی وسماجی وغیرہ بیماریوں میں شفاء ہے۔

۴۔سورۂ فصلت آیت ۴۴:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝

"اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں قرار دیتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات کو کھول کر بیان کیوں نہیں کیا گیا؟ (کتاب) عجمی اور (نبی) عربی؟ کہہ دیجیے: یہ کتاب ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بھاری پن (بہرا پن) ہے اور وہ ان کے لیے اندھا پن ہے وہ ایسے ہیں جیسے انھیں دُور سے پکارا جاتا ہو"۔

اللہ عزوجل نے اپنی مکرم کتاب کی ان تین آیتوں میں یہ توصیف کی ہے کہ وہ شفاء ہے اور اس کلمہ میں عمومیت پائی جاتی ہے جو تمام امراض اور بیماریوں کو شامل ہے اور اس آیت کے اندر لما فی الصدور کی اضافت صرف موارد شفا کے بیان کی غرض کے لیے لائی گئی ہے نہ کہ محدود کرنا مقصود ہو، اس بات کی تائید بعد کی دو آیتوں سے اس طرح ہوتی ہے کہ ان میں شفاء بغیر اضافہ کے ذکر ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ قرآنِ مجید مومنین کے اُوپر عارض ہونے والے تمام امراض میں شفاء ہے اور وہ چیز جس کے ذریعہ دل، جسم اور عقل کی سلامتی چھن جاتی ہے اس میں شفاء ہے۔ یہ قرآن دلوں کے مذموم صفات سے پاک و پاکیزہ کرتا ہے جن بری صفتوں کے

باعث انسانوں کی محفوظ و سالم بنیاد بھی ڈھے جاتی ہے اور وہ نفس انسانی کو خواہشات کی پیروی کرنے اور شیطانی وسوسوں کا پلیٹ فارم بنا دیتی ہے اس لیے کہ جب قلبِ انسانی مریض ہو جائے تو انسان اضطراب اور شک و شبہات کی وجہ سے خوف و ہراس میں مبتلا ہو جاتا ہے نیز ایسی الٰہی صفات و نعمات سے محروم ہو جاتا ہے جو انھیں بری توصیفات کے باعث دل کے اندر پیدا ہو چکی ہے اور انسان کو خدا کی معصیت اور شیطان کی اطاعت کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔

بیمار دل کے لیے دو پہلو ہیں: ایک معنوی پہلو، دوسرا مادی پہلو اور قرآنِ مجید دونوں پہلوؤں میں شفا عطا کرنے والا ہے۔

دوسری جہت میں حضرات محمد و آلِ محمد علیہم السلام سے وارد کثیر روایات کے ذریعہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کے ذریعہ شفاء ملتی ہے پڑھ کر، لکھ کر، اس کا ختم شریف کر کے یا ورد کے طور پر تلاوت کر کے، ذکر یا حرز کے طور پر استعمال کے ذریعہ، پورا سورہ یا ایک دو آیتیں، بہر حال قرآنِ مجید ہمارے امراض درد و الم، زخم و گھاؤ، عسر و حرج، کمزوری و تھکن، دردِ سر ہو یا دردِ دل، جلن و سوزش ہو غرقابی سے نجات کا مسئلہ، کسی قسم کا ہم و غم ہو یا خوف و خطر، وہم و وسوسہ کی بات ہو درد و تکلیف ہو، علاج و معالجہ کا پہلو ہو یا احتیاطی بچاؤ کی تدبیر ان تمام اُمور میں قرآنِ مجید شفاء ہے۔

یہی صورت حال دوسری جانب بھی ہے یعنی دفع ضرر کے مقابل جلب منفعت کے لیے جیسے کہ تحفظ و سلامتی وُسعتِ رزق اور طلبِ اولاد و محبت و برکت اور اصلاح و فلاح کی خاطر قرآن سے استفادہ کرنا۔

قرآنِ مجید ہر قسم کی بیماریوں میں شفاء عطا کرتا ہے چاہے وہ امراض قلبی ہوں یا بدنی، نفسی ہوں یا عقلی جو بھی قرآن سے شفاء کا طلب گار ہوگا خدا اسے شفاء

عطا کرے گا۔ بس شرط یہ ہے کہ ایمان اور یقین میں لچک نہ پائی جاتی ہو۔ قدرت کا ارشاد ہے: "کہہ دو کہ وہ (قرآن) صاحبانِ ایمان کے لیے رہنما اور شفاء ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"وہ (قرآن) مومنین کے لیے شفاء اور پیکر رحمت ہے"۔

شفاء طلبی میں ایمان، بنیادی شرط ہے اور یقین اس کی بنیاد ہے اور اللہ پر توکّل نجاح وفلاح اور مقصود تک رسائی کا راز و رموز ہے۔ ارشاد قدرت ہوتا ہے:

"اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ہیں ان کے کانوں میں سنگینی ہے
اور وہ (قرآن) ان کے حق میں اندھا پن ہے"۔

یہی صورتِ حال بعینہٖ خاکِ شفاء سے طلبِ شفاء میں ہے لہٰذا جو سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق کی معرفت رکھتا ہے؟ ان کی حرمت و احترام سے واقف ہے اور ان کی ولایت کا قائل ہے بس اسی کے لیے آپؑ کی تربت پاک میں شفاء ہے اور جو مذکورہ صفات سے کورا ہے اسے خاکِ کربلا کبھی شفاء عطا نہیں کر سکتی ہے اور اس امر کی صریحی وضاحت خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرما دی ہے۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"جو ہمارے شیعوں میں خاکِ شفاء کو تناول کرے گا اس کے لیے خاکِ شفاء ہر بیماری کی شفاء ہے اور جو ہمارے دشمنوں میں سے خاکِ کربلا کو کھائے گا وہ اسی طرح پگھل جائے گا جس طرح چربی پگھل جایا کرتی ہے"۔ (بحار الانوار: ۹۸/ ۱۳۲)

اس سلسلہ میں مزید بیان اس کے اپنے مقام پر آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور وہ آیت کہ جس میں شہد کی مکھی پر وحی کا تذکرہ ہوا ہے اور اسے حکم دیا گیا

ہے کہ وہ اپنے گھر تیار کرے، ہر قسم کے پھلوں سے عرق چوسے اور دُور دراز کی راہوں کو طے کر کے مختلف قسم کے رنگوں والے مشروب (شہد) کو تیار کرے کہ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے تو اس سلسلہ میں روایات کے اندر بڑی تاکید پائی جاتی ہے یہاں تک کہ روایات میں آیا ہے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے:

"اللہ نے شہد کے اندر برکت رکھی ہے اور اس میں طرح طرح کی بیماریوں سے شفاء ہے اور شہد میں ستر نبیوں کو برکت ملی ہے"۔ (مکارم اخلاق: ۱۴)

اس روایت میں ستر کا عدد مقرر نہیں ہے بلکہ مبالغہ کے طور پر یہ عدد ذکر ہوا ہے نیز مذکورہ آیت میں بھی واضح دلالت پائی جاتی ہے کہ امر پروردگار سے شہد کی مکھی جو شہد تیار کرتی ہے اس میں شفاء ہے ورنہ بنفسہ شہد کی مکھی یا شہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اس لیے کہ جب کسی شے سے ارادۂ الٰہی متعلق ہو جاتا ہے تو وہ شے ضرور بالضرور وجود پاتی ہے۔ اسی طرح تربتِ کربلا سے شفاء دہی کے حوالہ سے ارادۂ الٰہی متعلق ہو چکا ہے لہٰذا اب اس کی شفاء دہی میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

نیز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرما دیا ہے:

"اس (خاکِ کربلا) کے اندر اللہ نے شفاء رکھی ہے"۔

ایسی صورت میں اس کے اندر شک کرنا دَر حقیقت خدا کی قدرت پر اور کلامِ رسولؐ کی صداقت پر شک ہوگا جو کہ بغیر وحی کے کلام ہی نہیں کرتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ہم نے شہد کی مثال صرف مطلب کو سمجھانے کے لیے دی ہے ورنہ کہاں خاکِ کربلا اور کہاں شہد؟، قیاس مع الفارق بلکہ مع الفوارق ہے۔

حدیثی پہلو

حق تو یہ ہے کہ اس باب میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور مفسرین، متکلمین، محدثین، عارفین، فقہاء، اصحابِ فن اور اہلِ تحقیق و نظر سبھی نے اپنے اپنے دائرۂ کار میں احادیث مذکورہ کے متعلق بڑی وسیع و عریض بحثیں کی ہیں اور واضح و آشکار آراء پیش کی ہیں۔

بعض نے ان آیات کی تفسیر کی ہے جن میں لفظ شفاء ذکر ہوا ہے۔

بعض نے خاکِ شفاء کے سلسلہ میں عقیدہ شفاء کے بارے میں اس کے اصول اور عقائدی پہلو پر گفتگو کی ہے۔

بعض نے قبولِ حدیث و ردّ حدیث کے سلسلہ میں طے شدہ قوانین و ضوابط کے لحاظ اس موضوع کو چھیڑا اور یہ بحث کی ہے کہ سند صحیح ہے یا نہیں، متنِ حدیث سلامت ہے یا نہیں، ایک حدیث کا مضمون کہیں دوسری حدیث کے مضمون سے ٹکراؤ تو نہیں رکھتا؟ قرآنی آیات کے خلاف تو حدیث نہیں جارہی ہے؟ اور اسی طرح کے دیگر معیاروں کا جائزہ لیا ہے۔

بعض نے کعبۂ معارف کے اردگرد طواف کیا ہے اور موضوع کی تطبیق اس کے اُصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کی ہے۔

بعض نے لغت و ادب کے پہلو کو مدنظر رکھ کر گفتگو کی ہے تا کہ روایات میں مستعمل الفاظ کے معانی کی تحدید و تعیین کی جاسکے۔

بعض نے بحث کرنے والوں کے انداز کو اپناتے ہوئے حق اور حقیقت تک رسائی کے لیے ان موضوع پر گفتگو کی ہے اور ہر صاحبِ نظر کا خاص نظریہ اور اس کی اپنی دلیل ہے۔

فقہائے کرام نے ان احادیث کے سلسلہ میں تمام پہلوؤں کو موضوع بحث قرار دیا ہے اور اس کے تمام جوانب کا جائزہ لیا ہے تا کہ شفاء طلبی میں حکم کی تعیین ہو سکے۔ اب وہ چاہے خاکِ شفاء کے کھانے یا اسے شربت وغیرہ میں ملا کر پینے سے متعلق ہو یا اسے بدن پر پھیرنا، کسی شئ سے مخلوط کرنا، پکانا، اس سے افطار کرنا، اس کی مقدار یا وزن کتنی ہو، کیت وکیفیت پر بحث، علاج معالجہ یا پیش بندی کے حوالے سے، رفع بلاء، دفع آفات کے تعلق سے، ایک مرتبہ یا بار بار استعمال کے لحاظ سے، دواء کے طور پر استعمال کرنا ہو یا شفاء چاہت و رغبت کا عنصر کار فرما ہو ان سارے پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ خداوند متعال ان بزرگوں اور پارسا فقیہوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جو بات اس مقام پر کلی طریقہ سے کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ خاکِ شفاء سے طلبِ شفاء کے جواز پر تمام فقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اس کے بعد بعض نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے اور خاکِ شفاء سے شفاء طلبی کو مستحب جانا ہے لیکن کوئی ایک بھی فقیہ نہ گذشتہ زمانہ میں نہ موجود دور میں کوئی ایک بھی عدم جواز استشفاء کا قائل نہیں ہوا ہے اور جواز کے قائلین میں بعض فقہاء استحباب کے قائل نہ ہوتے ہوئے بھی خاکِ شفاء کے ذریعہ شفاء طلبی کو رجحان اور مقدم قرار دیا ہے اس لیے کہ بعض روایات میں رخصت پر تو دلیل ہے لیکن رجحان پر دلیل نہیں ہے، مگر روایات کے متون میں دقتِ نظر سے کام لیا جائے تو نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہے یعنی استحباب والا قول ہمیں زیادہ قرینِ صواب نظر آتا ہے جیسا کہ اس نظریہ کو بعض بزرگ معاصرین نے بھی اپنایا ہے اور ظاہری بات ہے کہ فتاویٰ کی بنیاد معتبر مصادر پر مبنی ہوتی ہے اور وہ بھی ان لوگوں (فقہاء) کے یہاں جو ملکۂ استنباط کے حامل اور قدرتِ اجتہاد کے

مالک ہوتے ہیں ورنہ دعویدار اجتہاد تو بہت سے ملتے ہیں لیکن ان کے اندر استنباط کا عنصر نہیں پایا جاتا ہے۔

شفاء طلبی کی روایات

ایک ایسی حقیقت کہ جس کے اندر کسی ایسے شخص کو کوئی شک وشبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو ذرا سا بھی شریعتِ اسلامیہ کے سلسلہ میں معلومات رکھتا ہے اور فقہ اہلِ بیتؑ سے آشنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام نے کسی بھی موضوع کو ایسا نہیں چھوڑا ہے کہ جس کا حکم حرمت یا حلیت، کراہت یا استحباب یا مباح ہونا نہ بیان کر دیا ہو بشرطیکہ وہ احکام سے تعلق رکھنے والی شے ہو، اسی طرح اس کے شروط، قیود اور آداب وسنن بلکہ جزا وثواب کو بھی بیان کیا ہے اور ہمارے علماء نے ان روایات و احادیث کو اپنی قیمتی تالیفات میں درج کیا ہے اور ہمارے پاس ان علمی فکری خزانوں کا ڈھیر موجود ہے کہ جن میں ہم اپنے موضوع سے تعلق رکھنے والے احکام وآداب کا اقتباس کرنے جا رہے ہیں۔ ہمارا محلِ گفتگو، تُربتِ حسینؑ سے شفاء طلبی ہے جس کے متعلق روایات کے اچھے خاصے مجموعے موجود ہیں:

- بعض روایات خاکِ شفاء کی فضیلت اور عظمت سے متعلق ہیں۔
- بعض روایات میں شفاء طلبی کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔
- بعض روایات میں خاکِ شفاء کی مقدار کا تذکرہ ہے۔
- بعض روایات میں شفاء طلبی کے آداب وسنن کا بیان ہے۔
- بعض روایات میں شفاء طلبی کے موارد کو ذکر کیا گیا ہے۔
- ان میں سے بعض روایات امام کے ہاتھوں عملی طور پر انجام پانے والے معالجہ پر مشتمل ہیں جبکہ امام معصوم نے اس کی اجازت بھی دی اور رہنمائی

بھی کی ہے کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

- ان میں سے بعض روایات، مختلف بیماریوں میں طلبِ شفا کرنے والے کے شرعی حدود و قیود سے متعلق ہیں جو کہ اس طرح واضح اشارہ رکھتی ہیں۔
- ان میں سے بعض ان موارد کو بیان کرتی ہیں کہ جن میں تربتِ پاک کا اخذ کرنا منع کیا گیا ہے۔
- ان میں سے بعض موارد تاثیر و عدم تاثیر کو بیان کرتی ہیں اور ساتھ ہی اخذ تربت کرنے کے قصد اور شفا طلبی کرنے کے ارادہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور اس موضوع سے مرتبط تمام اجمالی و تفصیلی اُمور کو بیان کرتی ہیں۔ ذیل میں چند نورانی اقتباسات کا ایک گلدستہ پیش کیا جا رہا ہے:

تربتِ حسینؑ میں شفاء ہے

ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی فضیلت میں فرمایا:

> "آگاہ ہو جاؤ کہ قبۂ امام حسینؑ کے نیچے دُعا مستجاب ہوتی ہے اور ان کی تربت پاک میں شفاء ہے اور ائمہ، آپؑ کی ذُریت میں ہوں گے"۔ (کفایۃ الاثر: ۱۷)

سب سے بڑی دوا

سلیمانؒ بصری امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: قبرِ حسینؑ کی خاک میں ہر بیماری سے شفا اور خاکِ شفاء سب سے بڑی دوا ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۲/ ۲۶۲)

الٰہی معاوضہ

جنابِ محمد بن مسلمؒ سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اللہ عزوجل نے شہادت امام حسین علیہ السلام کے عوض ان کی نسل میں امامت، ان کی قبر کے پاس دُعا کی استجابت اور ان کی خاکِ قبر میں شفاء رکھ دی ہے اور ان کے زائر کی آمد و رفت کے ایام اس کی عمر کا حصہ شمار نہیں کیے جائیں گے"۔ (معالی السبطین: ۱/ ۷۳)

خاکِ قبر حسینؑ سے معالجہ

ابو صلاحؒ کنانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی خاک میں ہر بیماری سے شفاء ہے اور خاکِ شفاء سب سے بڑی دوا ہے۔ اس خاک میں شفا ہے چاہے ایک میل کے فاصلہ سے ہی کیوں نہ اخذ کی گئی ہو لہٰذا جو شخص بھی خاکِ پاک امام حسین علیہ السلام سے معالجہ کرے گا اللہ عزوجل اسے اس بیماری سے ضرور شفاء عطا کرے گا مگر یہ کہ اسے موت کی بیماری لگ گئی ہو"۔ (معالی السبطین: ۱/ ۷۵؛ کامل الزیارات: ص ۲۵۲)

شیعوں کے لیے شفاء ہے

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"میری قبر سے ذرا بھی تُربت نہ لو اس لیے کہ میرے جد حضرت امام حسین علیہ السلام کی تُربت کے علاوہ تمام تُربتوں کا کھانا حرام ہے ہاں اللہ عزوجل نے خاکِ پاک امام حسین علیہ السلام میں ہمارے شیعوں اور ہمارے چاہنے والوں کے لیے شفاء قرار دی ہے"۔ (جامع احادیث الشیعہ: ۱۲/ ۵۳۳)

درد والم میں شفاء دینے والی

سماعہؓ بن مران سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"تمام مٹی فرزندانِ آدمؑ پر حرام ہے سوائے قبر امام حسین علیہ السلام کی مٹی کے کہ جو شخص اسے کسی بھی درد والم میں کھائے گا اللہ اسے شفاء عطا کرے گا"۔ (بحار الانوار: ۹۸/ ۱۳۰)

سرخ تُربت

یونس بن ربیع سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرہانے سرخ تُربت ہے جس میں ہر بیماری سے سوائے موت کے شفاء ہے"۔

یونسؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس حدیث کو سننے کے بعد کربلا امام حسین علیہ السلام کے سرہانے حاضر ہوئے۔ وہاں زمین کو کھودا، ابھی ایک ہاتھ بھی نہیں کھودا تھا کہ سرہانے سے بآسانی سرخ مٹی ایک درہم کے برابر نکل آئی۔ ہم اسے کوفہ لے آئے اور اس سے معجون تیار کر کے لوگوں کو دینا شروع کر دیا اور لوگ اس سے شفاء حاصل کرنے لگے۔ (کافی: ۴/ ۵۸۸)

قبر حسینؑ کی خاک

سعدؒ بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مٹی کھانے کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

''حرام ہے مردار، خون اور سور کے گوشت کھانے کی طرح ہے سوائے قبر امام حسین علیہ السلام کی مٹی کے کہ اس کے اندر ہر بیماری کے لیے شفاء اور ہر خوف و ہراس سے امن و امان ہے''۔
(تہذیب الاحکام: ۹/۸۹)

انگلی کے پور کے برابر

سلیمانؒ بصری سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''اگر مومنین میں سے کوئی حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق کا شناسا ہو اور ان کی حرمت و احترام سے آگاہ ہو اور مریض ہو جائے پھر قبر امامؑ کی مٹی انگلی کے پور کے سرے کے برابر کھالے تو وہ اس کے لیے دواء ثابت ہوگی''۔ (مہج الدعوات: ۱۸۷)

بغیر لذت کے کھانا

ابویحییٰؒ واسطی ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''تمام مٹی کا کھانا سور کے گوشت کھانے کے مانند ہے۔ اگر کوئی شخص مٹی کھا کر مر جائے تو میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا، سوائے قبر حسینؑ کی مٹی کے کہ اس کے اندر ہر بیماری کی شفاء

ہے لیکن جو شخص اسے شہوت اور چاہت کے ساتھ کھائے گا وہ
اس کے لیے شفاء کا باعث نہیں ہوگی"۔ (علل الشرائع: ۵۳۲)

شفا طلبی کا قصد ہو

حنانؓ بن سدیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص بغیر شفاء طلبی کے قبر امام حسین علیہ السلام کی مٹی کو تناول کرے گا اس نے گویا ہمارے گوشت کو کھا لیا ہے"۔ (مصباح المتہجد: ۵۱)

ان روایات سے آشکار ہوتا ہے کہ یہ خصوصیت اللہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی منفرد شخصیت میں رکھی ہے اور یہ شفاء و سلامتی من جانب اللہ ہے۔ اللہ نے مومنین پر اپنا لطف خاص کرتے ہوئے خاکِ شفاء کو ان کے لیے وسیلہ قرار دیا ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ کی روایت میں الشفاء الف لام سے مزین ہے جس میں استغراق اور جنس پر دلالت موجود ہے۔ دونوں معنیٰ اور فرض میں یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام مراحل و حالات میں اس خاکِ پاک سے شفاء طلبی کی جا سکتی ہے۔ جسمانی و روحانی تمام امراض میں خاکِ شفاء باعثِ شفاء ہے۔ صرف جسمانی شفاء کا قائل ہونے والا قول نا قابلِ قبول ہے۔ تخصیص دیار بھی دلیل کا محتاج ہے اور کوئی دلیل نہیں ہے تخصیص پر دلالت کرنے کے لیے، لہٰذا خاکِ شفاء سے ہر بیماری میں چاہے وہ جسمانی بیماری ہو یا نفسانی ہر اس بیماری میں شفاء ہے جس کے اُوپر لفظ بیماری صادق آجائے اور خاکِ شفاء کو کسی خاص قسم کی بیماری یا کسی زمان و مکان سے مختص کرنا بیماری کی شدت و ضعف، خطرناک یا معمولی وغیرہ کسی سے مخصوص کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح نوعِ بیمار بھی محدود نہیں ہے۔ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو، بوڑھا ہو، چھوٹا ہو یا بڑا، قوی ہو یا کمزور ایک بیماری میں مبتلا رہا ہو یا متعدد بیماریوں میں مبتلا ہو کوئی

قید و شرط نہیں ہے۔ ہاں خاکِ شفاء سے استفادہ کرنے میں کچھ آداب و شروط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس میں سہل انگاری و تساہلی جائز نہیں ہے۔ جس کی تفصیل عنقریب آگے آئے گی ان شاء اللہ۔

طین یا تربت؟

سلیمان بصری سے مروی روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے لفظ "طین" کے بجائے "تربت" کو استعمال کیا ہے جبکہ حدیث نبویؐ میں اَلشِّفَاءُ فِي تُرْبَتِهٖ کا لفظ استعمال ہوا ہے لہٰذا عرفی استعمالات اور روایات کے اطلاقات کی طرف مراجعہ کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں لفظ ایک ہی معنٰی کے لیے ہیں بلکہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اگرچہ ہوسکتا ہے کہ عرفی استعمال اور لغوی اطلاق میں کہیں کہیں پانی وغیرہ کے ساتھ مخلوط ہونے یا نہ ہونے کے فرق کے ساتھ معنٰی میں فرق ہو جائے مثلاً پہلا لفظ طین پانی کے ساتھ مخلوط مٹی کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ بغیر پانی کے مخلوط مٹی کو تراب کہا جاتا ہے۔

چونکہ ائمہ طاہرینؑ سے وارد احادیث میں دونوں کا برابر سے استعمال موجود ہے پھر اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ خاکِ شفاء سے شفاء طلبی دونوں قسم کی مٹی سے جائز ہے یعنی پانی سے مخلوط ہو یا نہ ہو۔

بلکہ لغت اور عرف کے استعمال عام کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے طین اور تراب سے بھی زیادہ وسیع معنٰی رکھنے والے کلمات استعمال کیے ہیں جیسے حرم، حائر وغیرہ اور اس کے مکانی حدود کو ۲۰، ۵۰، ۷۰ وغیرہ ہاتھ سے حد بندی کی ہے جیسے ایک میل کے سرے تک یا اس سے زیادہ یہاں تک کہ دس میل تک۔ ظاہری بات ہے یہ سب اُمور عام میزانوں میں

نہیں پائے جاتے اور ہم نے نہیں دیکھا ہے کہ کبھی کسی قبر کے ماپ کے لیے ایک میل یا کئی میل کا پیمانہ استعمال کیا گیا ہو۔ یہ خاص قسم کا میزان ہے اور بعض کو بعض سے قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا ہے لہٰذا جو کچھ بھی اس سلسلہ میں کہا جائے گا وہ یا تو وہ پیمانے ہیں جو اصول و فروع سے اہلِ فن کے نزدیک متعارف و معمول پر مبنی ہیں انھیں پر ہی ناپے جائیں گے۔ لیکن حق بات تو یہ ہے کہ جو ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں معنوی پہلوؤں کو ملحوظ رکھا گیا ہے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث میں اِلّا اور ما خلا وغیرہ کے ذریعہ استثناء کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ گفتگو بڑی طولانی ہے اس کو اس کے محل و مقام پر ہی بیان کریں گے۔

بہترین تعبیریں

خاکِ شفاء کے لیے حدیث میں استعمال الدواء الاکبر لفظی اعتبار سے بہترین تعبیر ہے توصیف کے لحاظ سے افضل، معنیٰ کے لحاظ سے متقن، اثر کے لحاظ سے مکرم، ایمان کے لحاظ سے خوشگوار ترین، مصداق کے لحاظ سے عظیم ترین اور مفہوم کے لحاظ سے شریف ترین ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کلام کی منزلت متکلم کے مقام و منزلت کے اعتبار سے وزنی ہوتی ہے تو یاد رہے کہ اس تعبیر کو استعمال کرنے والے رئیسِ مذہب جعفری، معصوم امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں جو اپنے آباء طاہرینؑ سے یکے بعد دیگرے نقل کرتے ہیں یہاں تک کہ سلسلہ جناب رسولؐ خدا پر ختم ہوتا ہے جن کے لیے قرآن نے ارشاد فرمایا ہے: وہ وحی کے علاوہ گفتگو ہی نہیں کرتے ہیں، پھر ظاہری بات ہے یہ تعبیر انھوں نے اپنی طرف سے استعمال نہیں کی ہے یا مافی الضمیر کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی نہیں کی ہے بلکہ یہ تعبیر حق اور حقیقت و واقعیت ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ صیغہ افعل التفضیل میں کیا خاص پہلو اور

مخصوص معنیٰ ہوا کرتا ہے اور مقام تفاضل میں زمین کے دوسرے علاقوں سے خاکِ شفاء کا موازنہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مقام معنوی اور انتساب سرزمینِ کربلا کے لحاظ سے کسی بھی شے سے مقابلہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ سرزمین کربلا اپنی مخصوص جہت رکھتی ہے۔ عظیم ترین و بزرگ ترین جہت جو صرف اسی سے مختص ہے۔

اہلِ دانش و بینش بخوبی جانتے ہیں کہ اَلدَّوَاءُ الْاَکْبَرُ علم طب کی مشہور ترین تعبیر ہے کہ جس کے اندر بہت اجزاء سے ترکیبی ایسے موجود ہوتے ہیں کہ جو بہت اصیل و منفرد ہوتے ہیں۔ یہ بات مادی لحاظ سے ہے ورنہ معنوی اعتبار سے اس خاک کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے نسبت حاصل ہے۔

ضمانت بھرا علاج

کتاب معالی السبطین میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے خاکِ شفاء سے معالجہ میں شفاء کی ضمانت لی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے اس خاک میں شفاء رکھی ہے چاہے اس خاک کو ایک میل کے فاصلہ سے اخذ کیا جائے اور ہمیں اس نکتہ کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ بُعد مکانی کا تذکرہ ظاہری حد بندی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ظاہراً اس کا اشارہ اس شہر مقدس کی سرزمین کے حضرت امام حسین علیہ السلام سے منسوب ہونے کی طرف ہے۔ بعض روایات میں دس میل سے زیادہ کا بھی تذکرہ ہے۔ بعض بحثیں اس خاک کے سلسلہ میں استثنائی پہلوؤں کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے کی جاتی ہیں اور یہ استثنائی و خصوصی پہلو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ خدا کی خاص عنایت کے باعث ہے جس کے بارے میں انشاء اللہ آگے بحث کی جائے گی اور ہم بیان کریں گے کہ کلمۂ ”طین“ میں کیا خاص خصوصیت کو مدنظر رکھا گیا ہے اور یہ خاک حقیقت میں اپنے تمام انواع و اقسام اور اسلوب کے ساتھ مداوا

کی خصوصیت رکھتی ہے۔ بس اس کی حرمت اور شرعی طور پر معین کیے گئے تمام شروط کا لحاظ رکھا جائے لہٰذا ہر انسان پر لازم ہے کہ جو بھی خاکِ شفاء سے مداوا کرنا چاہتا ہے بھرپور طریقہ سے تمام آداب و احتیاط کا لحاظ رکھے اور اس سے شفاء طلبی کے لیے مقرر کیے گئے حدود سے باہر نہ نکلے۔

کیا شفاء شیعوں سے مختص ہے؟

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ خاکِ شفاء سے شفاء صرف اولیاء و شیعیانِ اہلِ بیت علیہم السلام سے مختص ہے اور یہ وہ بات ہے کہ جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، کیونکہ شفاء یابی کے لیے زمینۂ شفاء فراہم ہونا بڑی اہمیت کا حامل ہے اور یہ بات واضح ہے کہ فاعل کے یہاں فاعلیت میں کوئی کمی نہیں ہے۔ گفتگو قابل کی قابلیت و استعداد میں ہے کیونکہ خاکِ شفاء بارش کی مانند ہے جو ہر جگہ برستی ہے مگر اس کے اثرات و برکات مناسب زمینوں پر ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح خاکِ شفاء سے شفاء و استفادہ وہی لوگ کر پاتے ہیں جو (قلبِ سلیم) پاکیزہ دل کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں خاکِ شفاء سے طلبِ شفاء کرتے ہیں۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقامات سے آشنا ہوتے ہیں۔ اہلِ بیتؑ کے ولی (دوست) ہوتے ہیں۔ روحِ ایمان کے ساتھ حُسنِ اعمال و کردار کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کی پاکیزہ سیرت پر چلتے ہیں اور لباسِ زہد و پارسائی زیبِ تن کرتے ہیں اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں پاکیزہ دل یعنی قلبِ سلیم کے مالک ہوتے ہیں۔

قلبِ سلیم کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اس پر توکّل کرتا ہو اور امرِ الٰہی پر عمل پیرا ہو اور اس کی نواہی سے اجتناب کرتا ہو اور یہ اعتماد رکھتا ہو کہ خدا وندِ متعال اسے خاکِ شفاء سے شفاء ضرور دے گا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے

ابنِ ابی یعفور کی روایت میں صاف لفظوں میں بیان کیا ہے۔ جب انھوں نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ خاکِ شفاء کسی کو شفا دیتی ہے اور کسی کو نفع نہیں دیتی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا تھا: ''نہیں خدا کی قسم خاکِ شفاء ضرور بالضرور شفاء عطا کرتی ہے مگر اس شخص کو جو یہ اعتقاد رکھ کر خاکِ شفاء استعمال کرتا ہے کہ اس کے ذریعہ خداوند متعال شفاء عطا کردے گا''۔ (وسائل الشیعہ: ۱۰/۴۰۹)

یعنی اللہ کی جانب سے مطلوب کے حصول پر کامل ایمان ویقین ہونا چاہیے تبھی شفاء کی ضمانت ہے اور شیعوں سے مخصوص ہونے کے علاوہ زمینۂ شفا بھی فراہم ہونا اللہ کے عظیم احسانات میں سے ہے جو شیعوں کو ولایت اہلِ بیت علیہم السلام قبول کر لینے کی وجہ سے حاصل ہے، کیونکہ وہ اہلِ بیت علیہم السلام کی بچی ہوئی طینت سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ روایات میں ذکر ہوا ہے البتہ طینت کی بحث کو ہم اس کے مقام کے لیے چھوڑ رہے ہیں کیونکہ اس بحث میں بحث وتحقیق کرنے والوں کے نظریات بڑے مختلف ہیں جن میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے اور کوئی اس کی جنس و فصل اور نوع کے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو کوئی مادی یا معنوی پہلو پر نظر رکھتا ہے۔ بہرحال طینت کی بحث ایک مستقل بحث ہے جس میں تصور سے لے کر تصدیق تک اور سطحی نظر سے لے کر عرفانی ابحاث تک اس کے ماہرینِ فن نے بحث کی ہے اور احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں ''طینت'' کے کلمہ کی مراد کو بیان کرنے میں بڑی آراء پیش کی گئی ہیں اللہ حق وحقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

خاکِ شفاء کی عمومی تاثیر

ابنِ مہران کی روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''خاکِ پاک کربلا کا تناول کرنا ہر درد کو دور کر دیتا ہے''۔

روایت کا فقرہ یہ ہے: "جو شخص بھی کسی بیماری میں اسے تناول کرے گا خدا وند متعال اسے شفاء عطا کرے گا"۔

اس کلام میں یہ استثناء آشکار ہے کہ خاکِ کربلا کا تناول کرنا اور وہ بھی مومن کے جسم میں کسی بھی بیماری یا درد سے شفاء ہے لہٰذا کسی بھی درد کو معین نہیں کیا جاسکتا ہے نہ ہلکی نہ سخت درد کا فرق ہے نہ کمیت و کیفیت کا فرق ملحوظ ہے اور نہ ہی زمان و مکان کا ، ہاں کتنی مقدار میں تناول کرنا چاہیے کہ اس مقدار سے زیادہ نہ ہو اس کا بیان عنقریب آئے گا۔

امام علیہ السلام کے صریحی بیان میں خاکِ مقدس کے تناول کرنے کی بات ہے جو اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ خاکِ شفاء درد کو دُور کرتی ہے۔ مرض کا علاج ہے یعنی شفاء و عافیت حاصل ہو جاتی ہے اور جہاں تک اخذ و تناول کی بات ہے یہ حدیث اکل، حمل ، اخذ ، وضع وغیرہ تمام کیفیات کو شامل ہے کیونکہ کلمہ " وجع "نکرہ ہے جو عمومیت پر دال ہے۔ اس سے خاکِ شفاء کے موارد استعمال میں بغیر کسی تردید و تشکیک کے عمومی تاثیر کا نتیجہ نکلتا ہے اور اس باب میں وارد روایات سے یہی استفادہ ہوتا ہے یعنی ابن مہران ؒ والی روایت کے معنٰی سے کہیں زیادہ وسیع مفہوم و معنٰی پر یہ روایت دلالت کرتی ہے۔

خاص علامت

ابن ربیع ؒ کی روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خاکِ شفاء کو "تربتِ احمر" "سرخ خاک" سے توصیف کرتے ہیں اور یہ وہ نشانی ہے جسے رسولؐ خدا نے اپنی ایک زوجہ کے سامنے ذکر فرمایا تھا جب کہ گھر میں آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک ایسا فرشتہ حاضر ہوا تھا جو کہ اس سے قبل کبھی حاضر نہیں ہوا تھا اور اس نے یہ کہا تھا:

"آپ کا یہ بیٹا حسینؑ شہید کر دیا جائے گا اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ خاک بھی دکھلا سکتا ہوں جہاں اس فرزند کو شہید کیا جائے گا"۔ (مسند احمد: ۶/ ۲۹۴)

راوی کہتا ہے کہ پھر اس نے سرخ رنگ کی خاک عطا کی تھی۔

اس علامت کا تذکرہ دوسری روایات میں بھی ہوا ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ سرخ رنگ کی یہ صفت تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام سے مخصوص ہے اس کی شفاء دہندگی کے ساتھ ساتھ، جبکہ یہ رنگ دوسری خاکوں میں بھی پایا جاتا ہے لیکن ان کے اندر شفاء نہیں ہے اور تربتِ سرخ کربلا سے راوی نے امامؑ سے حدیث کو سننے کے بعد تجربہ کیا اور خدا کے فضل و کرم سے شفایاب بھی ہو گیا، کیونکہ یہ خصوصیت امام حسین علیہ السلام کو خدا نے عطا کی ہے اور سرخ رنگ کو صرف نشانی کی حیثیت حاصل ہے اس کا شفاء سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (واللہ العالم!)

استثنائی عطا

سعدؒ بن سعد سے مروی روایت میں دقتِ نظر سے یہ آشکار ہو جاتا ہے کہ مٹی کھانا حرام ہے کے عموم سے خاکِ شفاء کا استثناء کوئی معمولی بات اور کم اہمیت کا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ مٹی کھانے کی حرمت کو خون اور مردار اور سور کے گوشت کے کھانے سے تشبیہ نہایت شدت پر دلالت کرتی ہے۔ یہ استثناء جسے اللہ نے قبر حسینؑ کی خاک کو عطا کیا ہے یقیناً اس کی عظمت و منزلت کے پیش نظر ہے جسے اللہ نے ہر بیماری سے شفاء اور ہر خوف سے امان قرار دیا ہے اور موارد خوف کو کسی زمان و مکان میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ وہ خوف روحی ہو یا جسمی، علمی ہو یا عملی، فردی ہو یا سماجی، رفع خوف کرنا ہو یا دفع خوف، وسیع پیمانے پر خوف لاحق ہو یا محدود طور پر،

دائمی خوف لاحق ہو یا شمولیت کے اعتبار سے، بہر حال خاکِ شفاء ہر درد و بیماری سے شفاء ہونے کی طرح ہر قسم کے خوف و ہراس میں امن و سلامتی کا باعث ہے البتہ اس سلسلہ میں اس کے محل پر گفتگو کی جائے گی۔ فی الحال اس مقام پر چند اُمور کو لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

سلیمانؓ بصری کی روایت میں شفاء طلبی کے حوالہ سے بعض قیود بڑی اہمیت کے حامل ہیں ملاحظہ ہوں:

۱- ایمان ہونا چاہیے۔ (مِنَ الْمُؤمِنِيْنَ)

۲- حق حسین علیہ السلام کی معرفت ہونی چاہیے۔ (يَعْرِفُ حَقَ اَبِي عَبدِ اللهِ عَلَيهِ السَّلَامُ وَحُرمَتَهُ وَوِلَايَتَهُ)

۳- خاک کی مقدار محدود ہونی چاہیے۔ (مِثْلُ رَأْسِ اَنْمُلَةِ)

بظاہر ان شرطوں اور اُمور میں سے کسی ایک کے خلل سے خاکِ شفاء سے فائدہ اُٹھانے والا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا، اس لیے کہ مومن کی قید سے کافر، مشرک، منافق اور ناصبی وغیرہ عنوانِ بحث سے ہی خارج ہو جاتے ہیں لہٰذا کسی ناصبی یا دشمنِ اہلِ بیتؑ کو ہدایت یافتہ بنانے یا قریب کرنے کی غرض سے خاکِ شفاء دینا مشکل امر ہے بلکہ باطل و غلط ہے اس لیے ہدایت یافتہ بنانے یا قریب کرنے کے لیے دوسرے اسباب و طرق کو استعمال کرنا چاہیے خاکِ شفاء کو نہیں، کیونکہ اس خاکِ پاک کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے انتساب کے باعث جو حرمت و خصوصیت حاصل ہے وہ دوسری چیزوں میں نہیں ہے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اہلِ بیت علیہم السلام سے بیگانہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی اسی بنیاد پر نہیں دیا جا سکتا بلکہ اہلِ بیت علیہم السلام سے عقیدت و محبت کے اظہار کے باوجود مخالفین کو خاکِ شفاء نہیں دینا چاہیے کیونکہ

حقِ زہراءؑ کے غاصبوں اورحق خلافتِ امیرالمومنینؑ کے افراد سے وابستگی رکھنے والوں اور تمام اہلِ بیت علیہم السلام سے بیگانہ لوگوں کے اہلِ بیت علیہم السلام سے اظہارِ محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اہلِ بیت علیہم السلام کے سرسخت دشمنوں سے دوستی وعقیدت سے بڑھ کر اور بغض وعناد کیا ہو سکتا ہے۔ یہ دل ہی تو ہے جو محبت کا مرکز ہے، جہاں دو متضاد محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں جو اہلِ بیت علیہم السلام سے محبت کرتا ہے اس کے دل میں ان کے دشمنوں کی محبت ہرگز جمع نہیں ہو سکتی۔ خداوند متعال کا ارشادِ گرامی ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ

"دل تو بس ایک ہے تو اس میں دو متضاد محبتیں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں"۔ (سورۂ احزاب: آیت ۴)

یعنی کسی شخص سے محبت ہو اور اس کے دشمن سے بھی محبت ہو؟

پھر بھلا وہ شخص کیسے خاکِ شفاء سے "جو کہ طیب طاہر ہے" شفا حاصل کر سکتا ہے جس کا دل نجس اور آلودہ ہے اور دوستانِ خدا سے دشمنی کے رجس اور پلیدی سے اور مریض ہے ان بزرگواروں کی عداوت سے جن سے محبت کرنے کا حکم خداوند متعال نے قرآنِ مجید میں تمام خلائق پر واجب کر رکھا ہے اس لیے کہ ایمان ومعرفت کی شرط، خاکِ شفاء سے شفاء پانے میں خواہ مخواہ نہیں رکھی گئی ہے بلکہ یہ بنیادِ شفاء ہے۔

یہ بات بھی سننے اور اعتبار کے قابل نہیں ہے کہ جناب خاکِ شفاء تو تکویناً اپنے اندر شفاء کی طاقت وتاثیر رکھتی ہے کیونکہ اس کی شان ہی اللہ نے ایسی قرار دی ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس طرح کے اُمور میں سہل انگیزی دَر حقیقت بنیادِ شفاء اور خاکِ شفاء کے ساتھ کھلواڑ ہے۔ خاکِ شفاء کوئی مشک وغیرہ کی طرح نہیں ہے جو ہر کس وناکس کو خوشبو پھیلاتی پھرے۔ اس کے اثرات مادی چیزوں جیسے نہیں ہیں

بلکہ جو شخص قوت شامّہ ہی کھو بیٹھے تو وہ مشک وغیرہ سے بھی خوشبو محسوس نہیں کر سکتا۔ جو سرطان وغیرہ کا مریض ہو اور موت کے منہ میں جا چکا ہو اس کا موت کے علاوہ کوئی دوا و علاج نہیں ہے (بُغضِ اہلِ بیت علیہم السلام کے ہوتے ہوئے خاکِ شفاء بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی)۔

اس بات سے یہ مطلب نہ نکالا جائے کہ خاکِ شفاء اہل لوگوں کے اندر تاثیر نہیں کرے گی یعنی صالحین، مومنین اور وہ لوگ جو کہ محبِّ اہلِ بیت علیہم السلام ہیں انھیں شفا نہیں دے گی۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ایمان کا مطلب تین چیزیں ہیں:

① زبان سے اقرار و اعتراف ہو۔

② اعضاء و جوارح کے ذریعہ عمل و کردار ہو۔

③ دل کے ذریعہ صحیح عقیدہ کو گانٹھ کی طرح باندھ لیا ہو جیسا کہ ان اُمور کے سلسلہ میں روایات میں ذکر آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی ایک حرف دوسرے کے بغیر مفید واقع نہیں ہوگا۔ اب یہ طے ہے کہ جو شخص حضرت ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہوگا اُن کے حق کا شناسا ہو اور ان کی ولایت کا علم و عمل کے ذریعہ معترف و مقر ہوگا وہ مریض باقی نہیں رہ جائے گا بلکہ خداوند متعال اسے تربتِ پاک، قبر سیّد الشہداءؑ سے ضرور شفاء عطا کر دے گا، بلکہ ایسا ہی شخص امام علیہ السلام کے ارشادِ گرامی میں منظورِ نظر ہے۔ جہاں امام علیہ السلام فرماتے ہیں: ”خاکِ شفاء ہمارے شیعوں اور چاہنے والوں کے لیے شفاء بخش ہے“۔

لہٰذا شیعیت و ولایتِ اہلِ بیتؑ جملہ شروط و قیود کے ساتھ ظاہری و باطنی اور علمی و عملی شرائط کو ملحوظ رکھے ہوئے لازمی شرط ہے۔

یہاں پر ایک قرآنی معرفت بھرا نکتہ بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ ایمان اسلام کے علاوہ شے ہے لہٰذا جو لوگ بغیر ایمان کے اسلام کے دعویدار ہیں وہ ان بدوؤں جیسے ہیں کہ جو کہہ رہے تھے کہ ہم ایمان لائے ہیں اور خدا نے ان کے قول کی تردید یہ کہہ کر کر دی کہ" کہو ہم اسلام لائے ہیں ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ ابھی ان کے دلوں میں ایمان داخل تک نہیں ہوا ہے"۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ (سورہ حجرات آیت ۱۴)

بدوی لوگ کہتے ہیں: ''ہم ایمان لائے ہیں، کہہ دیجیے تم ایمان نہیں لائے بلکہ تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا ہے اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کمی نہیں کرے گا، یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے"۔

اس آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے کہ جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے جبکہ ان کے صرف اسلام کا اقرار ثابت ہوتا ہے اور درج ذیل آیتِ کریمہ میں مومنین کی تعریف کی گئی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ (سورہ حجرات آیت ۱۵)

"یعنی وہ لوگ مومنین ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے
رسول پر تو انھوں نے کبھی شک نہیں کیا بلکہ راہِ خدا میں اپنی
جان و مال کے ذریعہ جہاد کیا وہی لوگ تو سچے ہیں"۔

اس آیتِ کریمہ اور روایات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ مومنین غیر از مسلمین ہیں اور اللہ نے قرآن مجید میں اپنے تمام اوامر اور نواہی میں صرف مومنین ہی کو مخاطب قرار دیا ہے اور جگہ جگہ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہا ہے ہمیں قرآن میں کہیں بھی یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا کے عنوان سے خطاب نہیں ملا لہٰذا ہمارے محلِ گفتگو کا بھی حکم اس اُمت کے بدوؤں کو شامل نہیں ہوگا اور وہ وہی لوگ ہیں جو ولایتِ اہلِ بیت علیہم السلام پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ان کے دشمنوں کو ان کے اُوپر برتری وفضیلت دیتے ہیں اور ان ظالموں کی اطاعت کرتے ہیں جنھوں نے ائمہ اطہار علیہم السلام پر اور خاص طور پر حقِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو غصب کیا ہے اور وہ سلاطینِ جور، ملوک بنی اُمیہ جیسے امیر شام کو چاہتے ہیں جس نے اسلامی نظام کے اندر ملوکیت و بادشاہت کی بنیاد ڈالی اور اپنے شرابی بیٹے یزید پلید لعنت اللہ علیہ کو اُمتِ اسلامیہ کے اُوپر مسلط کر دیا جو کہ تاریخ کے سب سے بڑے جرم، سبطِ نبی حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا اور بناتِ رسولِ خدا کی اسیری اور اولادِ فاطمہ زہراؑ کے اموال لوٹنے کا سبب بنا اور اب جو بھی باطل تاویلوں اور بے بنیاد توجیہوں کے ذریعے جیسے خطا اجتہادی وغیرہ کا شوشہ چھوڑ کر یزید پلید کے بدترین جرائم کو کہ جس کی گندگی کسی طرح دھلنے سے دھل نہیں سکتی ہے توجیہ کرے گا وہ خدا اور رسولؐ کے سامنے جان بوجھ کر دین کے اصول و فروع منہدم کرنے کا ذمہ دار ٹھہرے گا اور ظاہر ہے کہ یہ مواقع یزید پلید کے لیے ان لوگوں نے فراہم کیے ہیں جنھوں نے اہلِ بیت طاہرین علیہم السلام پر ظلم

وستم کی بنیاد ڈال کر یزید پلید کے لیے زمینہ فراہم کیا تھا۔

بہر حال ایسے لوگوں کے لیے کوئی بھی معنوی و روحانی لذات ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ایسے لوگ کبھی تربتِ پاک کربلا سے شفا طلبی کرنے کے باوجود شفاء حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ خاکِ پاک صرف اہلِ ایمان وتقویٰ اور صاحب تربتِ مقدسہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق کی شناخت رکھنے والوں کے لیے شفاء ہے اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ معرفتِ حق حسین علیہ السلام واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کا تقاضا کرتی ہے اور معرفتِ امام وحقِ اہلِ بیت علیہم السلام کی شناخت کے لیے بہت سے مباحث اور مختلف پہلوؤں سے گفتگو کی ضرورت ہے اور بہت سے اصحابِ فن نے اس سلسلہ میں اپنی کتب میں بحث کی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

جہاں تک معین مقدار کی بات ہے تو انگلی کے سرے کے برابر مقدار ہونی چاہیے جیسا کہ اس روایت میں ذکر ہوا یا پھر ایک چنے کے برابر جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے جو طین یا تربت سے شفاء طلبی کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جن کا بیان ان کے اپنے مقام پر عنقریب آئے گا۔

درد و دواء

روایت شریفہ میں درد اور دوا دونوں کا ذکر آیا ہے (مَن كَانَ مَرِيضًا كَانَ لَهُ دَوَاءٌ) اگرچہ بظاہر جسمانی بیماری ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ اس سے عام معنیٰ کا ارادہ کیا گیا ہو کہ نفسیاتی اور روحی امراض وغیرہ جیسا کہ ہم نے ماقبل اس کی طرف اشارہ کیا ہے لہٰذا مریض ہونے کی قید خاکِ شفاء کے دائرۂ استفادہ کو مقرر کرتی ہے اور یہ آشکار کرتی ہے کہ بیماریوں میں ہی خاکِ شفاء سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔ بیماری کے علاوہ جیسے شہوت وچاہت وغیرہ کو پورا کرنے کے لیے خاکِ شفاء سے

استفادہ صحیح نہیں ہے اور اسی بات کی طرف ابو یحیٰی واسطی کی روایت میں صریحی طور پر اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"جو شخص شہوت و چاہت مٹانے کے لیے خاکِ شفاء کو کھائے گا اس کے لیے خاکِ شفاء شفا بخش نہیں ہوگی"۔

اس بنیاد پر خاکِ شفاء سے تجربہ و آزمائش کے طور پر استفادہ خاکِ شفاء کی توہین کے مترادف ہے شاید اسی لیے اس قید یعنی بیماری کی شرط ذکر ہوئی ہے۔ حقیقتِ حال سے تو خدا ہی واقف ہے اور یہ بھی طے ہے کہ ذاتی استعداد کا بہت زیادہ دخل ہے کسی بھی دواء کے استعمال میں چہ جائیکہ سب سے بڑی دوا کے استعمال میں کہ یہاں تو بہر حال بہت زیادہ اس کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری ہے اور عملی میدان میں بھی یہی مشاہدہ ہوا ہے لہٰذا خاکِ شفاء سے استفادہ کرنے والے پر لازم ہے کہ جس قدر خاکِ شفاء کے استفادہ کا دائرہ روایات معصومین علیہم السلام میں مقرر کیا گیا ہے اس دائرہ سے باہر قدم نہ رکھے کیونکہ شہوت و چاہت وغیرہ کا سدِّ باب کرنے کے لیے خاکِ شفاء کا کھانا نہ صرف یہ کہ مفید نہیں ہے بلکہ اس کی توہین بھی ہے۔

ایمان اور معرفت

یہ کہنا کہ ایمان اور معرفت، خاکِ شفاء کے کمالِ شروط میں سے ہے بالکل اسی طرح جس طرح نماز کا قنوت ہے تو یہ بے بنیاد بات ہے اور ان دونوں میں کوئی مماثلت نہیں پائی جاتی بلکہ روایات میں صاف ذکر ہوا ہے کہ کوئی مخالف شربتِ کربلا سے استفادہ نہیں کر سکتا یعنی اسے شفاء نہیں ملے گی۔

لیکن حق قول تو یہ ہے کہ ایمان خاکِ شفاء سے استفادہ میں قیدِ احترازی ہے۔ اسی طرح معرفت بھی بقدرِ امکان ضروری ہے۔ اس بات کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے

کہ خاکِ شفاء کی شفاء بخشی میں بھر پور بھروسہ ہونا چاہیے اور اس میں ذرا سا بھی سہل انگاری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ مخالفِ حق کو تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام سے شفاء طلبی کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہ خاکِ شفاء کے استعمال سے ہلاک بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے اور ہم نے اس سلسلہ میں فاعل کی فاعلیت اور قابلیت کے عنوان سے اشارہ کیا ہے بلکہ یہ مسئلہ تمام مقامات وموضوعات میں سمجھا سمجھایا ہوا ہے اور کسی کی دو رائے نہیں ہے بلکہ یہ تو مشاہدہ کی چیز ہے کہ تمام چیزوں میں چاہے وہ مادی اشیاء ہوں یا طبّی ادویہ جات جو کہ عمومی بیماریوں میں استعمال ہوتی ہیں سب میں قابل کی قابلیت اور فاعل کی فاعلیت کا مسئلہ ثابت ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ خاکِ شفاء سے صرف بندۂ مومن اور عارفِ حق ہی استفادہ کر سکتا ہے دوسرا نہیں۔

اب اگر کوئی اپنے عقیدہ کا عملی طور پر پابند نہ ہو تو اسے شفاء نہ ملنا کوئی منافات نہیں رکھتا۔ یہ تو واضح سی بات ہے جسے اصطلاح میں قیاس کے ہمراہ قضیہ کا نام دیا جاتا ہے۔ لہٰذا پابند مومن، خاکِ شفاء کی تعظیم وتکریم، ہر ثواب کے علاوہ تربتِ پاک سے شفاء بھی حاصل کرتا ہے جبکہ غیر پابند مومن اپنے عقیدہ یا عمل کی بنیاد پر ثواب وعقاب سے ہمکنار ہوتا ہے اگرچہ ضروری بات تو یہی ہے کہ عقیدہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنا فریضہ ادا کرے جو کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم کہیں کہ جرأت وتجاوز کی صورت میں بعض مرتبہ زمینۂ شفاء فراہم ہی نہیں ہوتا بلکہ مکمل طور پر دائرہ عبودیت سے بھی بندہ خارج ہو جاتا ہے اور یہی بات حق ہے۔

گنہگار بندہ اپنے عقیدے کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے کے باعث کبھی کبھی

دنیا ہی میں تو کجا آخرت میں بھی محروم رہ جاتا ہے اور خداوند متعال عادل بھی ہے اور رحیم بھی اور اس کی رحمت ہر شے پر محیط ہے۔

خاکِ شفاء کی مقدار کیا ہو؟

صحیح روایات میں کہ جن کے مفاد پر فقہاء کا اجماع منعقد ہوا ہے یہ ہے کہ خاکِ شفاء ایک چنا سے زیادہ مقدار میں نہیں ہونا چاہیے۔ بعض روایات میں اس مقدار کو "انگلی کے سرے کے برابر" تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

> "اگر مومنین میں سے کوئی مریض حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق اور آپؑ کی حرمت و ولایت کی معرفت رکھتے ہوئے آپؑ کی قبر مطہر کی خاک ایک انگلی کے سرے کے برابر اخذ کرے تو وہ اس کے لیے دواء و شفاء بن جائے گی"۔ (المصباح: ص۵۱)

اس مقدار میں خاکِ شفاء تمام مٹی کے کھانے کی عمومی حرمت سے استثناء کی گئی ہے۔ اس سے زیادہ کے فائدہ بخش ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ خلافِ قاعدہ وضابطہ شرعی ہے لہٰذا معین مقدار ہی شفاء بخش ہونے میں متعین ومقرر ہے اور اس کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے صریحی طور پر بیان فرمایا ہے: "ہر مٹی، مُردار، خون اور سور کے گوشت کے مانند حرام ہے سوائے خاکِ قبر امام حسینؑ کے کہ اس میں ہر بیماری سے شفاء ہے لیکن اس کو زیادہ (مقرر مقدار سے) نہ کھائے اور خاکِ شفاء میں ہر خوف سے امن وامان ہے"۔ (الکافی: ۶/ ۳۷۸)

اہلِ لغت نے حمص اور حمصہ کے معنیٰ میں بھی بحث کی ہے اور فقہائے کرام نے کلمہ "حمصہ" کے معنیٰ کی تعیین میں ان روایات کو پیش کیا ہے جو اس باب میں

وارد ہوئی ہیں لیکن جو بات اعاظم فقہاء و اکابر محدثین کے مجموعہ گفتار سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ روایات میں حمصہ سے مراد دال کے برابر مقدار ہے کیونکہ معنی و مصداق میں مطابقت کے اعتبار سے یہی مقدار درست معلوم ہوتی ہے اور یہ جو استدلال کیا گیا ہے کہ برکت کا تعلق ایک دال کے برابر خاکِ شفاء میں ہے اور تربت پاک بھی ایک دال کے برابر ہو تو شفاء و برکت رکھی ہو یہ تلازم درست نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں باتوں میں کوئی ملازمت و تلازم پایا ہی نہیں جاتا ہے اور یہ بھی درست نہیں ہے چونکہ نبی کریم ﷺ دال کو محبوب رکھتے تھے لہٰذا اتنی مقدار میں شفاء ہے وغیرہ، کیونکہ ان دونوں باتوں میں کوئی تلازم نہیں ہے لہٰذا ہم یہی کہیں گے کہ روایات میں جو لفظ حمصہ استعمال ہوا ہے وہ خاکِ شفاء کی مقدار کو ہی بیان کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ بس اور اس کا شفاء بخش ہونے نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ چنے کی مقدار ذاتی طور پر خاکِ شفاء کے شفاء بخش ہونے میں دخیل نہیں ہے اور نہ ہی جواز کے حکم بیان کرنے میں چنے کے برابر ہونا دخیل ہے۔ ہاں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جب خاکِ شفاء کے تناول کرنے کی کیفیت پوچھی گئی تو آپؑ نے یہ فرمایا:

> "جب تم میں سے کوئی تربتِ امام حسین علیہ السلام کو اُٹھائے تو اسے چاہیے کہ اپنی انگلیوں کے سرے سے اُٹھائے اور اس کی مقدار ایک چنے کے برابر ہو"۔ (مکارم الاخلاق: ص ۱۴۷)

اب سوال یہ ہے کہ چنے کے برابر اس کا وزن ہو یا اس کا حجم؟ اس میں بھی اختلافِ اقوال ہیں۔ قوی ترین قول وہی ہے کہ جسے بعض بزرگوں نے اپنایا ہے یعنی چنا کے حجم کے برابر ہو۔ ان بزرگوار کا کہنا ہے کہ روایات سے عیاں ہوتا ہے کہ چنے

کا حجم مد نظر ہے اس کا وزن نہیں، اور یہی معنٰی ذہن میں متبادر ہوتا ہے لہٰذا وزن کے اعتبار سے اگر مٹی کا وزن ایک چنے سے کم و بیش ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کا حجم ایک چنے سے زیادہ نہ ہو۔

مقدار کے اعتبار سے بھی ایک چنے سے زیادہ نہ ہو قرینِ احتیاط یہی ہے خاص طور سے ان تعبیرات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جن میں انگلی کے سرے کے برابر کی تعبیر وارد ہوئی ہے جو کہ تاکید کے ساتھ مجوزہ مقدار کے استعمال کی اجازت دیتی ہے اور ظاہری بات ہے کہ حمصہ یعنی چنے کا لحاظ اس کے کم حجم اور کم مقدار کے لحاظ سے بیان کیا گیا ہے اور اس میں واضح نشانی ہے کہ خاکِ شفاء وتربتِ پاک امام حسینؑ کس قدر فضیلت اور بابرکت ہے چاہے وہ قبر مبارک کے بالکل پاس کی ہو یا حرم کے اندر کی ہو یا حائر کے اندر کی ہو اور یہ اختلافِ روایت، اصل موضوع میں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ مومنین کے درمیان خاکِ شفاء کو اخذ کرنے میں یہ جو لفظ ''تربت'' استعمال ہوتا ہے اس مطلب کی تاکید کرتا ہے کہ قبر مطہر کے قریب تر یا اس سے تھوڑا دور یا اور دور کی ہو اگر چہ اَقرَبُ فَالاَقرَب زیادہ با فضیلت ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ قریب ترین خاکِ شفاء جلدی شفاء پہنچاتی ہے یہ محض استحسان ہے ورنہ قبر حسین علیہ السلام سے منسوب ہو جانے والی مٹی تاثیر میں درجہ بندی نہیں رکھتی ہے کیونکہ یہ تو مشیتِ الٰہی سے متعلق ہونے کے باعث شفاء بخش بنی ہے لہٰذا اس کا کسی دوسری خاک سے کوئی مقایسہ نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی خاصیت میں، لہٰذا خواہ مخواہ کی کوشش اس مسئلہ میں نتیجہ بخش نہیں ہے، ہاں معجزہ سے تعبیر کرنا جیسا کہ عرفِ حاضر میں کہا جاتا ہے یا کرامت سے تعبیر کرنا جیسا کہ اصطلاح میں کہا جاتا ہے بالکل بجا ہے اور اس سے موضوع میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا۔

یہاں پر حمصہ (چنا) کے سلسلہ میں وارد روایات کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ رفاعہؓ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"جس وقت جناب حق تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری سے شفاء عطا کر دی تو انھوں نے بنی اسرائیل کی طرف نظر دوڑائی تو انھیں برا لگا۔ آپؑ نے اپنا رُخ آسمان کی طرف کیا اور عرض کیا: اے میرے مالک و پروردگار! تیرا بیمار بندہ ایوبؑ اب شفایاب ہو گیا ہے اور اب اسے کوئی تکلیف نہیں ہے مگر یہ بنی اسرائیل مجھ سے نفرت کر رہے ہیں۔ اللہ نے انھیں وحی بھیجی کہ اے ایوبؑ! اپنی تسبیح کے دانوں کو لو اور اسے چھینٹ دو، ان کی تسبیح میں نمک تھے۔ ایوبؑ نے ایک مٹھی اٹھائی اور اسے چھینٹ دیا۔ اس سے دال پیدا ہوئی جسے تم لوگ چنا کہتے ہو اور ہم اسے دال کہتے ہیں"۔

اس روایت میں بہت سی جہتیں محلِ بحث ہیں جسے ہم اس کی جگہ پر بحث کرنے کے لیے چھوڑ رہے ہیں۔ اس مقام پر جو بات قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے بزرگ علماء و محققین جیسے طوسیؒ، کلینیؒ، شہید اولؒ، شہید ثانیؒ، قمیؒ، صدوقؒ، مفیدؒ، طبرسیؒ، علامہ حلیؒ، ابن فہدؒ، نراقی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے انوکھے اسلوبوں سے فقہی جہتوں کو بیان کیا ہے۔ ہم یہاں پر صاحب ریاض کے قول کو اس باب میں وارد روایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر کر رہے ہیں وہ فرماتے ہیں:

"روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ فقہاء کے استثناء (إِلَّا طِينُ قَبْرِ الْحُسَيْنِ لِلِاسْتِشْفَاءِ) یعنی "سوائے قبر امام حسین علیہ السلام کی خاک کے کہ جس کا شفاء کے لیے تناول کرنا جائز ہے"۔ یہاں طین سے مراد ہر مٹی ہے چاہے وہ خالص

ہو یا عرف ولغت کی اصطلاح میں پانی سے مخلوط مٹی مراد ہو، صاحب ریاض فرماتے ہیں: استثناء کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔

وہ آگے لکھتے ہیں: بعض روایات سے استفادہ ہوتا ہے جیسا کہ شیخ طوسیؒ سے مصباح میں مروی ہے کہ شفاء طلبی میں ماثور دعاؤں کے ساتھ سورۂ اِنَّا اَنْزَلْنَا کی قرأت کرنا شرط ہے لیکن نصوص روایات اور علماء کے فتاویٰ میں اطلاق وعموم پایا جاتا ہے۔ جو خاکِ شفاء کے مطلق جواز پر دلالت کرتا ہے اور شرط کے لیے مجھے کوئی قانون یا روایت بھی نہیں ملی ہے، بلکہ علماء کی ایک جماعت نے دُعا اور سورہ کی قرائت کو فضیلت وثواب میں زیادتی کا باعث جانا ہے جیسا کہ بعض شرطیں دوسرے مقامات پر ذکر کی جاتی ہیں اور یہی میرے نزدیک بھی اقویٰ ہے، کیونکہ قید لگانے والی روایت ضعیف ہے۔ قید لگانے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ ہاں اس کا لحاظ کرنا احتیاط کے قریب ہے۔ عمومی اصل جو یہ کہتی ہے کہ مطلق طور پر کوئی بھی مٹی کھانا حرام ہے کے خلاف یعنی قدر متیقن پر اختصار کرنا اور محدود رہنا بہتر ہے۔ یہیں سے واضح ہوجاتا ہے کہ خاکِ شفاء کا بغیر شفاء طلبی کے کھانا جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ شفاء طلبی کی قید کے ساتھ خاکِ شفاء کے کھانے کا جواز روایات کے نصوص اور علماء کے فتاویٰ سے مقید ہے۔ (ریاض المسائل: ۱۳/ ۳۳۱)

حق تو یہ ہے کہ صحیح اور موثق روایات خاکِ شفاء اُٹھانے کے وقت خاص دعاؤں کی قرأت کے ضروری ہونے پر تاکید کرتی ہیں، اس لیے بزرگوں کے کلمات اس بات پر متفق ہیں اور انھوں نے فتویٰ دیا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے وارد دعاؤں کی قرأت کرنا مستحب ہے اور شہید ثانیؒ نے مسالک الاحکام میں صراحت سے فرمایا ہے کہ ماثور دعاؤں کا خاکِ شفاء تناول کرتے وقت پڑھنا ضروری ہے اور

اسی طرح قدماء و متأخر فقہاء کے کلمات میں بھی اس کی تصریح وارد ہوئی ہے اور اس میں اہلِ بیت علیہم السلام کے امر کا اتباع و امتثال مدنظر ہے۔

اگرچہ خاکِ شفاء کے اخذ اور حمل میں اور تناول و استعمال میں فرق کرنے کا حکم مناسب نہیں ہے اور یہ تفریق معصومینؑ سے صادر کلمات سے عدم انس و الفت کے باعث یا مبادئ شریعت سے نادانی کے باعث اور روایات میں وارد تعبیروں کے دقیق معنٰی میں توجہ نہ رکھنے کے باعث وجود میں آیا ہے۔ ہم اس موضوع پر تمام قیل و قال میں تنقید و تبصرہ کرنے کے مقام میں نہیں ہیں کیونکہ اس موضوع پر پیش کی گئی آراء یا آئندہ وارد ہونے والی آراء و نظریات میں بڑی بحث کی گنجائش ہے۔ ہماری نظر میں درج ذیل موضوعات بڑی اہمیت کے حامل ہیں جن کی فہرست ملاحظہ ہو:

- تربتِ مقدسۂ کربلا کی ماہیت و حقیقت۔
- تربت، طین، تراب، حرم اور حریم کے معنٰی۔
- قبر شریف کے حدود اربعاء اور اس کی تاریخ۔
- اکل، حمل، استعمال اور تناول کے معانی و مفاہیم۔
- مقدار اور اس کی جگہ۔
- شفاء طلبی کے علاوہ استعمال اور مطلقاً متبرک ہونا۔
- غیر شیعہ کو تربتِ کربلا دینا۔
- شفاء طلبی کا جواز خاکِ شفاء سے مخصوص ہونا اور دیگر روضوں کی مٹی کا کھانا جائز نہ ہونا۔
- خاکِ شفاء کا قبر میں رکھنا اور میت کے خراب ہوجانے کے بعد نجس ہونے کا اشکال۔

- تحنیک اور اس کے احکام۔
- ماثور دعاؤں کی قرأت کی شرط ہونا۔
- غیر محترم مٹی کا دُعا و اذکار کے ذریعہ محترم بنانا۔
- کئی سال بیت جانے پر تُربت کا عنوان بدل جانا وغیرہ۔

یہ اور اس جیسے عناوین خاکِ شفاء سے متعلق ہیں اور ہم نے اس کتاب میں اختصار کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا موضوعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خاکِ شفاء کہاں سے اُٹھائی جائے؟

جو بات یہاں پر بڑی اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ وہ مکان اور جگہ کی حد مقرر کی جائے کہ جہاں سے شفاء کے لیے مٹی لینا جائز ہے۔ روایات میں بہت سی جگہیں اور محل و مقام ذکر ہوئے ہیں:

- چاروں طرف سے بیس ہاتھ
- ۲۵ ہاتھ
- ۷۰ ہاتھ
- ۴۲۰ فٹ تقریباً
- ۵ فراسخ
- چاروں طرف سے فرسخ
- چاروں طرف سے ۵ فرسخ
- چاروں طرف سے ۸ فرسخ
- ایک میل کے سرے تک
- چار میل کے سرے تک

❁ ۱۰ میل کے سرے تک

❁ حائر

❁ حرم

❁ پیر کی طرف سے ۲۵ ہاتھ، چہرے کی جانب سے ۲۵ ہاتھ، پشت کی جانب سے ۲۵ ہاتھ اور سر کی جانب سے ۲۵ ہاتھ۔

❁ ہر چار طرف سے ایک فرسخ

❁ ہر چار طرف سے پانچ فرسخ

ہمارے بزرگ علماء نے اپنی توانائی صرف کر دی ہے اس بات کی تحقیق میں کہ کس کس مقام سے خاکِ شفاء کو برکت اور شفاء طلبی کے لیے اخذ کرنا جائز ہے یا تربت کا کلمہ اپنے اطلاق میں کتنی مقدار کو شامل ہے۔ علماء کے اقوال و آراء اور نظریات بڑے مختلف ہیں۔ ہم مقصود کو واضح اور مراد کو آشکار کرنے کے لیے بعض روایات کو منابع اور مصادر کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی صحت و سقم روایات اور علماء کے قیل وقال کی طرف بھی سرسری اشارہ کرتے جائیں گے۔

اس باب میں وارد روایات

۱۔ عبداللہؒ ابن سنان امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام کو فرماتے ہوئے سنا ہے: قبر امام حسین علیہ السلام ہر چار طرف بیس ہاتھ ہے اور وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

اسحاقؒ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے: " قبر حسین علیہ السلام ہر چار طرف جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔ جہاں سے ملائکہ کو معراج ملتی ہے اور کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ایسا نہیں ہے جو

زیارت امام حسین علیہ السلام کے لیے خدا سے سوال نہ کرتا ہو ایک فوج نازل ہوتی ہے تو دوسری فوج اُوپر جاتی ہے"۔ (کامل الزیارات: ص ۲۵۰)

دونوں روایات میں امامؑ نے قبر حسین علیہ السلام کو بیس بیس ہاتھ بتلایا ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دونوں بزرگوار شیخ طوسیؒ اور ابن قولویہ قمیؒ ہمارے اکابرین میں سے ہیں اور دونوں روایت سند کے اعتبار سے بے اشکال ہے اور موثق ہے اور بہت سی معتبر کتابوں میں ذکر ہوئی ہے۔

۲۔ اسحاقؓ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "قبرِ امام حسین علیہ السلام کے مقام کو معروف و معلوم حرمت و احترام حاصل ہے جو اس کی حرمت کو پہچانے گا اور اس کی پناہ لے گا اسے پناہ مل جائے گی"۔ میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں اس کا محل و مقام بیان فرمادیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "قبر کی جگہ سے ۲۵ ہاتھ، قدموں کی طرف ۲۵ ہاتھ، چہرے کی طرف ۲۵ ہاتھ، پشت کی طرف ۲۵ ہاتھ سر کی طرف تک ہے"۔

امام علیہ السلام کی قبر کا مقام جس روز سے آپؑ وہاں دفن ہوئے ہیں جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ اسی جگہ سے امام کے زائروں کے اعمال کو آسمان کی طرف معراج حاصل ہوتی ہے۔ آسمانوں میں کوئی فرشتہ اور نبی ایسا باقی نہیں ہے کہ جو خدا سے قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے کے لیے اذن نہ مانگتا ہو پھر ایک فوج نازل ہوتی ہے تو دوسری فوج اُوپر چلی جاتی ہے۔ (کافی: ۴/ ۵۸۸)

۳۔ سلیمانؓ بن عمرو سراج بعض اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: قبر حسین علیہ السلام کی خاک کو قبر سے لے کر ۷۰ ہاتھ تک اخذ کیا جاسکتا ہے۔ (کامل الزیارات: ص ۲۵۷)

۴-سلیمان بن سراج بعض اصحاب امام علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا: "قبر حسین علیہ السلام سے چار سو بیس ہاتھ تک مٹی لی جا سکتی ہے"۔(بحارالانوار: ۹۸/۱۳۳)

۵-منصورؒ بن عباس یرفوعہ روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: "قبر حسین علیہ السلام کا حریم چاروں طرف سے پانچ فرسخ ہے"۔ (وسائل الشیعہ: ۱/۳۹۹)

۶-عبدالرحمن اصمؒ ایک کوفی آدمی سے نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "قبر حسینؑ کا حریم چار فرسخ تک ہے"۔(تہذیب الاحکام: ۶/۲۷)

۷-محمدؒ بن اسماعیل بصری بعض اصحاب سے نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قبر حسین علیہ السلام کی حرمت چاروں طرف سے ایک فرسخ تک ہے۔(المزار المفید: ص ۱۴)

۸-ابو حمزہ ثمالیؒ کا بیان ہے کہ میں مکہ میں تھا وہاں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں، میں نے اپنے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ حائر کی مٹی سے شفاء طلب کرتے ہیں کیا واقعاً اس میں شفاء ہے جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں؟ امام نے فرمایا: قبر سے لے کر چار میل کے سرے تک شفاء حاصل کی جا سکتی ہے۔(کامل الزیارات: ص ۲۵۶، ح ۱۷)

۹-ابو بکرؒ حضرمی امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا: قبر حسین علیہ السلام کی خاک میں شفاء ہے چاہے خاک کو ایک میل کے سرے سے لیا گیا ہو۔(کامل الزیارات: ۲۵۵، ح ۱۲)

۱۰-ابو طاہرؒ وراق، حجال سے اور وہ کئی اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''قبر حسینؑ کی تربت ۱۰ میل تک ہے''۔ (کافی: ۴/۵۸۸)

۱۱۔ عیسیٰؒ بن سلمان محمد بن زید سے اور وہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''حائر کی مٹی میں کہ جہاں امام حسین علیہ السلام دفن ہیں ہر بیماری سے شفاء اور ہر خوف سے امان ہے''۔

حق تو یہ ہے کہ روایات میں بڑی گنجائش ہے۔ فقہاء اور روایات کے ماہرین نے ان روایتوں کی سند مفاد معانی و مفاہیم میں بڑی آراء پیش کی ہیں۔ بعض کو صحیح جانا ہے اور بعض روایات کو رد کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے عظیم فقہاء اور ثقہ محدثین جیسے کلینیؒ، طوسیؒ، مفیدؒ وغیرہ نے ۷۰ ہاتھ یا ستر بالشت والی روایت میں نقد و بحث کی ہے جیسا کہ صاحب کامل الزیارات ابنِ قولویہ نے نقل فرمایا ہے۔ بعض فقہاء نے دو راویانِ حدیث کی بنا پر ان روایات کو ضعیف قرار دیا ہے اس کے علاوہ یہ مرسلہ روایتیں ہیں باوجود اس کے انھوں نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ اکابر فقہاء کے نزدیک ان روایتوں پر عمل کرنا جائز ہے۔

جن فقہاء نے ان روایتوں کو صحیح جانا ہے انھوں نے روایات کے متن اور دلالت سے تمسک کیا ہے۔ صحیحۂ یونس بن عبد الرحمٰن کہ جن کے اُوپر ماہرینِ فن نے اعتبار کیا ہے سے تمسک کرتے ہوئے اور یہ کہ یونس اصحاب اجماع میں سے ہیں۔ محل بحث و تحقیق میں لطیف ترین پہلو یہ ہے کہ شیخ مفیدؒ جیسے اور دیگر فقہاء نے حائر کی حد بندی میں یہی کہا ہے کہ وہ ۷۰ ہاتھ تک ہے۔ اس بنیاد پر متن روایت کو قوت ملتی ہے اور وہ اشکال سے محفوظ رہ جاتا ہے۔ اس کے باوجود بعض علماء کے نزدیک حائر کی حد بندی پر دلالت کرنے والی بعض روایات سے تمسک کرنا مشکل ترین مشکل ہے جو

کہتے ہیں ۲۵ ہاتھ سے زیادہ جائز نہیں ہے اور دوسرے بعض علماء نے تکلف سے کام لیتے ہوئے دونوں حدوں میں تساوی و برابری کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ ضعیف ترین رائے ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور مبانی فقہ سے اطلاع رکھنے والے علماء میں سے کسی نے اس قول کو قبول نہیں کیا ہے۔

یہ کہنا کہ یہ روایت کا ضعف شیخ طوسیؒ جیسے بزرگوں کے عمل سے جبران ہو جاتا ہے تو شیخ طوسیؒ کی شیعہ امامیہ کے نزدیک عظمت و منزلت کے پیش نظر ان کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ روایت جسے عبداللہ اصمؒ سے ابن قولویہؒ نے نقل کیا ہے اسے بھی بعض علماء نے اصم کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ مضمونِ روایت بھی ضعیف ہے لیکن اس روایت کے مطابق عام طور پر فقہاء کے فتاویٰ میں ترجیح نظر آتی ہے اور ان کے نزدیک بعض فقہی جہات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اعتماد کیا گیا ہے جیسے کہ خاکِ شفاء کا احترام اور کسی طرح اس کی توہین کا جائز نہ ہونا۔

اس مقام پر تسامح کی گنجائش والا قول بھی باطل ہے، کیونکہ اس پر اعتماد کرنا اکابر فقہاء کا اس کے مطابق فتویٰ دینا اعتماد اور اس کے مفاد پر اطمینان کی وجہ سے ہے۔

حجال کی روایت میں ۱۰ میل تک تربت پاک کی حد بندی ہے جسے شیخ طوسیؒ نے ماہرینِ فن سے نقل کیا ہے، مگر دوسرے متعدد اعاظم نے یہ کہہ کر روایت کو ضعیف قرار دیا ہے کہ اس کی سند میں ارسال پایا جاتا ہے اور متنِ روایت میں بھی اضطراب اور اجمال ہے اگرچہ بعض نے برکت کے کلمے کی جگہ تربت کا کلمہ رکھ کر تاویل کو صحیح قرار دیا ہے اور معنیٰ برکت میں موجود وسعت کے پیش نظر تاویل کے قائل ہوئے ہیں کیونکہ برکت شفاء کو بھی شامل ہے اور برکت کے نمایاں مصادیق میں سے ہے مگر یہ کہا جائے کہ کلمۂ برکت اپنے خاص معنیٰ میں ہے نہ کہ عام معنیٰ میں لیکن یہ قول دلیل

کا محتاج ہے اور معنائے برکت کو محصور کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اطلاق کے ظہور کا دعویٰ اطلاق ہی کے ذریعہ باطل ہے لہٰذا معنیٰ کی تعیین کے لیے لفظ کے اطلاق اور استعمال کے موارد ملاحظہ کیے جائیں گے اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ مراد کو سمجھنے میں محلِ استعمال کا دقیق و گہرا جائزہ دخیل ہوتا ہے اور ماہرینِ فن کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ محل اور مورد کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔

نسخوں کے اختلاف کو مستند قرار دے کر استدلال کو ناتمام سمجھنا ضعیف ترین آراء میں سے ہے۔ اس لیے کہ یہ طریقہ قوت کا باعث ہے نہ کہ ضعف کا، کیونکہ ناقل کی عظمت کو دیکھا جاتا ہے اور سند میں ارسال تمام موارد میں ضعف کا باعث نہیں ہوتا کیونکہ اس کے ضعف کو کسی نہ کسی وجہ سے جبران کرنے کا امکان ہوتا ہے جیسے کہ اعاظم و اکابر کا روایت کے مطابق عمل کرنا اس کے علاوہ مضمون کی صحت پر عملی اثرات کی گواہی دینا، بہر حال اس میں مختلف پہلو پائے جاتے ہیں لیکن جو بات اس موضوع میں یقینی ہے وہ یہ کہ تُربت ہو یا طین یا حائر ان سب میں شفاء ہے کیونکہ اللہ نے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو ایسی خصوصیت عطا کی ہیں جو اپنے اولیاء میں سے کسی کو نہیں عطا کی ہے لہٰذا عام معیاروں اور عرفی معانی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور خارج میں اس کے مصادیق کی تعیین بھی عرفی معانی و عام معیاروں پر نہیں کی جاسکتی۔

میں کہتا ہوں: یہ موضوع الٰہی پہلو اور خاص عطائے ربانی کا عنوان رکھتا ہے لہٰذا اس کا لوگوں کے درمیان رائج معیاروں سے مقایسہ نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ اللہ نے بعض موجودات میں کیا کیا خصائل قرار دیے ہیں جو معجزات اور عطایا الٰہی شمار کیے جائیں گے جیسے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے لیے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا۔ ارشاد قدرت ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (سورۂ انبیاء: آیت ۶۹)

جبکہ آگ کی طبیعت میں کسی طرح کی ٹھنڈک نہیں پائی جاتی ہے لیکن جب مشیتِ الٰہی اس بات پر قائم ہو جائے تو کوئی بھی شے قدرتِ پروردگار اور اس کی مشیت کے مطابق بدل جاتی ہے اور پھر اس موقع پر خلائق کے درمیان موجود معیاروں کا کوئی کردار نہیں رہ جاتا۔ یہی صورت حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی ہے کہ انھوں نے اپنے عصا کی ضرب سے بحکم پروردگار پانی کے اندر راستے بنا دیے۔ اس طرح کے اُمور میں بنیاد صرف مشیتِ الٰہی ہوتی ہے اور ہمارے محل گفتگو مسئلہ میں بھی مشیتِ الٰہی کا دخل ہے کہ اللہ نے تُربتِ امام حسین علیہ السلام میں شفاء قرار دی ہے جیسا کہ رسولِ خدا اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے مروی روایات میں وارد ہوا ہے۔ یہی صورتِ حال قرآنِ مجید کی آیات میں بھی ہے کہ جہاں بعض چیزوں اور شخصیتوں کو دوسری بعض چیزوں اور شخصیتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے جن کو دوسرے مادی معیاروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقام پر ہم چند آیات شریفہ کی طرف مقصود کو واضح کرنے کے لیے اشارہ کر رہے ہیں:

۱۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۳)

"یہ سب رسول وہ ہیں جنھیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے اور

بعض کے درجات بلند کیے ہیں اور ہم نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو کھلی ہوئی
نشانیاں دی ہیں اور روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید کی ہے"۔

جبکہ تمام انبیاء خداوند متعال کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور انھیں تائید پروردگار حاصل ہے لیکن اس کے باوجود اللہ نے بعض انبیاء کو دوسرے بعض پر فوقیت و برتری عطا کی ہے اپنی مشیت سے، اور اس راز کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے اسی نے حضرت موسیٰ کو کلام کے ذریعہ برتری عطا کی، حضرت عیسیٰؑ اس کی روح ہیں حضرت ابراہیمؑ اس کے خلیل ہیں حضرت اسماعیلؑ فدیہ بنے اور ہمارے نبیؐ کو خاتمیت عطا فرمائی۔

۲- وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (سورۂ اسراء: آیت ۵۵)

"اور آپ کا پروردگار زمین و آسمان کی ہر شیٔ سے باخبر ہے اور ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے اور داؤدؑ کو زبور عطا کیا ہے"۔

۳- وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ (سورۂ نحل: آیت ۷۱)

"اللہ ہی نے بعض کو رزق میں بعض پر فضیلت دی ہے تو جن کو بہتر بنایا گیا ہے وہ اپنا بقیہ رزق ان کی طرف نہیں پلٹا دیتے ہیں جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں حالانکہ رزق میں سب

برابر کی حیثیت رکھنے والے ہیں"۔

۴- وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ (سورۂ رعد آیت ۴)

"اور زمین کے متعدد ٹکڑے آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغات ہیں اور زراعت ہے اور کھجوریں ہیں جن میں بعض دو شاخ کی ہیں اور بعض ایک شاخ کی ہیں اور سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں اور ہم بعض کو بعض پر کھانے میں ترجیح دیتے ہیں اور اس میں بھی صاحبانِ عقل کے لیے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں"۔

۵- اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾

"بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل کیا ہے اور آپ کیا جانیں یہ شبِ قدر کیا چیز ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے برتر ہے"۔ (سورۂ قدر آیات ۱ تا ۳)

اس باب میں اور بہت سی آیتیں ہیں جو بہت سے اشخاص، زمانوں، مکانوں اور دیگر اشیاء کی برتری پر دلالت کرتی ہیں اور ان سب میں مشیتِ الٰہی دخیل ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے کرتا ہے "اور خدا جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مختص کر دیتا ہے" اور "بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بلا حساب رزق عطا کرتا ہے"۔ بلاشبہ

زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جنھیں چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے۔" ہم جن کو چاہتے ہیں بلند درجات عطا کر دیتے ہیں"۔ "ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت عطا کر دیتے ہیں"۔

اللہ عزوجل نے تُربتِ حسینؑ کو برتری عطا کی ہے۔ اسے تمام سرزمینوں کے تمام حصوں پر شرف بخشا ہے اور اس سرزمین کے اندر ایسے خصائص و امتیازات رکھے ہیں کہ جسے کسی اور سرزمین میں قرار نہیں دیا ہے اور ان میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر ہر بیماری کی شفاء، ہر خوف سے امن اور ہر شر سے تحفظ دینا رکھا ہے اور اس کے علاوہ اس سرزمین میں بڑے اَسرار و رموز ہیں جس کا علم خود اللہ کے پاس ہے جس کی اطلاع یا تو وہ خود رکھتا ہے یا وہ جسے اس کے لیے چن لیتا ہے اور خدا ہی خلق اور انتخاب کرتا ہے۔

فقہی مباحث، اُصولی مبانی، عرفی ملاکات، لغوی جہتیں، رجالی پہلو، صحت و سقم کے لحاظ سے ہوں یا نقد و تبصرہ کے لیے، سب کے سب مراد کی وضاحت، مقصود کی فہم و تفہیم، صحیح جگہ پر تطبیق کے لیے ہوتے ہیں۔ معنیٰ کی تعیین یا حد بندی کے لیے نہیں، جیسا کہ ہم نے یہ بات سابق میں بھی بیان کی ہے۔ خداوند متعال تمام اکابر علماء اور ماہرینِ فن کو جزائے خیر دے اور ان کی محنتیں اور کوششیں قابلِ شکر و لائقِ تحسین ہیں۔

قرآنِ مجید کی آیات کی تفسیر اور ان کے معانی سمجھنے کے لیے عیناً وہی باتیں ہیں ابھی ہم نے بیان کی ہیں، لغت اور عرفی استعمال کی طرف رجوع صرف مطلوب و مقصود کو جلدی سے اور ان پر بآسانی اطلاع پیدا کرنے کے لیے بروئے کار لایا جاتا ہے، ورنہ آیات کے حقیقی معنیٰ کو معین کرنے کے لیے کوئی اہل و استحقاق نہیں رکھتا سوائے ان لوگوں کے لیے جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور جن کے پاس اللہ نے علم

ودیعت فرمایا ہے۔ اس بنیاد پر کسی کو تفسیر قرآنِ مجید اپنی رائے سے کرنے کا حق نہیں ہے ہاں جنھیں علم و دانش سے نوازا گیا ہے اور جو لوگ ما انزل اللہ کو جانتے ہیں اور اللہ کے ارادہ سے اس کے کلام کی تفسیر کرتے ہیں وہ اہلِ بیتؑ رسالت و معدنِ نبوت ہیں۔ وہ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا، ان کے والد بزرگوار، اُن کے شوہر نامدارؑ اور ان کے معصوم فرزندانؑ ہیں خدا کا درود و سلام ہو ان تمام بزرگواروں پر۔

اسی طرح بقیہ سارے معصومینؑ سے صادر ہوئے بیانات جو تفسیر قرآنِ مجید اور اس کے معانی و مطالب کے بیان پر مشتمل ہیں اس بات پر دلیل ہیں کہ وہی بزرگواران اہلِ ذکر ہیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے نورانی کلمات اور متعدد خطبات میں کہ جسے آپؑ نے اکابر صحابہ اور وہ لوگ کہ جنھوں نے صحبت نبیؐ کا شرف حاصل کیا تھا کے سامنے صراحت سے محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے مفسر قرآن و معلم قرآن وغیرہ ہونے کی نشان دہی کی ہے۔ وہ نبی کہ جن کے بیان اور کلمات پر وحی کا پہرا تھا جیسا کہ قرآنِ مجید نے اعلان کیا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

"وہ اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق کلام نہیں کرتے بلکہ وہ وہی بولتے ہیں جو وحی ہوتی ہے"۔ (سورۂ نجم: آیت ۳-۴)

اسی طرح امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"جو مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو اس سے قبل کہ تم مجھے کھو دو اس لیے کہ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں۔ رسولِ خدا نے مجھے علم کے ہزار باب

تعلیم فرمائے ہیں جس کے ہر باب سے ہزار باب وا ہوتے ہیں"۔

اسی طرح بقیہ سارے معصومین علیہم السلام سے صادر ہوئے بیانات جو تفسیر قرآن مجید اور اس کے معانی و مطالب کے بیان پر مشتمل ہیں۔ اس بات پر دلیل ہیں کہ وہی بزرگواران اہلِ ذکر ہیں اور قرآن ذکر ہے اور اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو اہلِ ذکر سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"اہلِ ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے ہو"۔ (سورۃ النحل: آیت ۴۳)

اور قرآن ذکر ہے اور اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو اہل ذکر سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے اس کا ارشاد ہوتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"اہل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے ہو"۔

یہی صورتِ حال محلِ گفتگو میں بھی ہے۔ مشیتِ الٰہی اس بات پر مستقر ہوئی ہے کہ اس نے خاکِ شفاء میں بہت سی خصوصیت رکھ دی ہیں جن میں سے ایک اس خاک میں شفاء ہے اور اس باب میں جتنی بھی روایتیں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب رسولؐ خدا سے ہیں یا ائمہ طاہرین علیہم السلام سے یعنی سارے کلام کی بازگشت معصومین کی طرف ہوتی ہے البتہ ان کے کلمات کی تفسیر و تشریح کرنے والوں کا مقصد صرف ان کے کلمات میں لحاظ رکھے گئے معانی کو سمجھنا ہوتا ہے لہٰذا اس مسئلہ میں ان کی آراء و نظریات کو پیش کرنے اور ان کی نقد و تنقید کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ صرف روایات میں وارد کلمات کے بیان و تشریح پر توجہ رکھنا مطلب کو واضح ہونے کے لیے کافی ہے۔

روایات میں وارد کلمات کے لغوی معانی

۱-الترية: یعنی مطلق مٹی، جس کا اطلاق واستعمال قدرتی زمین اور قبر پر بھی ہوتا ہے۔

۲-الطین: پانی سے مخلوط مٹی، اس سے طینت یعنی طین (مٹی) کا ایک ٹکڑا مراد لیا جاتا ہے۔

۳-القبر: وہ جگہ جہاں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھے بغیر کہ اس کی مقدار وسعت وتنگی کے اعتبار سے مسطح یا مرتفع ہونے کے اعتبار سے کیسی ہو؟ مگر یہ کہ عرف یا شریعت کے طے شدہ نام سے باہر نکل جائے۔

۴-الحائر: پانی کے جمع ہونے کی جگہ اور حوض کو کہا جاتا ہے کہ جہاں بارش کا پانی بہہ کر اکٹھا ہو جاتا ہے۔ حائر اس ہموار زمین کو بھی کہتے ہیں جہاں آ کر پانی حیران وسرگرداں ہو جاتا ہے۔ گھر کی چوکھٹ، اور جسے ہر چار طرف سے گھیر دیا گیا ہو۔ (لسان العرب: ۵/۳۰۲)

۵-الحریم: وہ جگہ جو کسی شے نے گھیر رکھی ہو یا وہ حقوق جو کسی شے کے لیے یا کسی شخص کے لیے قرار دیے گئے ہوں۔

۶-الفرسخ: لمبائی ناپنے کے پیمانوں میں سے ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار ۳ میل ہوتی ہے۔

۷-المیل: لمبائی ناپنے کا ایک پیمانہ جو قدیم زمانے میں چار ہزار ہاتھ کی

مقدار تھا اور جسے سولہ سو ۹ میٹر کے ۸ برابر خشکی میں اور ۱۸۵۲ میٹر کے برابر سمندر میں سمجھا جاتا ہے۔

۸۔ الذراع: انسان کا ہاتھ کہنی سے لے کر بیچ کی انگلی کے سرے تک دو بالشت کو بھی ذراع کہتے ہیں۔

۹۔ الدواء: ہر وہ چیز جس سے مداوا و علاج کیا جاتا ہے جو غالباً مادی چیزیں ہوتی ہیں۔

۱۰۔ الداء: ظاہری و باطنی بیماری کو کہتے ہیں اور ظاہری اور باطنی عیب کو بھی جسے مختلف کلمات سے یاد کیا جاتا ہے جیسے: العلۃ، السقم، السوء وغیرہ۔

۱۱۔ الشفاء: بیماری سے نجات، مرض سے سلامتی اور دکھ درد کے زائل ہونے کو شفا کہتے ہیں۔

۱۲۔ الاستشفاء: یعنی بیماری سے سلامتی و نجات طلب کرنا۔

۱۳۔ الامان: اطمینان، سلامتی، خوف کے زوال اور قلب کے سکون کو کہتے ہیں۔

۱۴۔ الخوف: نفس کا کسی ناپسندیدہ واقعہ کے حادث ہونے سے منفعل ہونا یا کسی محبوب چیز کا کھو دینا، گھبرا جانا، ڈر جانا۔

۱۵۔ السوء: ہر وہ چیز جس سے انسان مغموم ہو جائے اور ہر ناپسندیدہ چیز۔

۱۶۔ الشھوۃ: ہر وہ چیز جس سے مادی لذت حاصل ہو۔

۱۷۔ النفع: بھلائی و فائدہ پہنچانا، بھلائی و منفعت کا حاصل ہونا۔

۱۸۔ الاستعمال: کسی شے کا جس کے لیے وہ آمادہ کی گئی ہے کو عملی جامہ پہنانا۔

۱۹۔النجاح: کامیابی، مطلوب کا حصول، مقصود تک رسائی۔

۲۰۔الحمصة: دال، معروف دانہ جسے پکا کر کھایا جاتا ہے۔ زراعی نبات۔

۲۱۔راس الانملة: انگلی کے جوڑ کا وہ سرا جس میں ناخن ہوتا ہے۔ انگلی کا ایک پور۔

۲۲۔المسح: ہاتھ کا کسی چیز پر پھیرنا، چھونے پر بھی مسح کا اطلاق ہوتا ہے۔

۲۳۔الحفظ: ضائع وتلف ہونے سے بچانا، خراب ہونے سے محفوظ رکھنا۔

۲۴۔الباع: دائیں بائیں ہاتھ پھیلانے سے جو مسافت بنتی ہے اسے باع کہتے ہیں۔

۲۵۔التناول: لینا اور اُٹھانا، کھانا اور پینا۔

۲۶۔الاستقرار: ثابت اور متمکن ہونا، پائیدار ہونا۔

۲۷۔النشاط: نفس کی چستی وخوش نودی۔

۲۸۔العقال: شدید درد کے باعث جسم کا سکڑنا۔

۲۹۔رائحة المسك: خوش بودار ہونا۔

۳۰۔الوجع: ہر درد والی بیماری۔

۳۱۔العلم: کسی شے کی حقیقت کو سمجھ لینا، معرفت پر بھی علم کا اطلاق ہوتا ہے۔

۳۲۔الرزق: کسی بھی مادی یا معنوی چیز سے بہرہ مند ہونا، عطا کو بھی رزق کہتے ہیں۔

۳۳۔الحق: ثابت چیز، واقعیت، صحیح بات یا عمل، نصیب، جاہ وعزت۔

۳۴-القبض: لینا، سوار ہو جانا، مٹھی بھر اخذ کرنا، ملکیت پر قبضہ۔

۳۵-البقعة: زمین کا وہ حصہ جو ہر چار سمت سے جدا ہو۔

۳۶: الحف: دائرے میں ہونا، احاطہ میں ہونا۔

۳۷-الکلف: قیام کرنا، پابندی کرنا۔

۳۸-الخوف: نفس کا ناپسندیدہ اُمور کے واقع ہونے سے منفعل ہونا یا کسی محبوب شے کے فوت ہو جانے سے متاثر ہونا۔

۳۹-الذل: کمزوری، پستی، رسوائی۔

۴۰-الفقر: ناداری، حاجت، محرومی۔

۴۱-العز: کرامت، رسوائی سے سلامتی، قوت، غلبہ، محبت، قابو میں کر لینا۔

۴۲-الحرز: محفوظ برتن، محفوظ جگہ، وہ چیز جسے تعویز کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۳-العاهة: آفت، خطرناک بیماری، مصیبت۔

۴۴-التضمن: حاوی ہونا، مشتمل ہونا۔

۴۵-الشم: خشبوؤں کا اِدراک، سونگھنا، استشمام کرنا۔

۴۶-السهلة: وہ زمین جو نرمی کی طرف مائل ہو اور جس کا کھردرا پن کم ہو۔

یہ وہ معانی تھے جسے لغت والوں اور اہلِ فن نے ذکر کیا ہے اور انھیں وضع سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے استعمال میں عرفِ عام کے اندر کبھی حقیقت تو کبھی مجاز مدنظر ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے محل گفتگو میں جو مناسب مقصود ہے وہ کلام رسولؐ خدا اور کلام ائمہ طاہرین علیہم السلام میں مدنظر ہے لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ تُربت سے مراد شفاء طلبی کی حدیثوں میں صرف خاکِ پاک امام حسین علیہ السلام ہے نہ کہ کوئی دوسری مٹی۔

اب یہ مٹی وہی ہے جو قبر شریف پر ہے اور اس میں کوئی فاصلہ نہیں ہے یا فاصلے کے ساتھ وسیع پیمانے پر مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے قبر شریف کی مٹی کا تُربت ہونا بلاشک وشبہ ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا لیکن قبر سے فاصلے کی مٹی کے سلسلے میں بعض روایتیں اقوال وآراء فقہاء اس بات پر مشتمل ہیں کہ ۷۰ ہاتھ سے لے کر ۱۰ میل کے فاصلے تک کی مٹی تُربت کہلاتی ہے اور یہ بات مخفی نہ رہ جائے کہ عرفِ عام میں قبر سے زیادہ فاصلے کی مٹی کو تُربت شمار نہیں کیا جاتا جیسے کہ ایک میل کے فاصلے کی ۴ میل کی اور ۱۰ میل کے فاصلے کی مٹی مگر موضوعِ گفتگو (خاکِ شفاء) میں منظورِ نظر راز یہ ہے کہ اللہ نے اس عرض مقدس کو کہ جہاں پر سبطِ رسولؐ خدا کا پاکیزہ خون گرایا گیا ہے۔

الٰہی اعزاز اور من جانب اللہ عظمت حاصل ہے نسبت اور قربت کی وجہ سے اور سبطِ رسولؐ کے جسم اطہر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے لہٰذا ایسی صورت میں کوئی مانع باقی نہیں رہ جاتا کہ تُربت کا لفظ اپنے وسیع مکان اور جگہ کو شامل ہو جائے اور خدائی عطا کسی انسانی پیمانے اور مقیاس سے نہیں ناپی جاسکتی بلکہ اس میں الٰہی فیصلے اور ربانی قدر و مقدار کو ملاحظہ کیا جاتا ہے لہٰذا ہر وہ چیز جو اللہ کی مشیت اور ارادے سے تعلق رکھتی ہے اس پر اس حساب سے نظر ڈالی جاتی ہے اور یہ بات مخفی نہ رہ جائے کہ وہ خاک جو سرزمینِ کربلا میں قبر مطہر امام حسین علیہ السلام پر ہے یا ضریح مقدس پر ہے (جیسا کہ اکابر علماء کے کلمات میں ایسی تعبیر آتی ہے) اس کا حکم قبر کے اُوپر کی مٹی سے کوئی فرق نہیں رکھتا بلکہ اس کے اُوپر وہی حکم اور وہی صفت (کھانا، پینا، اُٹھانا، تحنیک کا مستحب ہونا، میت کے ساتھ رکھنا، تسبیح وغیرہ بنانا) مترتب ہوتا ہے جو قبر کی مٹی پر مترتب ہوتا ہے اور اسی طرح ضریح کی مٹی کو بھی نجس کرنا یا اس کی توہین

وغیرہ کرنا حرام ہے۔

بہر حال معیار و میزان لفظ کا صادق آنا اور موضوع کا محقق ہونا ہے۔ اس کے بعد اس کے اُوپر حکم مترتب ہو جائے گا، اور یہ بات حق ہے کہ موضوعات اور احکام میں نسبت و انتساب کا بنیادی دخل ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مٹی رکھنے والے کی نیت کیسی ہے بلکہ وہ مٹی قبر کے اُوپر رکھنے سے مقدس ہو جائے گی اور اس کے اُوپر خاکِ شفاء کا حکم لگایا جائے گا، کیونکہ ملاک اور معیار ایک ہے۔ یہ جو بعض علماء اور اکابر کی کتابوں میں قبر سید الشہداءؑ کی حد بندی کے سلسلے میں آراء و نظریات اور علمی نتائج ذکر ہوئے ہیں فقہی تحقیق کے اُصولوں کو ضعیف کرتے ہیں (اور قابلِ قبول نہیں ہیں) کیونکہ ان اُصولوں میں سندی ضعف، علماء اور اصحاب کے عمل سے برطرف ہو جاتا ہے۔

خاص طور سے شیخ طوسیؒ جیسے بزرگوں کے عمل سے جن کا بہت بڑا کردار رہا ہے تو پھر مضمونِ روایت کے مطابق ان بزرگوں کے فتوے کے بعد اور ان کی طرف سے روایات پر عمل کے بعد کیا کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ موضوع کے اثبات کے لیے روایت سے تمسک کیا جائے۔

اس کی مثال روایت عبد اللہؓ بن عبد الرحمٰن میں اسی طرح بعض ان روایات میں جو اسی موضوع کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں جیسے سلیمانؓ بن عمر سراج کی روایت اور وہ روایت جسے ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ نے کافی میں اور شیخ اقدم صدوقؒ نے اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں اور شیخ طوسیؒ نے کتاب تہذیب الاحکام میں اور دیگر اکابر و اساتید نے روایت کی ہے پھر یہ روایت ماہرینِ فن اور جو بھی مہارت کے مدعی ہیں کے لیے معرکۃ الآراء اور محل نقد و نظر بن گئی ہے، بعض نے اسے صحیح جانا ہے تو

بعض نے ضعیف، صحیح سمجھنے والے کا معیار کچھ ہے اور ضعیف گردانتے والے کا مدرک کچھ اور جب کہ روایت کے کلمات میں تاویل کا امکان پایا جاتا ہے اور سند اور مضمون کے جبران والی چیزوں سے بھی تمسک کیا جاسکتا ہے اور ہماری نظر میں اس طرح کے مورد میں تاویل کا پہلو اخذ کرنا روایت کے چھوڑنے سے بہتر ہے جب تک کہ فقیہہ یا اعتقاد کے اُصولوں سے کوئی تاویل یا منافات نہ پائی جاتی ہو۔ اس طرح کی روایات میں کہ جن میں سے ایک ۷۰ ہاتھ والی روایت ہے عمومات اور علماء کے عمل سے تمسک کرنا ممکن ہے خاص کر اس لیے بھی کہ پشت پناہی کرنے والی روایت بھی ہے جیسے کہ بعض اصحابِ اجماع مثال کے طور پر یونسؒ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انھوں نے حائر کی تفسیر اس ۷۰ ہاتھ کی مقدار سے کیا ہے (اگر یہ تفسیر صحیح ہو تو)۔

جگہوں کے نام میں پرانے اور نئے نام کا اختلاف بھی مضر نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ ہمیں الٰہی عطاء و بخشش کے پہلو کو مدنظر رکھنا ہے اور مطلوب کے حاصل ہونے میں انتساب اور نسبت ہی کافی ہے، اگرچہ عرفِ عام میں جو متعارف ہے اس کے مطابق نہ ہو وہ بات جس کو ذکر کرنا لازم ہے اور جس کی طرف ہمیں ملتفت رہنا چاہیے وہ یہ ہے کہ شرعی احکام کے میزان و معیار عرفی احکام کے میزان و معیار سے الگ وعلیحدہ ہوتے ہیں لہٰذا شرعی احکام میں جو چیز شرع کے نزدیک ثابت ہے عرف سے پہلے اس کا لحاظ کیا جائے گا ورنہ عرف کا کام صرف تائید کرنا، بیان کرنا، وضاحت کرنا ہے تحدید اور حد بندی نہیں ہے۔

شرعی احکام کے موازین، نبی اور ائمہ علیہم السلام سے صحیح سند کے ساتھ صادر ہونے والی روایت کے ذریعہ پایہ ثبوت کو پہنچتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق مصدر وحی سے ہوتا ہے اور کتابِ خدا سے موافقت و عدم مخالفت شرط ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام

نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ آپؑ کا ارشاد ہے:

"تمھارے پاس ہماری احادیث میں سے جو بھی پہنچے انھیں کتابِ خدا پر پیش کریں جو اس کے موافق نکلے اسے لے لو کہ انھیں ہم نے ارشاد فرمایا ہے اور جو موافق نہ نکلے انھیں ہم نے ارشاد نہیں فرمایا ہے انھیں چھوڑ دو اور دیوار پر دے مارو"۔

قرآنِ مجید سے موافقت کی شرط اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ معصومین علیہم السلام سے مروی روایات کی صحت میں مصدر وحی سے تعلق پر امام نے کتنا اہتمام برتا ہے اور یقیناً ائمہ طاہرینؑ اپنی خواہشات سے کلام نہیں کرتے تھے جس طرح رسولِ اعظمؐ اپنی خواہشات سے گفتگو نہیں کرتے تھے اور یہ بات نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔

تُربت یا برکت؟

لفظِ تُربت کے سلسلے میں واقع اختلاف کے باب میں وارد روایات میں سے وہ روایت بھی ہے جو تُربت کی جگہ لفظ برکت کے ساتھ بعض کتابوں میں ذکر ہوئی ہے۔ دوسرے لفظ یعنی برکت پر اصرار اور تُربت لفظ کے چھوڑنے پر اس کی بعض تاویل اور جبران کے قائل جہتوں کا تذکرہ بے فائدہ ہے اس لیے کہ اکابر کے عمل اور ان کی اکثریت بلکہ سبھی کے عمل سے روایت میں شک وتردید کی کوئی گنجائش نہ سنداً اور نہ روایتاً باقی رہ جاتی ہے اور نہ متن و دلالت کے اعتبار سے مگر یہ کہ کوئی قطعی قرینہ خلافِ معمول پر قائم ہو جائے اور یہی معیار روایات کے ان تمام کلمات میں لحاظ کیا جائے گا جو الحائر، الحرم، الحریم، الحرمت، القبر، الروضۃ وغیرہ یہاں تک کہ الاخذ، اور الاکل وغیرہ پر مشتمل ہیں اس لیے کہ لغوی بحث فقہی بحث سے متفاوت ہوتی ہے۔ اعتقادی بحث سماجی بحث سے جدا ہوتی ہے اور علمی بحث خارج میں واقع بحث سے

علیحدہ ہوتی ہے۔ فقیہ کا نظریہ عارف کی رائے سے الگ، لغوی تفکر کلامی تفکر سے جدا ہوتا ہے۔ ہر ایک کی الگ بنیاد، ہر ایک کے عمل کا الگ اصول اور قوتوں کے کارگر بنانے میں متفاوت اُسلوب ہوتے ہیں اور ان ساری باتوں کا نچوڑ اللہ کے اس ارشاد میں ہے:

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۴۸)

"ہر شخص اپنے زاویہ نظر کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے لہٰذا نیکیوں کی طرف سبقت کرو"۔

آیت کا صدر ایک کلی اور واقعی خارجی قانون کو بیان کرتا ہے جب کہ آیت کا ذیل حق کے قبول کرنے اور علمی اور عملی میدان میں صحیح اور درست کی طرف سبقت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

تُربتِ پاک امام حسین علیہ السلام کو اللہ کے نزدیک خاص احترام حاصل ہے اور اس تُربت کے بہت سے آثار، خواص اور امتیازات و علامتیں ہیں۔ انھی علامتوں میں سے ایک اس خاک کا خون میں تبدیل ہو جانا ہے۔ رسول اعظمؐ نے ام المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ سے وارد روایت میں اس کی صراحت فرمادی ہے اور یہ روایت سنی شیعہ دونوں طریقوں سے وارد ہوئی ہے، ملاحظہ ہو۔

تُربت تازہ خون بن کر جوش مارنے لگی

ابن عباسؓ حضرت اُم سلمہؓ سے تُربت کے تازہ خون میں بدلنے کی روایت فرماتے ہیں جو فرزند رسولؐ کی شہادت پر نشانی بن گئی تھی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں: "میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا کہ میں نے یکا یک حضرت اُمِ سلمہؓ زوجۂ نبیؐ کے گھر

سے رونے پیٹنے، چیخنے چلانے کی آواز سنی، میں گھر سے باہر نکلا، میرا رہنما مجھے ان کے گھر لے گیا۔ وہاں مدینے کے مرد وزن ٹوٹ پڑے تھے۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو میں نے کہا اے اُم المومنینؓ! کیا وجہ ہے کہ آپ چیخ رہی ہیں اور فریاد کر رہی ہیں؟ انھوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور ہاشمی خواتین کی طرف متوجہ ہو کر بولیں اے عبدالمطلبؑ کی بیٹیو! میری مدد کرو اور میرے ساتھ روؤ پیٹو کہ خدا کی قسم! تمھارے مولا و آقا جوانانِ جنت کے سید و سردار کو قتل کر دیا گیا ہے۔ خدا کی قسم رسولؐ خدا کے نواسے اور ان کے ریحان حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا ہے۔ کسی نے کہا: اے اُمِ سلمہؓ! یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

فرمایا: میں نے ابھی ابھی خواب میں رسولؐ خدا کو گھبرایا ہوا اور گرد و خاک میں اَٹا ہوا دیکھا ہے۔ میں نے جب ان سے ان کی اس حالت کے بارے میں دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرا بیٹا حسینؑ اور اس کے اہلِ حرم آج قتل کر دیے گئے ہیں، میں نے انھیں دفن کیا ہے اور ابھی ان کے دفن سے فارغ ہوا ہوں''۔

اُمِ سلمہؓ کہتی ہیں: میں اٹھی اور حجرے میں داخل ہوئی، میں کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کیا کروں کہ میری نظر اس تُربت حسین علیہ السلام پر پڑی کہ جسے جبرائیلؑ نے کربلا سے لا کر دی تھی اور آ کر کہا تھا کہ جب یہ تُربت خون میں تبدیل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ آپ کا بیٹا شہید کر دیا گیا ہے اور پیغمبرؐ نے مجھے وہ خاک دیتے ہوئے فرمایا تھا: ''اس تُربت کو شیشے میں رکھ لو یا یہ کہا تھا کہ برتن میں رکھ لو اور یہ تمھارے پاس ہی رہے جب یہ تازہ خون بن جائے تو سمجھ لو کہ میرا حسینؑ قتل کر دیا گیا ہے''۔ میں نے ابھی اس تُربت کو دیکھا تو تازہ خون بن کر جوش مار رہی ہے۔

حضرت اُمِ سلمہؓ نے اس خون کو لیا اور اپنے چہرے پر مل لیا اور پھر اس روز انھوں نے امام حسین علیہ السلام پر نوحہ و ماتم کیا۔ کچھ دن کے بعد جب قافلے آئے اور انھوں نے بتلایا تو وہ وہی روز تھا جس دن امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تھے۔ (امالی شیخ طوسی: ص ۳۲۲)

مٹی کا خون بن جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یہ مکمل خارق العادہ اور غیر معمولی چیز ہے اس لیے کہ خون اور مٹی کی جنس الگ الگ ہے۔ یقیناً تُربت اور خون قدرتی طور پر اور شریعت کے لحاظ سے اپنے تمام اوصاف، احکام، خاصیتوں اور اثرات میں شرعی اور عرفی طور پر مختلف ہیں، ان دونوں میں کوئی وجہ اشتراک نہیں پایا جاتا۔

لہٰذا یہ تبدیلی قوی سبب کی بنیاد پر ہے جو مادہ اور مادیت سے پرے ہے۔ ایک دوسرا نکتہ جو اس موضوع میں بڑی اہمیت کا حامل ہے وہ یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے تُربت کے تازہ خون ہو جانے کی جو خبر دی تھی وہ کوئی خیالی بات نہیں تھی بلکہ وہ ان حقائق میں سے تھی جس کی خارج میں تطبیق ہوئی اور مصداق ظاہر ہوا اور پیغمبرؐ کی خبر مطابق واقع ہوئی اور یہ خارق العادہ اثر آپؐ کے معجزات میں سے شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا تُربت مقدس حسینؑ سے شفا پانے کا قول اللہ کے ارادے سے معجزاتی طور پر ہے کہ جس میں کسی شک وشبہ اور اشکال کی گنجائش نہیں ہے۔

ناپسندیدہ خواب

اُم الفضل بنت حارث جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آج کی شب میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔

آنحضرتؐ نے پوچھا: وہ کیا؟

انھوں نے کہا: بہت سخت خواب تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: بیان تو کرو۔

انھوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپؐ کے جسم مطہر کا ایک ٹکڑا کٹ گیا ہے اور وہ میری گود میں آ گیا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہ زہراؑ کے یہاں ان شاء اللہ ایک بیٹا پیدا ہوگا جو تمھاری آغوش میں ہوگا۔

جناب فاطمہؑ کے یہاں امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو رسولؐ کے فرمان کے مطابق حسینؑ میری آغوش میں تھے۔۔ ایک روز میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بچے کو ان کی آغوش میں دے دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں متوجہ ہوئی تو کیا دیکھا کہ رسولؐ خدا کی دونوں آنکھیں اشک بار ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو جائیں آپؐ کو کیا ہو گیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ابھی جبرائیل امینؑ میرے پاس آئے تھے۔ انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ آپؐ کی اُمت آپؐ کے اس لال کو عنقریب قتل کر دے گی۔ میں نے عرض کیا: یہ کیا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہوگا پھر جبرئیلؑ نے مجھے ایک سرخ خاک (جہاں امامؑ شہید ہوں گے) لا کر دی۔

اس روایت میں مستقبل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت واقع ہونے کی خبر فرمانِ رسولؐ میں ذکر ہوئی ہے (فاطمہؑ کے یہاں ان شاء اللہ ایک بیٹا پیدا ہوگا جو تمھاری آغوش میں ہوگا) اور سرخ مٹی کو جبرئیل امینؑ نے امام حسینؑ کی خبر شہادت کے بعد عطا کی ہے۔

وہ خاک جہاں پر امام حسین علیہ السلام کا خون بہا

ابو اسامہ، زید شہام سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جبرئیلؑ بیت اُمِ سلمہؓ میں امام حسین علیہ السلام کی خبر شہادت لائے تھے۔ اُمِ سلمہؓ کے گھر میں امام حسین علیہ السلام داخل ہوئے۔ اس وقت جبرئیل رسولؐ خدا کے پاس تھے۔ انھوں نے رسولؐ خدا سے کہا: آپؐ کی اُمت اس بچے کو قتل کردے گی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: مجھے وہ تُربت دکھاؤ جہاں اس بچے کا خون بہایا جائے گا۔ جبرئیلؑ نے ایک مشت خاک مجھے لا کر دی جو سرخ رنگ کی تھی۔ سماعہ بن مہران کی روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: ''وہ خاک حضرت اُمِ سلمہؓ کے پاس رہی''۔

روایات میں تُربت کے سلسلے میں مختلف تعبیریں آئی ہیں جیسے تحولت (بدل گئی) صارت (ہوگئی) اصبحت (تبدیل ہوگئی) فاضت (جوش مارنے لگی) ان تمام کلمات میں واضح اشارہ اور صریحی دلیل پائی جاتی ہے کہ تُربتِ کربلا خون میں تبدیل ہوگئی تھی اور یہ وہ خصوصیت ہے جو بس اس خاک کے اندر ودیعت کی گئی ہے اور جس کا تذکرہ آگے بھی کیا جائے گا۔ (کامل الزیارات: ۵۹/۱۴۳)

ہائے کرب و بلاء

حضرت اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں: حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام میرے گھر میں رسولؐ خدا کے سامنے کھیل رہے تھے۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! آپؐ کی اُمت آپؐ کے بعد آپؐ کے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ یہ کہتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ رسولؐ خدا رونے لگے اور آپؐ نے حسین علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگایا (جبرئیلؑ نے جو خاک دی تھی وہ میرے حوالے

کرتے ہوئے فرمایا) یہ تُربت تمہارے پاس امانت ہے۔ یہ کہتے ہوئے رسولؐ خدا نے اسے سونگھا اور فرمایا: ہائے کرب و بلا!

پھر اُمِ سلمہؓ کہتی ہیں: رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: اے اُمِ سلمہؓ! جب یہ تُربت خون میں تبدیل ہو جائے۔ بعض روایت میں ہے کہ جب یہ تُربت خون ہو جائے۔ جب یہ تُربت خون بن کر جوش مارنے لگے تو جان لینا کہ میرا بیٹا شہید کر دیا گیا ہے۔ اُمِ سلمہؓ نے اس تُربت کو ایک شیشی میں رکھ لیا۔ آپؓ اسے ہر روز دیکھتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ جس دن تو خون میں تبدیل ہو جائے گی وہ کتنا بڑا غم کا دن ہوگا۔ (المعجم الکبیر: ۳/۱۰۸)

تُربت کے ذکر میں اور بھی بہت سی روایتیں خاص خاص عنوان کے تحت آئی ہیں جنھیں ابن قولویہ نے اپنی قیمتی کتاب کامل الزیارات کے ستر ہویں باب میں ذکر کیا ہے۔

تُربتِ کربلا

۱- ابو خدیجہؓ سالم بن مکتوم جمال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

"جب فاطمہ زہراؑ کے یہاں امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو جبرئیل امینؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: آپؐ کی اُمت آپؐ کے بعد حسینؑ کو قتل کر دے گی۔ پھر عرض کیا: کیا میں آپؐ کو ان کی تُربت نہ دکھلاؤں؟ یہ کہہ کر اپنے پَر سے (زمینِ کربلا پر) ایک ضرب لگائی اور تُربت کربلا کو حاضر کر کے دکھلایا اور کہا: یہی وہ تُربت ہے جس میں انھیں شہید کیا جائے گا۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ تُربتِ کربلا بقیہ مٹی کی طرح نہیں ہے

کہ جن میں کوئی خصوصیت نہیں ہوتی بلکہ اس خاک میں بہت سی خصوصیات موجود ہیں۔

خوشا بحال اے تُربتِ کربلا!

۲- ابو بصیرؒ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: جبرئیلؑ رسولِؐ خدا کے پاس حاضر ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام ان کے سامنے کھیل رہے تھے تو آپ نے انھیں خبر دی: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کی اُمت انھیں عنقریب قتل کر دے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: رسولِؐ اسلام نے فریاد کی اور جبرئیلؑ نے کہا: کیا میں آپؐ کو وہ خاک دکھلاؤں جس میں انھیں شہید کیا جائے گا؟

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: رسولِؐ خدا کی بزم سے اس جگہ تک جہاں امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا زمین دھنس گئی اور دونوں زمین کے ٹکڑے متصل ہوگئے۔ آپؐ نے وہاں سے ایک مشت خاک اُٹھائی پھر پلک جھپکنے سے پہلے زمین بچھ گئی اور وہ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے خوشا بحال اے تُربت خوشا بحال ان لوگوں کے لیے جو تیرے اردگرد شہید کیے جائیں گے۔

ایک مشت تُربت

۳- عبدالملکؒ بن اعین کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسولِؐ خدا اُمِ سلمہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس جبرئیل آئے اور اسی دوران امام حسین علیہ السلام بھی داخل ہوئے۔ جبرئیلؑ نے رسولِؐ خدا سے عرض کیا: آپؐ کی اُمت آپؐ کے اس لال کو قتل کر دے گی، کیا میں اس سرزمین کی

خاک آپ کو نہ دکھلاؤں کہ جس میں انھیں شہید کیا جائے گا؟

رسولِ خدا نے فرمایا: ہاں جبرئیلؑ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور وہاں سے ایک مٹھی خاک اُٹھائی اور رسولِ خدا کو دکھلائی۔

مشک کی طرح خوش بودار تربت

۴- ابنِ عباسؓ کا بیان ہے: وہ فرشتہ جو جناب رسولِ خدا کے پاس آ کر خبر شہادتِ امام حسینؑ سنا رہا تھا وہ جناب جبرئیلؑ روح الامین تھے۔ پَروں کو پھیلائے ہوئے روتے پیٹتے فریاد کرتے ہوئے تربت امام حسینؑ لائے تھے اور اس خاک سے مشک کی طرح خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

یہ تربت حسینؑ ہے

۵- معلیٰؓ بن خنیس سے مروی ہے کہ ایک صبح رسولِ خدا کو حضرت فاطمہ زہراءؑ نے بہت غمگین اور روتا ہوا دیکھا تو پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا بات ہے؟

رسولِ خدا انھیں خبر دینے سے باز رہے تو جناب فاطمہؑ نے کہا: میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گی، پانی نہیں پیوں گی جب تک کہ آپؐ مجھے نہ بتلائیں گے (کہ کیا بات ہے؟)

آنحضرتؐ نے فرمایا: جبرئیل امینؑ ابھی میرے پاس ایک ایسی خاک لے کر آئے تھے جس پر ایک ایسے بچے کو شہید کیا جائے گا جس کا ابھی حمل بھی مستقر نہیں ہوا ہے (اس وقت جناب فاطمہ زہراءؑ حاملہ نہیں ہوئی تھیں) اور یہ وہی خاک ہے۔

تربت جب خون ہو جائے گی

۶- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی روایت میں وارد ہوا ہے کہ جناب

رسولِ خدا اُم سلمہؓ کے گھر میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس کوئی نہ آنے پائے کہ امام حسین علیہ السلام آ گئے۔ اس وقت آپ بچے تھے۔ جناب اُم سلمہؓ انھیں روک نہ سکیں اور امام حسین علیہ السلام رسولِ خدا کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے اُمِ سلمہؓ داخل ہوئی تو امام حسین علیہ السلام رسولِ خدا کے سینے پر تھے اور نبی گریہ فرما رہے تھے اور ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسے وہ بوسہ دے رہے تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے اُمِ سلمہؓ! یہ جبرئیلؑ مجھے خبر دے رہے ہیں کہ یہ (حسینؑ) قتل کر دیے جائیں گے اور یہ وہ تربت ہے جہاں ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اسے آپ اپنے پاس محفوظ رکھ لیں۔ جس روز یہ خون میں تبدیل ہو جائے سمجھ لینا میرا پیارا بیٹا قتل کر دیا گیا ہے۔

اُمِ سلمہؓ کہتی ہیں: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ خدا سے دُعا کریں کہ اس بچے سے یہ بلا ٹل جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے دُعا کی لیکن وحی الٰہی میرے پاس آئی ہے کہ حسینؑ کے لیے ایسا درجہ و مقام ہے جسے مخلوقات میں سے کوئی بھی نہیں پاسکا اور ان کے ایسے شیعہ ہوں گے جو شفاعت کریں گے کہ جن کی شفاعت قبول کی جائے گی اور ان کی نسل سے ہی مہدیؑ ہوں گے۔ خوشا بحال ان لوگوں کے لیے جو حسینؑ کے چاہنے والے ہوں گے اور ان کے شیعہ ہی بروز قیامت فلاح پائیں گے"۔ (امالی شیخ صدوق: ص ۲۰۳)

وہ خاک جس پر محبوبوں کا خون بہے گا

۷۔ جناب عبداللہؓ قداح، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: "جناب امیر المومنینؑ کا اپنے اصحاب کے ساتھ کربلا سے

گزر ہوا جب آپؑ وہاں سے گزر رہے تھے تو آپؑ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

هٰذَا مُنَاخُ رِكَابِهِمْ وَهٰذَا ملقى رِحَالِهِمْ وَهٰهُنَا تهرِقُ دِمَاؤُهُم طُوبٰى لَكَ مِنْ تُرْبَةٍ عَلَيْكَ تهرِقُ دِمَاءُ الاحِبَّه

''یہیں ان کی سواری اُترنے کی جگہ ہے۔ یہیں ان کے قافلہ ٹھہرنے کی جگہ ہے یہیں ان کے خون بہائے جائیں گے۔ اے خاک خوشا بحال تیرا کہ تیرے دامن میں احباء کا خون بہایا جائے گا''۔ (کامل الزیارات: ۸۸/۲۲۸)

یہ بات مخفی نہ رہے کہ امیر المومنینؑ نے جس چیز کے بارے میں بھی خبر دی ہے اسے آپؑ نے رسول کریمؐ سے اخذ کیا ہے اور رسولؐ نے جبرئیل امینؑ سے۔ پھر کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی شک و تردید کی ان پیشین گوئیوں کے بارے میں جنھیں امام علی علیہ السلام نے کیا ہے کیونکہ یہ عیناً وہی خبریں ہیں جسے برحق رسولؐ خدا نے بیان فرمایا ہے اور ان کی صداقت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ لفظ طین اور طینت یہ دونوں کلمے قبر اور صاحب قبر کے اُوپر دلالت کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں متعدد روایات ہیں۔ کہیں طین قبر الحسینؑ، کہیں طین الحسینؑ، تو کہیں طینۃ قبر الحسینؑ ذکر ہوا ہے اور ہم نے طین کے لغوی اور عرفی مشہور معنٰی ذکر کردیے ہیں اور دونوں کلمے عمومیت رکھتے ہیں لہٰذا طین کو طینت پر اور طینت پر طین کو حمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ دونوں کا حکم ایک ہے اور قبر کی طرف اضافت صرف تائید و تاکید کے لیے ہے بلکہ حد بندی اور تعیین کے لیے ہے اور یہ جو فرسخوں اور میلوں کا مکانی فاصلہ ذکر ہوا

ہے تو ان پر بھی عرفی معنی کا لحاظ کیے بغیر حکم لگانا صحیح ہے، کیونکہ عرف کا احکام کی مراد معین کرنے میں کوئی کردار نہیں ہوتا۔

دوسرے لفظوں میں عرف کو چاہیے کہ جو شریعت میں پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اس کا تابع رہے نہ کہ اس کے برعکس۔ لہٰذا طین کا استعمال قبر کے اضافہ کے ساتھ یقیناً عرفِ عام میں اور دور فاصلہ کی خاک پر نہیں ہوتا مگر اس میں شریعت کی رائے ہے تو پھر شریعت کی پیروی ہونی چاہیے اور شرع کے فیصلہ کے بعد مخالفِ شرع نظریات اور عرفیات کی کوئی قیمت نہیں ہے اور یہی وہ راز ہے کہ جو احکامِ شرعیہ میں رائج ہے۔ مثال کے طور پر شریعت میں مٹی کا کھانا حرام ہے۔ بلاشبہ یہ حکم ثابت ہے لیکن اس حکم میں مکمل طور پر اطلاق وعموم نہیں پایا جاتا، ورنہ اس کے اندر استثناء کی گنجائش نہ ہوتی جس طرح دیگر تمام محرمات میں استثناء کی کوئی گنجائش نہیں ہے مگر بقیہ محرمات میں اور تربتِ کربلا میں بڑا فرق ہے۔ جس کا ذکر آگے آئے گا کہ ائمہ اطہار علیہم السلام سے صحیح وصریح روایات میں قبر امام حسین علیہ السلام کی خاک کا شفا طلبی کے لیے کھانا جائز اور استثناء قرار دیا گیا ہے اور بغیر استشفاء طلبی کے خاکِ شفاء کا بھی کھانا ناجائز ہے۔

ہر بیماری میں شفاء

سعدؓ بن سعد اشعری نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس خاک کے بارے میں سوال کیا جسے لوگ کھاتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کسی بھی مٹی کا کھانا مردار اور خون اور اللہ کا نام لیے بغیر ذبح کیے گئے گوشت کے کھانے کی طرح حرام ہے سوائے قبر امام حسین علیہ السلام کی خاک کے کہ وہ ہر بیماری میں شفاء ہے۔ (امالی طوسی: ص ۳۲۶)

تشبیہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کس قدر شدید حرمت ہے مٹی کے کھانے میں اور کلامِ معصوم میں جن تین چیزوں کا ذکر آیا ہے وہ رجس اور پلیدی کا بارز و نمایاں مصداق ہیں۔ قرآنِ مجید میں صریحی بیان آیا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (سورۂ مائدہ: آیت ۳)

"تمھارے اُوپر مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ گوشت جس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہے حرام ہے"۔

رسولِ خدا سے مروی ہے: "حرام سے مداوا و علاج بھی نہ کرو" (بحار الانوار جلد ۵۹ /۷٦) اس لیے کہ ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا اور دُعا ہے چاہے وہ چھوٹی بیماری ہو یا بڑی، ہلکی بیماری ہو یا بھاری، پائیدار بیماری ہو یا وقتی، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایسی بھی بیماریاں ہیں جن کا کوئی علاج یا دوا نہیں ہے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے تو یہ بطورِ مطلق کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ وہ روایات قابلِ تاویل ہیں اور وہ یہ کہ شدتِ مرض صعب العلاج ہونے اور طولانی بیماری وغیرہ کے باعث لا علاج کہا گیا ہے اور یہ تاویل بڑی عمدہ اور صحیح تاویل ہے۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ اگر وہ لا علاج بتلانے والی روایات کے صدور اور مصدرِ وحی سے ہم تک پہنچنے میں کوئی اشکال نہ ہو تب۔

اسی سے یہ بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ خاکِ شفاء ہر بیماری کے لیے شفاء ہے کیا مرتبہ و مقام ہے اور اس کے اندر عطاءِ ربانی کا کیا راز ہے اس خاکِ پاک کی طہارت و قدسیت کے باعث ہی اسے اللہ نے ہر بیماری میں شفاء قرار دیا ہے اور سب عطاءِ پروردگار ہے۔

ہر درد میں شفاء

سماعہ بن مہران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

عَنْ سَمَاعَةَ بنِ مِهْرَان عَنْ أَبِي عَبدِ اللهِ قَالَ وَكُلُّ طِينٍ مُحَرَّمٌ عَلَى ابنِ آدَمَ مَا خَلَا طِينَ قَبرِ أَبِي عَبدِ اللهِ مَن أَكَلَهُ مِن وَجَعٍ شَفَاءِ اللهِ تَعَالَى

فرزندانِ آدمؑ پر ہر قسم کی مٹی کا کھانا حرام ہے سوائے قبر امام حسینؑ کی خاک کے کہ جو بھی اسے کسی درد میں کھائے گا اللہ اسے شفاء عطا فرمائے گا"۔ (بحار الانوار: ۹۹/ ۱۳۰)

جو بات اس مقام پر قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ یہ استشفاء کسی دوسرے اضطراری مقام کے استثناء سے کوئی شباہت نہیں رکھتا ہے یعنی یہ استثناء مجبوری کی حالت میں بیماری یا مضطر کے لیے مُردار کھانے یا خون پینے جیسے استثناء کی طرح نہیں ہے۔ ظاہر ہے جب کوئی علاج سوائے مردار یا خون کے نہ بچا ہو تو ان کا استعمال جائز ہے لیکن خاکِ شفاء میں ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے شفاء طلبی کے لیے استعمال کرنا جائز ہے نہ تو اس میں طبیب حاذق و ماہر کی رائے لینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوسری دواء کے مفید واقع ہونے یا نہ ہونے کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے اس لیے دوسری دواؤں کے خاکِ شفاء کے ساتھ استعمال کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

خاکِ شفاء سے شفاء کے حصول کے لیے کسی مادی قید و شرط کو مد نظر نہیں رکھا گیا ہے۔ ہاں جو بھی شرطیں یا آداب بیان ہوئے ہیں وہ معنوی ہیں جیسے ایمان رکھنا، معرفت رکھنا، تجربہ یا شہوت کے لیے استعمال نہ کرنا وغیرہ، ہاں یہ ضرور کہا گیا ہے کہ

خاکِ شفاء کھانے میں شفاء طلبی کا خیال ہو تو یہ اس لیے کہ روایات میں ذکر ہوا ہے مگر یہ بھی یاد رہے کہ روایات میں ہر بیماری میں شفاء کا ذکر آیا ہے، جس کا نکرہ ہونا عمومیت کا معنیٰ دیتا ہے جو آغاز شفاء وغیرہ سب کو شامل ہے اور ہمیں اس باب میں وارد کسی روایت میں یہ نہیں ملا کہ خاکِ شفاء سے شفا طلبی کسی خاص مقام سے مختص ہو بلکہ آغاز میں ہو یا وسط میں، یا آخر میں، دفع بیماری ہو یا رفع بیماری کا مسئلہ ہر جگہ خاکِ شفاء سے شفاء طلب کی جاسکتی ہے۔ روایات کے اطلاقات سے عموم کے لیے تمسک کرنا واضح و ممکن ہے۔

اہلِ زمین کے لیے آسمانی سپر

یہ حقیقت ہے کہ جو عظمت و منزلت حضرت امام حسین علیہ السلام نے پائی ہے وہ کسی نبی یا امام کو نہیں ملی ہے اس لیے کہ اللہ نے امام حسین علیہ السلام کی تُربت میں شفاء و سلامتی رکھی ہے۔ اسی طرح ان کے شہر کربلا کو خاص عظمت و رفعت حاصل ہے۔ کربلا کو مقام محمود اور بلند مرتبہ حاصل ہے۔ اسی طرح آپؑ کے زائروں کو بڑی عظمت حاصل ہے۔

صحیح روایات میں ایسے اُمور ذکر ہوئے ہیں کہ جو آپؑ کی خاکِ پاک سے متعلق عظمتوں، کرامتوں، شرافتوں اور قداستوں کو اُجاگر کرتی ہیں، بلکہ ارضِ کربلا کو زمین کے تمام علاقوں حتیٰ کہ خانۂ کعبہ اور ارضِ مکہ پر کئی جہتوں سے شرافت و افضلیت حاصل ہے، کیونکہ سرزمین کربلا ملائکہ کی رفت و آمد کی جگہ، انبیاء کی زیارت گاہ ہے۔ کربلا رمزِ انسانیت ہے۔ اس بنیاد پر یہ کہنا بجا ہے کہ مسئلۂ امام حسین علیہ السلام کسی بھی دوسرے مسئلہ سے کسی بھی عنوان سے چاہے وہ موضوعی ہو یا حکمی، فکری ہو یا فقہی، ادبی ہو یا تاریخی، وجودی ہو یا بقائی، قیاس و موازنہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مسئلہ امام

حسین علیہ السلام سے متعلق اُمور، تمام انسانی مقیاس و معیار سے جدا ہے اور اگر کسی دوسرے مسئلہ سے قیاس کر بھی لیا جائے تو قیاس مع الفارق ہوگا۔

جی ہاں، تُربتِ امام حسین علیہ السلام نے ایسی رفعت وسربلندی اور بلند مقامی حاصل کی ہے کہ اس کے لیے روایات میں، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہونا اس روز سے استعمال کیا جارہا ہے کہ جس روز سے اس سرزمین کی آغوش میں سید الشہداء امام حسین علیہ السلام دفن ہوئے ہیں جیسا کہ اس قید زمانی کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے یعنی جب سے اس سرزمین میں امام حسین علیہ السلام مدفون ہوئے ہیں کی قید۔

اس عظمت مقامی کے پیش نظر اب اس بات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، کیوں کہ یہ خاک صرف ان لوگوں کے لیے شفاء ہے جو اس کے معتقد ہیں اور اس خاک سے صاحبِ خاک پر اعتقاد و معرفت کے ساتھ ہی شفاء طلب کی جاسکتی ہے ظاہر ہے کہ یہ سرزمین مقدس ارضی جنت ہے، اہلِ آسمان کے لیے اور آسمانی جنت ہے اہلِ زمین کے لیے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جو سرزمین خونِ امام حسین علیہ السلام کی برکت سے متبرک ہوئی ہے اور اس خاک کے ذریعے پاک و پاکیزہ جسم اطہر سے مخلوط ہوئے ہیں۔ اس جہت سے بھی اس سرزمین کی خاکِ مقدس و متبرک ہونے میں ارضِ مقدس ہے اور یہ سرزمین غاضریہ کو بھی شامل ہے کیونکہ اس امر کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سرزمین کے چاروں طرف کے علاقوں کو چار فرسخ تک یا اس سے زیادہ حصّہ کو خریدا تھا جس کے اندر غاضریہ کا حصّہ بھی آتا ہے، اسی لیے اس پوری سرزمین کو کربلا کا نام دیا گیا ہے

اور سبطِ رسولؐ خدا کی شہادت کے بعد یہ پورا علاقہ خاص حرمت واحترام اور علو مرتبت کا حامل ہو گیا ہے اور شریعتِ اسلامیہ میں اس کے خاص احکام ہیں۔

اسی طرح حائرِ حسینیؑ بھی امام سے منسوب ہونے کے باعث خاص قسم کی حرمت واحترام کا حامل ہے، اگرچہ حائر اپنے اطلاق میں لغوی معنٰی کے اعتبار سے ہر اس جگہ کو کہا جا سکتا ہے جو ہموار زمین ہو اور وہاں پانی متحیر ہو گیا ہو۔

یہ بھی یاد رہے کہ واقعہ کربلا کے رونما ہونے سے برسہا برس پہلے سے اقوامِ عالم میں حائر کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن واقعہ کربلا کے بعد اب یہ لفظ صرف اور صرف مشہد امام حسین علیہ السلام پر مشتمل علاقہ پر یا پھر گنبد و بارگاہِ حسینیؑ اور اطراف کی مسجد ومزار سے مختص پر ہی استعمال ہوتا ہے اور آج یہ حصہ ارض اہم ترین دینی و مذہبی مقامات میں سے ہے، جس کے شریعتِ اسلامیہ میں خاص احکام ہیں جنھیں فقہائے کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے اور ہم اپنی اس کتاب میں بھی اس موضوع سے مرتبط باتوں کو ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

قبر، حائر، حرم کی حد بندی کے بارے میں روایات اور فقہاء کے بعض نظریات کو ہم ذکر کر چکے ہیں جسے تفصیل درکار ہو اسے چاہیے کہ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں کی طرف اور ان میں علمی نتائج پر مطلع ہونے کے لیے رجوع کرے۔ وہاں روائی، دلالی، لفظی، معنوی، منطوقی، مفہومی، موضوعی، حکمی، تاریخی اور تحقیقی نتائج بیان ہوئے ہیں، اور جو بات اقوال و آرائے علماء سے اس موضوع میں ثابت شدہ ہے وہ یہ ہے کہ عرفی موازین روایات میں وارد کلمات کسی لغوی اور استعمالی روایات سے مراد کو سمجھنے میں مدد اور سرعت بخشنے کا کردار ادا کرتے ہیں اس سے زیادہ نہیں، اور اس موضوع میں اصل و قانون وہی ہے جو شارع حکیم کے نزدیک مقرر و معین ہے اور کسی

کلی حکم سے جو قرآن و احادیث سے ثابت ہو استثناء کا لحاظ کرنے کے لیے شارع کی طرف سے کوئی قانون ہونا چاہیے۔ ہمارے فقہاء عظام نے قدیم زمانے سے لے کر آج تک بڑی عرق ریزی اور محنت سے احکام اسلامی کو ان کے معتبر منابع اور موثق مصادر سے استنباط و استخراج فرمایا ہے، جو مصادر و منابع دلائل و حکایت کے اعتبار سے وسعت و تنگی، حقیقت و مجاز، صدور و ورود، قبول و رد، عقلی و نقلی، تعبدی و توصلی، صراحتاً و کنایتاً، بیان و تبیان اور تفسیر و توضیح کے اعتبار سے قابلِ اعتماد ہیں۔ خداوند متعال ان تمام فقہاء و مجتہدین کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

رجالی پہلو پر سرسری نظر

محلِ بحث میں وارد روایات بہت زیادہ اور متواتر ہیں۔ فقہ و حدیث و تفسیر اور تاریخ میں معلومات رکھنے والے علمائے فریقین نے روایتیں نقل فرمائی ہیں جن میں وہ روایتیں بھی ہیں جو پیش کیے گئے قواعد کے موافق ہیں اور منظور نظر اُصول و ضوابط کے بھی، اور کچھ مخالف ہیں۔ بحث کے طولانی ہونے سے بچنے کے لیے ہم صرف سرسری نظر اور اختصار کے ساتھ روایات کے نقل کرنے والے راویوں کے بارے میں اور ان سے مربوط مباحث کو سرسری طور پر ذکر کرنے جا رہے ہیں:

ان روایات میں صحت و ضعف کی وجھوں پر بھی گفتگو عموی طور پر کریں گے:

۱- کچھ روایتیں وہ ہیں جو خاکِ شفاء کی فضیلت پر علی الاطلاق یعنی بغیر کسی قید و شرط کے دلالت کرتی ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ شیعہ و سنی کتابوں میں اپنے اپنے سند کے ساتھ ذکر ہوئی ہیں۔

۲- بعض روایتیں خاکِ شفاء کو یگانہ اور منفرد دواء ہے کو بیان کرتی ہیں یعنی خاکِ شفاء کے مخصوص وصف کی نشاندہی کرتی ہیں۔

۳- ان میں سے کچھ روایات خاکِ شفاء کو سب سے بڑی دواء قرار دیتی ہیں، کیونکہ اس خاک میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جس کا روئے زمین کی کسی بھی قسم کی مٹی سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔

۴- کچھ روایات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ شفاء طلبی میں شفاء طلب کرنے والے کو بغیر مرض کی کیفیت، اس کی قسم، شدت وضعف اور اسی طرح مریض کی زمانی ومکانی حالت کا لحاظ کیے بغیر شفاء طلبی کی دعوت دی گئی ہے۔

۵- بعض روایتوں میں خاکِ شفاء سے استفادہ کی کیفیت بیان کی گئی ہے، وہ بھی آئمہ معصومین علیہم السلام کے صریح ارشاد کی روشنی میں۔

۶- بعض روایتوں میں قبر مطہر کی عرفی حد بندی سے قطع نظر زمینی پیمانہ مقرر کیا گیا ہے اور سرزمینِ کربلا کی خصوصیات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

۷- بعض روایتوں میں حائر حسینیؑ کی مقدار بیان کی گئی ہے اور یہ نشاندہی کی گئی ہے کہ اس خاک کے شرعی احکام، مخصوص خصائص وغیرہ کیا ہیں؟

۸- بعض میں حدود حرم مطہر کی وضاحت کی گئی ہے تاکہ اس کی حرمت کا لحاظ رکھا جائے اور اس کے مطابق ولائق آداب واحکام کا خیال رکھا جائے۔

۹- بعض روایات میں شفاء طلبی کے لیے کتنی مقدار میں خاکِ شفاء کو کھانا ہے بیان کیا گیا ہے اور بقیہ زمینوں کی حرمت اور عمومی ممانعت سے خاکِ شفاء کے استثناء کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۰- بعض میں خاکِ شفاء کی بعض علامتیں متعارف کرائی گئی ہیں کہ جن میں سے ایک اس خاک کا سرخ ہونا ہے۔

۱۱- بعض میں اس خاک کے تازہ خون میں بدل جانے کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۲۔ بعض میں اس خاک سے تسبیح بنانے کے استفادے و جواز کی بات کی گئی ہے۔
۱۳۔ بعض میں خاکِ شفاء کے میت کے کفن میں رکھنے کا جواز ذکر ہوا ہے۔
۱۴۔ بعض میں خوف سے امن و سلامتی کی خاطر خاکِ شفاء کو اپنے ساتھ رکھنے کا ذکر ہے۔
۱۵۔ بعض میں آئمہ معصومین علیہم السلام کے خاکِ شفاء سے شفاء طلبی کا عمل اور حکم صریحی طور پر بیان کیا گیا ہے۔
۱۶۔ بعض میں شفاء طلبی کے لیے خاکِ شفاء کو اُٹھانے کے شروط ذکر ہوئے ہیں کہ جن میں سے ایک صاحبِ تُربت امام حسینؑ کے حق کی معرفت رکھنا ہے۔
۱۷۔ بعض میں یہ جتلایا گیا ہے کہ خاکِ شفاء سے شفاء طلبی شیعوں سے مخصوص ہے دشمنانِ اہلِ بیت علیہم السلام اور ان کے مخالفین اس سے شفاء حاصل نہیں کر سکتے۔
۱۸۔ بعض میں خاکِ شفاء کے لینے اور کھانے کے وقت مخصوص دعاؤں کا تذکرہ ہے۔
۱۹۔ بعض مطلق طور پر خاکِ شفاء کے احترام اور اس کا لحاظ رکھنے کا حکم دیتی ہیں۔
۲۰۔ بعض میں کسی بھی طریقے سے خاکِ شفاء کی توہین اور ہتکِ حرمت سے روکا گیا ہے۔
۲۱۔ بعض میں تمام شکل و صورت سے خاکِ شفاء کو نجس کرنے کی حرمت کا بیان ہے۔
۲۲۔ بعض میں یہ خبر دی گئی ہے کہ قبر شریف کی حفاظت و نگہبانی اللہ کے فرشتے کرتے ہیں۔
۲۳۔ بعض میں خاکِ شفاء کے اُوپر سجدہ کرنا مستحب ہے کی نشاندہی ہے۔
۲۴۔ بعض میں خاکِ شفاء کے میت کے ساتھ رکھنے کے حکم کو بیان کیا گیا ہے۔
۲۵۔ بعض میں کفن پر تحریر (شہادت نامہ) خاکِ شفاء کے انتخاب کو بیان کیا گیا

ہے۔

۲۶- بعض میں مقرر مقدار (ایک چنے کے برابر) سے زیادہ کھانے کی حرمت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

۲۷- بعض میں کسی بھی بیماری سے شفاء طلبی کے رفع دفع کرنے کے لیے جواز عقلی کی بات ہے۔

۲۸- بعض میں خاکِ شفاء سے تحنیک (بچے کی پہلی غذا) کے استحباب پر گفتگو کی گئی ہے۔

۲۹- بعض میں حائرِ حسینی کے اندر قصر اور تمام نماز پڑھنے کے حکم شرعی کو بتایا گیا ہے۔

۳۰- بعض میں امام معصوم کی موجودگی میں خاکِ شفاء سے مریض کے شفاء پانے کا اعتراف بیان کیا گیا ہے۔

۳۱- بعض میں صرف خاکِ شفاء سے شفاء طلبی کے انحصار کو روشن کیا گیا ہے۔

۳۲- بعض میں زیارت قبر شریف کے وقت مخصوص دعاؤں کا تذکرہ ہے۔

اہلِ فن، اساطین اور فقہاء نے ان میں سے کچھ روایتوں کو صحیح اور دوسرے فقہاء نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی وجہ راویوں اور سلسلۂ سند پر توجہ اور روایت کے قبول کرنے اور نہ کرنے کے سلسلے میں ان کے معیاروں اور مبانی میں بعض اختلافات ہیں، جن کی طرف ہم سرسری اشارہ صرف مراد کو واضح کرنے اور مقصود کو کشف کرنے کے لیے مضمونِ روایت سے مرتبط بعض جہتوں کی طرف کریں گے۔

اُمِ سلمہؓ کی روایت

جناب اُمِ سلمہؓ سے مختلف عبارات کے ساتھ مگر معنٰی و مقصد کے اتحاد کے ساتھ کثیر تعداد میں روایتیں اور مختلف سندوں کے ساتھ روایت ہوئی ہیں جن میں

تربتِ کربلا کا تذکرہ مختلف جہتوں سے آیا ہے اور فریقین کے ماہرینِ فن اور محدثین نے انھیں روایت کیا ہے۔ جن میں سے ایک عمارہؓ بن زاذان کی روایت ہے جو ثابت بنائی سے اور وہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ بارش کا فرشتہ خدمت رسالت مآبؐ میں حاضری کے لیے اذن طلب کرتا ہے۔ آنحضرتؐ اسے اجازت دیتے ہیں اور اُمِ سلمہؓ سے فرماتے ہیں: دروازے پر نگہبانی کرو ہمارے پاس کوئی نہ آنے پائے کہ اتنے میں امام حسین علیہ السلام آئے اور حجرۂ رسولِؐ خدا میں داخل ہونا چاہا تو میں نے انھیں روکا لیکن امام حسین علیہ السلام کسی طرح حجرے میں داخل ہو گئے اور رسولِؐ خدا کی پشت پر کبھی کاندھے پر کبھی بازو پر بیٹھنے لگے۔

فرشتۂ بارش نے رسولِؐ خدا سے پوچھا کیا آپؐ اس بچے سے محبت کرتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: آپؐ کی اُمت عنقریب انھیں قتل کردے گی۔ اگر آپؐ چاہیں تو میں وہ جگہ آپؐ کو دکھلا دوں جہاں انھیں قتل کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر فرشتے نے ہاتھ مارا اور سرخ رنگ کی مٹی لے آیا۔ اُمِ سلمہؓ نے (پیغمبرؐ سے) اس مٹی کو حاصل کیا اور اسے اپنے پلو میں باندھ لیا۔

راوی کہتا ہے: وہ کربلا کی خاک تھی۔ (مسند احمد بن حنبل: ۳/۲۴۲)

یہ روایت مقبول، معتبر، قوی اور حسن ہے لہٰذا اس کی صحت پر اتفاق کے بعد بزرگانِ فن کی طرف سے بعض راویوں کے سلسلے میں کہی گئی باتیں نقصان دہ نہیں ہیں۔ ہاں روایت کی بعض جہتوں میں غور و فکر اور تامل کے بعد پیدا ہونے والے بعض اشکالات تاویل کے ذریعہ مرتفع ہو جاتے ہیں۔ اس روایت کو علامہ طبرانی نے تھوڑی سی عبارت کے فرق کے ساتھ اور دوسرے سلسلۂ سند سے ابو طفیل سے اس طرح روایت کیا ہے کہ بارش کے قطروں پر تعینات فرشتے نے بیت اُمِ سلمہؓ میں آکر نبیؐ پر سلام

کیا تو آنحضرت نے اُمِ سلمہؓ سے فرمایا: ہمارے پاس کسی کو نہ آنے دیں۔

امام حسین علیہ السلام داخلِ حجرہ ہو کر رسولؐ خدا کی گردن پر سوار ہو گئے اور کھیلنے لگے۔ بارش کا فرشتہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے پیغمبرؐ سے پوچھا: کیا آپؐ اس بچے کو دوست رکھتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم! میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: آپؐ کی اُمت عنقریب اس بچے کو قتل کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں اس کے محلِ شہادت کو دکھلا دوں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک مشت خاک پیغمبرؐ کے حوالے کی (ان سے) اُمِ سلمہؓ نے اس خاک کو لے لیا اور اپنے پلّو میں باندھ لیا۔ راویوں کا کہنا ہے کہ وہ کربلا کی مٹی تھی۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔ (المعجم الکبیر: ۲۴/ ۵۴)

اسی طرح اُمِ سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا میرے گھر میں تشریف فرما تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ میرے پاس کوئی نہ آنے پائے۔ میں دروازے پر نگہبانی کر رہی تھی کہ امام حسین علیہ السلام آئے اور داخل ہو گئے (تھوڑی دیر بعد میں نے) رسولؐ خدا کے گریہ وزاری کی آواز سنی تو میں داخلِ حجرہ ہوئی تو کیا دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام حجرے میں ہیں اور نبیؐ ان کی پیشانی کو مسح کرتے جاتے ہیں اور روتے جاتے ہیں۔ پس میں نے عرض کیا: خدا کی قسم مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ یہ کب داخل ہوئے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ابھی جبرئیلؑ ہمارے پاس اس گھر میں تھے اور انھوں نے کہا کہ آپؐ کی اُمت انھی (حسین علیہ السلام) کو ایک سرزمین پر کہ جسے کربلا کہا جاتا ہے شہید کر دے گی اور پھر جبرئیلؑ نے اس کی خاک اُٹھا کے مجھے دے دی۔

جب امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں گھیر لیا گیا تو آپ نے اس سرزمین کا نام

پوچھا: کہنے والوں نے کربلا کہا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے۔ یہ زمین کرب و بلا ہے۔ یہ روایت مستفیضہ بلکہ متواتر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۳/۱۱۰)

عبداللہؓ بن وہب بن زمعہ کہتے ہیں کہ مجھے اُمِ سلمہؓ نے خبر دی ہے کہ رسولؐ خدا ایک شب آرام کے لیے لیٹے ہوئے تھے کہ آپ گھبرا کر اُٹھے۔ آپؐ بڑے پریشان تھے، پھر سو گئے۔ اس کے بعد اُٹھے تو پہلی مرتبہ سے زیادہ پریشان تھے۔ اس کے بعد پھر سو گئے۔ اب جو اُٹھے تو آپؐ کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی مٹی تھی، جسے آپؐ بوسہ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ کیسی خاک ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ (امام حسین علیہ السلام) سرزمین عراق پر قتل کر دیے جائیں گے۔ میں نے جبرئیلؑ سے کہا: مجھے اس سرزمین کی مٹی دکھلا دیں جس پر انھیں قتل کیا جائے گا یہاں تک کہ فرمایا: یہی وہ تُربت ہے جسے رسولؐ خدا بوسہ دے رہے تھے۔

اس روایت کی سند میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہاں! اس کے بعض کلمات میں اختلاف واقع ہوا ہے جیسے کہ یقبلھا "خاک کو بوسہ دے رہے تھے" آیا ہے یا یقلبھا ہے "یعنی اسے الٹ پلٹ رہے تھے" جیسا کہ روایت خالد بن مخلد میں آیا ہے، اور اسی طرح ھو حائر کے بجائے بعض میں وھو خائر ذکر ہوا ہے۔ اسی طرح روایت ابونعیم کہ جسے ابنِ مغازلی نے اپنی کتاب مناقب میں ذکر کیا ہے اور اس میں یوم کی جگہ لیلہ کا کلمہ آیا ہے۔ اسی طرح ایک روایت میں تُربت کی صفت اور رنگ کو ذکر کیا گیا ہے۔

جب کہ دوسری روایت میں صفت ذکر نہیں ہوئی ہے۔ اسی طرح (پہلی مرتبہ

سے زیادہ) کا کلمہ آیا ہے۔ جب کہ دوسری روایت میں ثم اضطجع یعنی پھر لیٹ گئے کا کلمہ آیا ہے اور کسی میں جبرائیلؑ نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین علیہ السلام شہید کر دیا جائے گا اور یہ اسی سرزمین کی تُربت ہے (تو کسی میں یہ جملہ نہیں ہے) بہرحال مختلف طریقوں سے تُربت پاک کا ذکر آیا ہے۔ ان روایات کو اکابر علماء نے سند و متن کے اعتبار سے صحیح ٹھہرایا ہے۔ ہاں بعض نے دوسری بعض روایات کے ارسال، رفع اور تضعیف کے احتمال کی وجہ سے طعن کیا ہے لیکن ان کمیوں (اختلافات) کو دُور کرنے والے اور روایت کو صحیح کرنے والے قرائن موجود ہیں۔

کوئی حرج نہیں ہے کہ ہم اس مقام پر ان روایات میں سے بعض کے نص کو ذکر دیں کہ جن کے راویوں کی توثیق ہو چکی ہے اور ان روایتوں کے مضامین پایۂ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں۔

صالحؒ بن اربد، اُمِ سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے رسولِ خدا نے فرمایا: دروازے پر بیٹھو اور میرے پاس کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ میں دروازے پر بیٹھ گئی کہ اتنے میں امام حسینؑ آگئے۔ میں انھیں پکڑنے کے لیے لپکی مگر بچہ مجھ پر سبقت لے گیا اور اپنے نانا کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! مجھے اللہ آپؐ پر قربان فرمائے، آپؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میرے پاس کسی کو بھی نہ آنے دینا لیکن آپؐ کا لال آیا۔ میں انھیں پکڑنے کے لیے آگے بڑھی تو وہ مجھ پر سبقت لے گئے۔ جب کچھ دیر ہو گئی تو میں حجرے کے اندر داخل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسولِ خدا کوئی چیز اپنے دستِ مبارک میں لیے ہوئے اُلٹ پلٹ رہے ہیں اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہے اور بچہ آپؐ کے شکمِ مبارک پر بیٹھا ہوا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں ابھی جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے، انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میری اُمت اس بچہ (حسینؑ) کو قتل کر دے گی اور مجھے یہ خاک لا کر دی ہے کہ جس پر حسینؑ کو شہید کر دیا جائے گا۔ یہی وہ مٹی ہے جسے میں الٹ پلٹ کر دیکھ رہا ہوں۔

یہ مقبول روایت ہے۔ سند میں کوئی کمی نہیں ہے اور اس کے سلسلۂ رواۃ میں بھی کوئی طعن و جرح نہیں کی گئی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۳/۱۳۵)

شہر بن حوشب جناب اُمِ سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں: جبرئیلؑ رسولؐ خدا کے پاس تھے اور امام حسین علیہ السلام میرے پاس تھے۔ وہ رونے لگے۔ تو میں نے انھیں چھوڑ دیا۔ وہ رسولؐ خدا کے پاس چلے گئے۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا: اے محمدؐ! کیا آپؐ انھیں چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، فرمایا: آپؐ کی اُمت عنقریب انھیں قتل کر دے گی اور اگر آپؐ چاہیں تو میں اس سرزمین کی خاک آپؐ کو دکھلا دوں جہاں انھیں قتل کیا جائے گا پھر انھوں نے وہ خاک دکھلائی تو وہ سرزمین کربلا تھی۔ (میزان الاعتدال: ۱/۸)

اُمِ سلمہؓ کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جبرئیلؑ میرے پاس گھر میں تھے اور انھوں نے کہا: کیا آپؐ انھیں یعنی حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ کی اُمت انھیں اس سرزمین پر قتل کر دے گی جسے کربلا کہا جاتا ہے پھر جبرئیلؑ نے اس سرزمین کی خاک کو مجھے دکھلایا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہاں کی تربت کو لے آئے اور نبیؐ کو دکھلایا۔ (کنزالعمال: ۳/۱۱۱)

اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور حسین ابن علی علیہما السلام میرے پاس۔ ابنِ بنت منیع کی روایت میں ''معی'' کی جگہ

"معہ" آیا ہے یعنی حسینؑ رسولؐ خدا کے پاس تھے۔ میں ذرا غافل ہوئی تو حسینؑ نبیؐ کے پاس چلے گئے۔ نبیؐ نے انھیں اپنی ران پر بٹھالیا تو جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: اے محمدؐ! کیا آپؐ انھیں دوست رکھتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا: آگاہ ہو جائیں کہ آپؐ کی اُمت عنقریب انھیں قتل کردے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں اس سرزمین کی تُربت کو دکھلا دوں جس میں انھیں قتل کیا جائے گا۔ پھر جبرئیلؑ نے اپنا پَر زمین کی طرف پھیلایا اور اس سرزمین کو دکھلا دیا جسے کربلا کہا جاتا ہے، جو عراق کے طف علاقے کی سرخ مٹی ہے۔ (الفصول المہمہ: ۱۵۴)

اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں: میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور حسینؑ میری آغوش میں تھے پھر وہ نبیؐ کے قریب پہنچے تو میں نے حسینؑ کو پکڑ لیا۔ وہ رونے لگے تو میں نے چھوڑ دیا پھر وہ رسولؐ کے پاس چلے گئے۔ میں نے پھر انھیں پکڑ لیا وہ پھر رونے لگے۔ میں نے پھر چھوڑ دیا۔ جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: اے محمدؐ! کیا آپؐ انھیں پسند کرتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا: آگاہ ہو جائیں کہ آپؐ کی اُمت عنقریب انھیں قتل کردے گی اور اگر آپؐ چاہیں تو میں اس سرزمین کی تُربت آپ کو دکھلا دوں جہاں انھیں قتل کیا جائے گا پھر انھوں نے اپنا پَر پھیلایا اور نبیؐ کو وہاں کی سرزمین دکھلا دی تو نبیؐ نے گریہ فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ جبرئیلؑ نے اپنے ہاتھ سے عراق کے طف علاقے کی طرف اشارہ کیا پھر سرخ خاک اُٹھائی اور اسے رسولؐ خدا کو دکھلایا۔

ابو سلمہؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: جبرئیلؑ نبیؐ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ

آپؐ کی اُمت آپ کے بعد انھیں (حسین علیہ السلام) کو قتل کر دے گی۔ پھر کہا: کیا میں آپؐ کو ان کی شہادت گاہ کی تُربت نہ دکھلا دوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں، جبرئیلؑ کچھ خاک کے ٹکڑے لائے اور انھیں ایک شیشی میں رکھ دیا۔ جب شہادتِ حسینؑ کی شب آئی تو اُمِ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے حسینؑ کو قتل کرنے والو! تمھیں عذاب اور شکنجے کی بشارت ہو تم لوگ حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زبانوں پر لعنت کیے جا چکے ہو۔

اُمِ سلمہؓ کہتی ہیں: میں رونے لگی اور شیشی کو کھولا تو دیکھا کہ اس میں مٹی خون میں بدل چکی ہے۔ (العقد الفرید: ۲/ ۲۱۹؛ الخصائص الکبریٰ: ۲/ ۱۲۵)

ایک اور روایت میں اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: دروازے کی نگہبانی فرمائیں۔ میرے پاس کوئی نہ آنے پائے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ان کے رونے کی آواز سنی۔ اندر داخل ہوئی تو دیکھا کہ حسینؑ ان کے سامنے بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا: بخدا اے اللہ کے رسولؐ! میں نے نہیں دیکھا کہ یہ کب داخل ہو گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے اور انھوں نے کہا ہے کہ آپؐ کی اُمت آپ کے بعد انھیں (حسینؑ) کو اس سرزمین پر قتل کر دے گی جسے کربلا کہا جاتا ہے۔

اے محمدؐ! کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ میں ان کی تُربت آپؐ کو دکھلا دوں پھر جبرئیلؑ نے تُربتِ کربلا کو اُٹھایا نبیؐ کو دکھلایا اور پھر وہ خاک نبیؐ کے حوالے کر دی۔ اُمِ سلمہؓ کہتی ہیں: میں نے وہ خاک لے لی اور اسے ایک شیشی میں رکھ لیا جس روز امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو میں نے اس خاک کو دیکھا تو وہ خون میں تبدیل

ہو چکی تھی۔ (مقتل الحسین: ۲/ ۹۴)

اسی طرح ایک اور روایت میں جناب اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں:

رسولِ خدا میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں امام حسین علیہ السلام داخل خانہ ہوئے۔ میں نے ان دونوں کو دروازے سے دیکھنا شروع کیا تو کیا دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام رسولِ خدا کے سینہ مبارک پر کھیل رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں مٹی کا ایک ٹکڑا ہے اور آپؐ کی آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ جب امام حسین علیہ السلام چلے گئے تو میں حجرے میں داخل ہوئی اور عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں اے اللہ کے رسولؐ! میں نے آپؐ کو دیکھا ہے آپؐ کے ہاتھ میں مٹی تھی اور آپؐ رو رہے تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: جب میں حسینؑ کو اپنے سینہ پر کھیلتا ہوا دیکھ کر مسرور تھا کہ جبرئیلؑ آئے اور انھوں نے مجھے وہ خاک عطا کی کہ جس پر حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے گا تو میں اسی وجہ سے رو رہا تھا۔

ابو امامہؓ کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسولِ خدا نے اپنی عورتوں سے فرمایا: اس بچہ یعنی حسینؑ کو نہ رُلاؤ۔

ابو امامہؓ کہتے ہیں: جناب اُمِ سلمہؓ کا دن تھا کہ جبرئیل نازل ہوئے۔ رسولِ خدا حجرے میں داخل ہوئے اور جناب اُمِ سلمہؓ سے فرمایا: کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا کہ حسین علیہ السلام آ گئے۔ انھوں نے رسولِ خدا کو دیکھ کر حجرے میں داخل ہونا چاہا تو انھیں اُمِ سلمہؓ نے گود میں اُٹھا لیا اور انھیں کھلانے لگیں اور لوریاں دینے لگیں لیکن ان کا گریہ تیز سے تیز تر ہو گیا تو اُمِ سلمہؓ نے انھیں چھوڑ دیا۔ بچہ وہاں سے رسولِ خدا کے پاس چلا گیا اور جا کر نبی کی آغوش میں بیٹھ گیا۔ جبرئیلؑ نے رسولِ خدا

سے عرض کیا: آپؐ کی اُمت عنقریب آپؐ کے اس بیٹے کو قتل کردے گی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ صاحبانِ ایمان ہوتے ہوئے اس بچہ کو قتل کردیں گے؟

جبرئیلؑ نے کہا: بس وہ انھیں قتل کر ڈالیں گے۔ یہ کہہ کر جبرئیلؑ نے خاکِ شفاء اُٹھائی اور کہا کہ فلاں مقام و منزل پر انھیں شہید کیا جائے گا۔ جناب رسولؐ خدا حسینؑ کو گود میں لیے ہوئے بہت مغموم و پریشان حال باہر تشریف لے گئے۔ اُمِ سلمہؓ سمجھیں کہ آنحضرتؐ بچے کے اندر داخل ہونے سے غضبناک ہو گئے ہیں لہٰذا عرض کیا:

اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ پر قربان ہو جاؤں آپؐ ہی نے فرمایا تھا کہ اس بچہ کو نہ رُلاؤ اور آپؐ نے حکم دیا تھا کہ کسی کو آپؐ کے پاس نہ آنے دوں لیکن حسینؑ آگئے تو میں نے انھیں نہیں روکا۔

رسولؐ خدا نے کوئی جواب نہیں دیا اور باہر اصحاب کے مجمع میں تشریف لے گئے اور فرمایا: میری اُمت اس (حسینؑ) کو قتل کر ڈالے گی اور مجمع میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی تھے اور یہ دونوں بقیہ لوگوں کی نسبت زیادہ جری تھے ان دونوں نے کہا:

اے اللہ کے رسولؐ! وہ صاحبان ایمان ہوتے ہوئے قتل کر ڈالیں گے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں اور یہ وہ خاک ہے پھر آپؐ نے سب کو خاکِ شفاء کا دیدار کرادیا۔ (مجمع الفوائد: ۹/ ۱۸۹)

اس روایت کی سند کو بزرگانِ دین کی ایک جماعت نے توثیق کی ہے اور یہ روایت صنعتِ علم رجال کے قواعد کے مطابق ہے لہٰذا اس جہت سے روایت پر کوئی اشکال و اعتراض نہیں ہے۔ اس روایت کے مضمون میں غور و فکر سے بعض بلند معارف واُونچے معالم کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسے:

(ا) نبی کریمؐ نے اپنی خواتین کو حسینؑ کو رلانے سے منع کیا ہے۔ اس قول میں اس عظیم منزلت کی طرف اشارہ ہے جس پر امام حسین علیہ السلام فائز ہیں اور یہ کہ نبیؐ کے نزدیک امام حسین علیہ السلام کو بڑی رفعت اور بلند منزلت حاصل ہے۔

(ب) نبی کریمؐ کا اظہار محبت و کرامت کرنا۔

(ج) اپنے نواسے کی رعایت اور ان کا آنحضرتؐ کی زندگی اور موت کے بعد بھی پاس ولحاظ رکھنے کی طرف ارشاد۔

(د) بلا استثناء سارے لوگوں کو حجرے میں داخل ہونے کی ممانعت کے بعد اور یہ کہنے کے بعد کہ کسی کو بھی میرے پاس آنے کی اجازت نہ دینا اور پھر امام حسین علیہ السلام کو داخل ہونے کی اجازت دینا۔

(ہ) تربتِ کربلا کا تذکرہ اور اسے صحابہ کو دکھلانا اور ساتھ ہی آئندہ کی خبر اور پیشینگوئی کرنا اس خاک کی شرافت وقداست جتلاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: ۴/۲۹۴)

اس روایت کے مشابہ عبد اللہ ابنِ سعید کی وہ روایت ہے جو انھوں نے اُمِ سلمہؓ سے نقل کی ہے۔ اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں: نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: ابھی میرے پاس گھر میں ایک ایسا فرشتہ آیا جو آج سے پہلے میرے پاس نہیں آیا تھا۔ اس نے آکر مجھ سے کہا کہ آپؐ کا یہ بیٹا حسین علیہ السلام شہید کر دیا جائے گا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس سرزمین کی خاک کا آپؐ کو دیدار کرادوں، جہاں انھیں شہید کیا جائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر اس نے سرخ خاک دکھلائی۔

یہ روایت بھی سند کی حیثیت سے صحیح ہے لیکن بعض اس روایت کی سند میں تضعیف کا شبہہ ڈالتے ہیں۔ یہ کہہ کر کہ نبیؐ کی کوئی زوجہ کا نام جو اُمِ سلمہؓ یا کسی اور کے درمیان مردد ہے یہ صرف اس لیے تاکہ مضمونِ روایت میں کمزوری پیدا کردیں،

جب کہ واضح ہے کہ یہ روایت اُم سلمہؓ سے ہی وارد ہے۔ جس کا اعتراف و اقرار اہلِ فن کی ایک جماعت نے کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس بات کے قائل ہو جائیں کہ یہ روایت اور وہ روایت الگ الگ ہیں اور اس طرح کمزوری کا گمان بھی رفع ہو جائے گا لیکن اس میں زور زبردستی ہے جیسا کہ علامہ طبرانی نے معجم میں متقی ہندی نے کنز العمال میں اور خوارزمی نے مقتل الحسینؑ میں ذکر کیا ہے، نصِ روایت یہ ہے:

عروہ بن زبیر حضرت عائشہؓ سے روایت کرتا ہے، وہ کہتی ہے: حسین بن علیؑ رسولؐ خدا کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت آنحضرتؐ پر وحی ہو رہی تھی۔ وہ رسولؐ خدا کے کاندھے پر سوار ہو گئے اور پشت پر کھیلنے لگے۔ جبرئیلؑ نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: اے محمدؐ! کیا آپؐ اس بچے سے محبت کرتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! کیا بات ہے کیا میں اپنے بیٹے سے محبت نہیں کروں گا؟ جبرئیلؑ نے کہا: کیا آپؐ کی اُمت آپؐ کے بعد عنقریب آپؐ کے اس فرزند کو قتل کر دے گی۔ پھر جبرئیلؑ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سفید تُربت لائے اور کہا: اے محمدؐ! اس سرزمین پر آپؐ کا بیٹا شہید کر دیا جائے گا اور اس سرزمین کا نام طف (کربلا) ہے۔ جب جبرئیل رسولؐ خدا کے پاس سے چلے گئے تو آپؐ نے مجھے خبر دی کہ میرا لال حسینؑ سرزمین طف پر شہید کر دیا جائے گا اور میری اُمت میرے بعد فتنوں میں مبتلا ہوگی پھر آپؐ اصحاب کے پاس چلے گئے جن میں علیؑ، ابوبکر، عمر، حذیفہ، عمار، ابوذر رضی اللہ عنہم تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے جاتے تھے۔ ان لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! کس چیز نے آپ کو رُلا دیا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا لال حسینؑ میرے بعد سرزمین طف پر شہید کر دیا جائے گا اور وہ میرے پاس یہ تُربت لائے ہیں اور

مجھے خبر دی ہے کہ اس خاک میں حسینؑ کو شہید کیا جائے گا۔

ان روایات میں لفظی اختلافات کے باوجود خاکِ کربلا کی قداست اور اس خاک کو سبطِ رسولؐ خدا کی شہادت کے باعث جو شرافت و کرامت اور خصوصیت حاصل ہے کی طرف اشارہ ملتا ہے جیسا کہ بعض روایت سے آشکار ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے جب اپنے دستِ مبارک میں اس خاک کو دیکھا تو آپؐ نے گریہ فرمایا۔ بعض روایت میں تُربت کی جگہ طین اور طینت آیا ہے اور دوسری بعض میں تُربت اور تراب۔ کچھ روایات میں خاص علامت ذکر ہوئی ہے وہ یہ کہ شہادتِ حسینؑ کے دن خاکِ شفاء کا خون میں تبدیل ہو جانا اور بعض میں وارد ہوا ہے کہ خاک میں خون جاری ہو جاتا۔ بعض میں شہادت گاہ حسینؑ کی تُربت ذکر ہوتی ہے تو بعض میں اس سرزمین کی تُربت کہ جہاں امام حسینؑ کو شہید کیا جائے گا، آیا ہے۔ بعض میں خاکِ شفاء کے نبیؐ کے ذریعہ بوسہ دینے کا یا اسے اُلٹ پلٹ کرنے کا تذکرہ ہے تو کچھ میں دوسرے معارف و مقاصد ذکر ہوئے ہیں۔ بہر حال ان روایات کے الفاظ اور خاص تعبیروں میں غور و فکر کے بعد آشکار ہو جاتا ہے کہ خدا کے نزدیک تُربتِ کربلا کو کتنی فضیلت و کرامت حاصل ہے اور نبی اعظمؐ نے اپنی ازواج اور اصحاب کے سامنے خاکِ شفاء کی عظمت ظاہر کی ہے اور وہ اس طرح کہ یہ خاک روح الامین جبرئیلؑ سے اخذ کی ہے نہ کہ اپنی طرف سے۔ نبی کریمؐ تمام مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ اولیٰ بالتصرف ہیں اور وہ خواہشات سے گفتگو نہیں کرتے بلکہ وہ وہی کہتے ہیں جو ان کے اُوپر وحی ہوتی ہے۔

بہر حال تُربتِ حسینؑ بڑی مقدس مبارک و محترم خاک ہے اور اللہ نے اسے مقدس قرار دیا ہے اور اس نے اس خاکِ پاک میں برکت، امان، شفاء اور سلامتی

قرار دی ہے اور خلائق پر اس طرح واجب کر دیا ہے کہ احترام خاکِ شفاء کا تحفظ کریں جس طرح اس نے تربتِ کربلا کے صاحب و مالک (امام حسینؑ) کی نصرت واجب کر دی تھی اور وہ بھی اپنے امین نبیؐ کی زبان پر۔

یہاں بحث کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ عروہ بن زبیر کی روایت میں بعض ازواج نبیؐ (عائشہ بنت ابی بکر) سے وارد روایت ہے اور جو روایات میں ذرا سا بھی چھان بین کرتا ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس روایت میں دوسری روایت کے مقابل بڑا اضطراب اور تصحیف پایا جاتا ہے اگر چہ ہم بھاری تضاد کا دعویٰ نہ کریں، کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت میں بڑا اختلافی پہلو ہے۔ اکثر روایات میں تربتِ کربلا کے سرخ ہونے کا تذکرہ ہے جیسے کہ روایت ابنِ سعد، روایت عبداللہ ابنِ سعید میں کہ جو انھوں نے اپنے باپ سے عائشہؓ اور اُمِ سلمہؓ کے درمیان شریک کے ساتھ نقل کیا ہے اور دوسری میں یہ کہا گیا ہے کہ خاکِ شفاء سفید تھی جیسا کہ آپ نے عروہ بن زبیر کی روایت (روایت عائشہ) ملاحظہ کیا۔ اس کے علاوہ بھی بعض دوسرے پہلو ہیں جن کی تحقیق کو ہم ان کے محل کے لیے چھوڑ رہے ہیں اور یہ جتلاتے چلیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہم امامیہ کے نزدیک فاقد اعتبار ہے اور اس کی روایت سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس نے امام معصوم اور خدا کی طرف سے بندوں پر واجب الاطاعت حجت خدا اور رسولؐ کی طرف سے بلافصل ولی اور خلیفہ بنائے جانے والے اپنے زمانے کے امام حضرت علیؑ پر خروج کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس سے اور بھی بہت سے ایسے اعمال صادر ہوئے ہیں جس کی رسولِ خدا سے انتساب کے باعث صادر ہونے کی توقع نہیں تھی لیکن اس موضوع پر گفتگو کی جگہ اور ہے لہٰذا ہم وہیں کے لیے اس موضوع کو چھوڑ رہے ہیں اور یہاں سے متعلق گفتگو

و بحث پر اکتفاء کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ رسول اعظمؐ نے تربت حسینؑ کی قداست خصوصیت اور منجانب اللہ شرافت کو خود بیان فرمایا ہے۔ اس خاک کو جبرئیلؑ جیسا فرشتہ لے کر آیا اور اسے نبی کریمؐ کو عطا کیا اور نبیؐ نے اپنی ازواج و اصحاب کو اس خاکِ پاک کا دیدار کرایا اور انھیں خبر دی کہ یہ سرزمین ان کے لال امام حسین علیہ السلام کی شہادت گاہ بنے گی۔

الروضۃ کی تحقیق

۲۔ اسحاقؓ بن عمار کی روایت تمام سندی جہتوں سے صحیح و معتبر ہے (قبر حسینؑ بیس ہاتھ میں بیس ہاتھ ہر چار سو سے ہے) اس روایت کو عبداللہؓ بن سنان نے روایت کیا ہے اور ان دونوں روایتوں میں کوئی اشکال نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اس روایت میں روضۃ مِن رِیَاضِ الجَنَّۃ کے حساب سے قبر مطہر کو صرف ۲۰ ہاتھ کے دائرے میں محدود کیا گیا ہے لہٰذا یہ روایت نہایت ضعیف ہے تو ہم کہیں گے کہ اس روایت میں قبر شریف کے ۲۰ ہاتھ تک کی فضیلت و عظمت کو بیان کرنا مقصود ہے نا کہ قبر شریف کی حد بندی مقصود ہے اور اس بیان کا شاہد روایت کا وہ فقرہ ہے کہ جس کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ یہ خاکِ پاک ملائکہ کی معراج گاہ ہے اور اس کے علاوہ لفظ ''الروضۃ'' سے ایسا معنی لینا بھی درست نہیں ہے بلکہ ہمارے ذریعہ ذکر شدہ معنی پر دلالت اور تاکید اس روایت سے ہوتی ہے جس کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ ''مقامِ قبر امام حسینؑ جنت کے بستانوں میں سے ایک بستان ہے''۔ اگر کلمہ الروضۃ سے مراد قبر مطہر کا حصہ ہوتا تو اس کے ساتھ بستان کا تذکرہ نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ ''قیدِ زمانی'' والی روایت کہ جس میں یہ کہا گیا ہے:

''جس روز اس خاک کے اندر امام حسین علیہ السلام دفن ہوئے ہیں''

اسی طرح (عبارتِ روضۃ من ریاض الجنۃ میں) حرفِ مِن جو کہ بیان کے لیے ہے، بعض کا معنی دینے کے لیے نہیں ہے جو ہمارے قول کی تائید کرتا ہے اور اگر حرف ''مِن'' سے بعضیت کا معنی مراد لیا جائے تب بھی مقصودِ کلام یعنی قبر مطہر کا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہونا معروف معنی کے لحاظ سے کوئی ربط نہیں ہے اور دونوں صورتوں میں مذکورہ قول یعنی یہ کہ روضۂ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے کی تائید نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ جنت کی طرف ریاض کی اضافت بھی اس قول کے صحیح ہونے سے مانع ہے۔ اس بنیاد پر روایت کے کلمات سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ بھی ہے کہ قبر مطہر کی برتری وفضیلت کا بیان مقصود ہے اور یہ کہ اللہ کے نزدیک اس خاک کو کیا عظمت حاصل ہے بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ یہ سرزمین، زمین والوں کے لیے آسمانی جنت اور، آسمان والوں کے لیے زمینی جنت ہے اور یہ سرزمین جنت کے بستانوں میں سے ایک بستان ہے۔

نسبت کا پہلو

۳- اسحاقؒ بن عمار کی دوسری روایت جو دونوں قدموں کی جانب سے ۲۵ ہاتھ تک اسی طرح آگے پیچھے اور سر کی جانب سے ۲۵ ہاتھ کو بیان کرنے والی روایت ہے۔ اس کی بھی سند کی صحت میں اور ماہرینِ فن کی طرف سے اس کے راویوں کی توثیق میں کوئی کلام نہیں ہے کیونکہ یہ روایت اکابر طائفہ جناب شیخ طوسیؒ اور ابن قولویہؒ وغیرہ جیسے بزرگوں کی جانب سے ہم تک پہنچی ہے اور اس کے صدور پر جزم ویقین ہے اور یہ جو بعض اعاظم نے دونوں روایتوں یعنی ۲۰ ہاتھ اور ۲۵ ہاتھ والی روایتوں کو جمع کر کے فضیلت کے مراتب کو گوش گزار کیا ہے تو یہ محض استحسان ہے ورنہ جس پر کلمہ تُربت صادق آتا ہے اس کے فضل میں تفاوت کی کوئی گنجائش ہے ہی

نہیں، کیونکہ بہرحال انتساب کا عنوان مطلق اور عام ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ۲۵ ہاتھ پر دلالت کرنے والی روایت حسنؒ بن محبوب کی مرویات میں سے ہے۔ جن کے ذریعہ وارد روایات کی صحت میں رجالِ حدیث نے کوئی اختلاف نہیں کیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام رواۃِ حدیث کی توثیق ہو چکی ہے پھر سند کی طرف سے کوئی کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ بہرحال جو بات اس باب میں اہم اور عمدہ کلام ہے وہ یہ ہے کہ اس خاک کے جہت انتساب کی وجہ سے فضل و شرف اور کرامت کا پہلو ملحوظ رکھا گیا ہے اور اللہ عزوجل نے اس خاکِ پاک کو سبطِ رسولؐ خدا کی قبر کی خاک ہونے کی نسبت سے عطا کیا ہے۔ اس سے بڑا عظیم اور بھاری درجہ و مقام اور کیا ہو سکتا ہے؟!

تاویل کا امکان پایا جاتا ہے

۴۔ سلیمانؒ بن عمر سراج کی روایت جو حدودِ قبر کو ۷۰ ہاتھ یا ۷۰ باع ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ بھی اکابرِ فن کے نزدیک قابلِ عمل ہے، اگرچہ بعض نے اس روایت پر ضعیف اور مرسل ہونے کا نقص وارد کیا ہے لیکن قرائن وغیرہ کے ذریعہ جبرانِ نقص کے بعد اشکال کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے اور نہ ہی بحث و تردید کے پہلو پر اصرار کرنے کی مزید تکلیف کی ضرورت ہے بلکہ مسئلہ اس کے برعکس ہے یعنی تاویل کا امکان پایا جاتا ہے لہٰذا اسے ترک نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ اس کو اخذ کرنا چاہیے بالکل ویسے ہی جیسے کہ دوسری روایات میں تاویل کی گئی ہے۔ معروف قاعدہ تمام فقہی ابواب میں یہی ہے کہ جب تک جمع کا امکان (چاہے تاویل کی بدولت) پایا جاتا ہے روایات کو چھوڑا نہیں جا سکتا ہے۔

محلِ گفتگو میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاویل و توجیہ اور روایت کو ترک یا رد

کرنے سے اولیٰ و بہتر ہے لہٰذا اہلِ علم و دانش پر لازم ہے کہ جب تک وجوہ تاویل کا امکان پایا جاتا ہے وہاں تاویل کے سلسلہ میں بحث کریں اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ اپنی ساری توانائی صرف کر دیں تا کہ مرحلۂ تحقیق میں ماہرینِ فن قابلِ عمل عام یا منظور نظر خاص جہتوں تک رسائی کی کوشش کریں۔

البتہ معیار تاویل یا وجوہ تاویل میں اختلاف، مقصود پر ضرر رساں نہیں ہوتا بلکہ اصل عمل کو تقویت پہنچاتا ہے۔ ہاں جس جگہ کسی قسم کی کوئی تاویل یا بحثِ زائد کی گنجائش نہیں ہے وہ ان ضروریات میں شامل ہیں جو قطعی دلیلوں، قرآن وسنت وغیرہ سے ثابت ہیں مگر ہمارا محلِ گفتگو ضروریات میں شامل نہیں ہے لہٰذا اس کے اندر اس کے اصول و وجوہ کے پیشِ نظر تاویل کا امکان ہے۔

حائر کی حد بندی

۵- محمدؒ بن زیاد کی روایت جو حائر یا حیر کی مٹی میں شفا ہے پر دلالت کرتی ہے۔ روایت محمدؒ بن مسلم کے حساب سے وہ صحیح روایت ہے اور حیر سے مراد وہی حائر ہے کہ جس کے اندر قبر امام حسین علیہ السلام ہے۔ یہ روایت مقبولہ ہے۔ اعاظم نے اسے قبول کیا ہے اس لیے کہ اس روایت میں حائر کی حد بندی ۷۰ ہاتھ مقرر کی گئی ہے جس پر بزرگوں نے یقین کیا ہے لہٰذا یہ روایت، اسحاقؒ بن عمار والی روایت کی مؤید ہے اگرچہ بظاہر آج کی اصطلاح میں روضہ کی حد بندی اور نام کے اختلاف کے باعث آپسی تضاد رکھتی ہے۔

وہ روایت جو کہ قبر کی حد بندی ۲۵ ہاتھ قرار دیتی ہے اور یہ روایت کہ جس میں ۷۰ ہاتھ کا بیان ہے۔ ان دونوں روایتوں کے درمیان جمع اس طرح سے کرنا کہ افراد کے اختلاف سے فرق ہوتا ہے یا ہاتھوں کے چھوٹے بڑے ہونے کے لحاظ

سے تو یہ جمع بھی قابلِ قبول نہیں ہے اور اس جمع کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی بلکہ اس کا ذکر محلِ بحث میں درست ہی نہیں ہے، کیونکہ یہ جمع صاحب رائے کی رائے کے گھٹیا ہونے اور اس رائے کے بیہودہ ہونے کا پتہ دیتا ہے، بلکہ اس طرح کے مقامات پر معیار، غالب یا متوسط ہوتا ہے۔

نقص کے جبران والی اشیاء سے تمسک

روایت ابوحمزہ ثمالیؒ جو قول امام جعفر صادق علیہ السلام کی حکایت کرتی ہے: قبر سے لے کر چار میل کے سرے تک کی خاک سے شفاء طلب کی جاسکتی ہے تو یہ روایت اگرچہ عبدالرحمٰن آصم کے سلسلۂ سند میں ہونے کے باعث ضعیف قرار دی گئی ہے لیکن پھر بھی قابلِ عمل ہے اور بعض بزرگ فقہاء کے نزدیک مورد اعتماد ہے، کیونکہ انھوں نے بغیر کسی شک و تردید کے مضمون روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ اس سے ضعفِ روایت کا جبران ہو جاتا ہے جیسا کہ اس طرح کے موارد میں اہلِ تحقیق کے نزدیک یہی معمول و متعارف ہے لہٰذا اس روایت کے مضبوط متن سے تمسک کرنے سے فی الجملہ قبول کرنے کا باب کھل جاتا ہے اور رد کرنے کا باب مطلق طور سے سند ہو جاتا ہے اور اسی اصل عملی پر پرانے زمانے سے آج تک اکابر کی سیرت قائم رہی ہے۔
بعض راویوں کے ضعف اور ارسال میں ہی روایت کا رد کرنا منحصر نہیں ہے بلکہ جہاں تک ہو سکے نقص کے جبران کرنے والے طریقوں کو ڈھونڈ نکالنا چاہیے تاکہ ہمارے گذشتہ بزرگوں نے سخت ترین زمانوں میں روایات کے جمع اور تدوین کرنے میں جو زحمتیں اُٹھا کر روایات کو ہم تک پہنچایا ہے ان کی محنتیں ضائع نہ ہو جائیں۔

بہر حال بحث و تحقیق کا میدان بڑا وسیع ہے اور جو شخص اپنی سعی و کوشش کو اس عمل میں لگاتا ہے اس کے لیے بڑا اجر ہے اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ جو بحث ہم نے

شروع کی ہے اس میں بھی اجتہاد اور تحقیق کی بڑی گنجائش ہے البتہ سارے مقررہ اُصول اور مقبول قواعد و ضوابط کی رعایت کے ساتھ اور نقص کو جبران کرنے والے اُمور کا لحاظ کرنے کے ساتھ ہونا چاہیے چاہے وہ جبران کرنے والا موضوع وسیع ہو یا تنگ، نوعی ہو یا شخصی، موضوعی ہو یا حکمی۔

برکت یا تُربت؟

۷۔ حجّال کی وہ روایت جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قبر شریف کی تُربت ۱۰ میل تک ہے تو یہ روایت مرسلہ ہے اور اس پر تضعیف کا حکم لگایا گیا ہے اور اس کی وجہ کلمۂ تُربت میں پائے جانے والے اختلاف کے باعث ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ کلمہ "برکت" ہے نہ کہ "تُربت" اور ہم نے اس سلسلہ میں جو بات صواب اور درستگی سے قریب تر پائی ہے اس کو بیان کر دیا ہے لہٰذا یہاں اس کو نہیں دہرائیں گے۔

حرمت اور حریم

۸۔ محمدؒ بن عیسیٰ نے محمدؒ بن اسماعیل سے قبر شریف کے چاروں طرف سے ایک ایک فرسخ کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایت کو شیخ کبیر طوسیؒ نے یقین کے ساتھ اپنی گراں قدر کتاب مصباح المجتہد کے صفحہ ۷۳۱ پر محمدؒ بن عیسیٰ یقطینی کے طریق سے نقل کیا ہے۔ ہاں سند میں محمد بن اسماعیل کے حوالے سے یہ طعن کیا گیا ہے کہ وہ محمدؒ بن اسماعیل بن بزیع ہیں جن کا ثقہ ہونا ثابت ہے یا محمد بن اسماعیل بصری ہیں جو مجہول الحال ہے۔

اہلِ نظر نے اپنے مباحث میں کلمۂ حرمت و حریم کے سلسلے میں بحث کی ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی مرفوعہ روایت جو منصور بن عباس سے نقل ہوئی ہے سے

اجتناب کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"قبر حسینؑ کا حریم چاروں طرف سے ۵ فرسخ تک ہے۔ دوسری روایت میں اس طرح فرمایا: "قبر حسینؑ کے حریم ایک فرسخ در ایک فرسخ در ایک فرسخ ہے"۔

واضح سی بات ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں معنٰی اور مصداق کے لحاظ سے اور اسی طرح احکام کے لحاظ سے بڑا واضح فرق ہے۔

حق تو یہ ہے کہ دونوں روایتیں دو الگ الگ جہتوں پر ناظر ہیں لہٰذا ان دونوں کے درمیان نہ تو کوئی تعارض ہے اور نہ ہی احکام میں اشتراک ہے جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے کیونکہ حرمت اور حریم کی حد بندی کا بیان ایک شے ہے اور اس سے مختص احکام کا بیان دوسری شے ہے اس لیے کہ کسی موضوع سے متعلق ہونے والی ہر چیز کا بیان ایک ہی روایت میں نہیں ہو سکتا، لہٰذا یہ ممکن ہے کہ کسی روایت میں کوئی جہت تو دوسری روایت میں دوسری جہت مدنظر ہو اور دونوں میں کبھی اختلاف پایا جاتا ہو تو کبھی بعض کا دوسرے احکام کے ساتھ اشتراک ہو۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ کیسے بعض لوگ اس روایت کی تضعیف و ارسال اور راوی کی جہالت کے دعوے ساتھ ساتھ کر رہے ہیں جب کہ انھوں نے روایت کے جبران کرنے والی چیزوں کی طرف مطلق توجہ نہیں دی ہے لہٰذا اہلِ تحقیق پر لازم ہے کہ ہر پہلو پر نظر دوڑائیں اور تردید یا طعن میں جلد بازی سے کام نہ لیں اس لیے کہ ہر وہ چیز جس میں کوئی تاویل ممکن ہے اسے رد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی چھوڑا جا سکتا ہے خاص طور سے ہماری محلِ گفتگو میں جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

اگر چہ روایت محمدؒ بن عیسٰی یقطینی نہ تو صریحی طور پر جوازِ استشفاء پر دلالت

کرتی ہے اور نہ اس کے کھانے پر لیکن تب بھی اس باب میں وارد دوسری روایات کو ملاحظہ کرتے ہوئے اس روایت سے تمسک کرنا ممکن ہے اور اس کے نقص کا جبران سند اور متن دونوں اعتبار سے کیا جا سکتا ہے اور یہ منافات نہیں رکھتا کہ حرمت اور حریم میں فرق پایا جاتا ہے اس لیے کہ ان دونوں کلمے کے مختلف پہلو اور متفاوت جہتیں ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے مسئلہ میں اس روایت سے استدلال کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ اس کے ضعف کا جبران متعدد وجہوں سے ہو چکا ہے جو کہ ماہرینِ فن کے درمیان رائج ہے۔

بعض روایتیں دوسری بعض روایتوں کے ضعف کو دور کرتی ہیں اور ان دونوں کے درمیان جمع کی بڑی گنجائش پائی جاتی ہے اور موضوع کی وحدت کو سمجھانے کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ حرمت سے مراد وہی مکان کی حریم یعنی مساحت اور چوحدی مراد ہے، ورنہ فرسخ کا ذکر بے معنی ہو جائے گا اور روایت کی صحت تسلیم کرنے کے بعد بہرحال متن میں تاویل لازم ہے۔ سندی جبران کے ساتھ دلالت کی کمی کو دُور کرنا ہوگا اس لیے کہ قبر شریف کی کوئی حد اس طرح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی عرفی معیاروں اور مادی پیمانوں سے قبر شریف کی پیمائش کی جا سکتی ہے اور جب ہم ضعف کے جبران کی وجہ کو قوی کرلیں گے تو پھر روایت کے اندر ارسال و رفع کا پہلو بھی کمزور پڑ جائے گا اور پھر کوئی ان جہتوں سے روایت کی تردید نہیں کر سکے گا۔

یک مشت تراب

۹- عبداللہؒ بن نجی حضرمی کی روایت جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے خاکِ شفاء کے بارے میں فرمایا ہے:

"ایک روز میں جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھا کہ آپؐ

کی آنکھیں اشکبار ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا کسی نے آپؐ کو غضبناک کر دیا ہے؟ آخر آپؐ کی آنکھیں اشکبار کیوں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے پاس سے جبرئیلؑ واپس گئے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ حسین علیہ السلام کو فرات کے کنارے شہید کر دیا جائے گا، پھر بولے: کیا آپؐ پسند کریں گے کہ میں آپؐ کو ان کی تُربت سونگھنے کے لیے فراہم کروں؟ میں نے کہا: ہاں تو انھوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور ایک مشت تراب اُٹھا کر مجھے دے دی تو میں برداشت نہ کر سکا اور میری دونوں آنکھیں چھلک اٹھیں"۔

اس روایت کی سند میں کوئی اشکال نہیں ہے بلکہ اسے متعدد ثقہ لوگوں سے روایت کیا گیا ہے اور بہت سے ماہرینِ فن نے جیسے کہ احمد، بزاز اور طبرانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور مفادِ روایت میں کوئی مناقشہ نہیں کیا گیا ہے۔

اس روایت میں ایک پہلو اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے تُربت پاک کو استشمام فرمایا ہے اور جبرئیل امینؑ نے تُربت مقدسہ کو ایک مٹھی اخذ کر کے نبی کریمؐ کے جب حوالہ کیا ہے تو نبی کریمؐ کو مظلوم حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سن کر اس قدر دکھ ہوا کہ آپؐ رونے لگے اور دونوں آنکھیں آنسوؤں سے چھلک اٹھیں۔ اس روایت کے بعض معنوی پہلوؤں کو ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

استشمام، خود موضوع و طریق ہے

۱۰۔ ہانی کی وہ روایت جسے انھوں نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے جس میں تُربتِ حسینؑ کا تذکرہ یوں وارد ہوا ہے کہ اس کے اندر دونوں نہروں کے درمیان امام مظلوم کو شہید کیا جائے گا۔ یہ روایت انھیں روایتوں میں سے ہے کہ جسے ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے اور اس جہت سے اس میں کوئی اشکال بھی نہیں ہے۔

علامہ طبرانی نے اپنی معجم جلد ۳/ ۱۱۱ پر اسی طرح دیگر سنی محدثین نے اسے نقل کیا ہے یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ "تربت" سے مراد قبر ہے نہ کہ طین یا تراب، اس کے باوجود مقصود ثابت ہے اور وہ ہے مکان کی قداست و طہارت کہ جو خون مظلوم کربلا سے حاصل ہوئی ہے اور اسی آمیزش کے باعث اللہ نے اس پاکیزہ خاک میں ہر درد میں شفاء اور ہر خوف سے نجات اور سلامتی رکھی ہے۔

اسی طرح ابو ہرثمہؓ کی روایت میں خاکِ شفاء کی قداست کا تذکرہ آیا ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔ ابو ہرثمہؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ نہر کربلا کے پاس تھا، آپ کا گزر وہاں ایک درخت کے پاس سے ہوا۔ جس کے نیچے ہرنوں کی مینگنیاں پڑی ہوئی تھیں۔ مولا علیؑ نے انھیں ایک مشت اُٹھا کر سونگھا پھر آپؑ نے فرمایا:

یُحشَرُ مِن ھٰذَا الظُّھرِ سَبعُونَ اَلفًا یَدخُلُونَ الجَنَّۃَ بِغَیرِ حِسَابٍ

"اس سرزمین سے ستر ہزار لوگ اُٹھائے جائیں گے جو بغیر کسی حساب و کتاب کے داخلِ جنت ہو جائیں گے"۔

جرداءؓ بنت سمعین اپنے شوہر ہرثمہ بن ابی مسلمؒ سے روایت کرتی ہیں کہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ غزوۂ صفین گئے ہوئے تھے۔ ہماری واپسی کربلا سے ہوئی۔ امامؑ نے وہاں نماز ادا کی پھر وہاں کی تربت اُٹھا کر سونگھا اور پھر فرمایا: ہائے اے تربت! تیرے بطن سے ایسے لوگ اٹھیں گے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ہرثمہ لوٹ کر اپنی زوجہ کے پاس آئے جو امام علیؑ کی شیعہ تھی اور بولے: کیا میں تمھارے مولا ابو الحسن علیؑ کے بارے میں نہ بتاؤں کہ وہ کربلا میں

اترے وہاں نماز پڑھی پھر وہاں کی تربت اٹھائی اور فرمایا: خوشا بحال تیرا اے تربت تجھ سے ایسے لوگ محشور ہوں گے جو بغیر حساب کے وارد بہشت ہو جائیں گے۔ بیوی نے کہا: اے مرد! امیر المومنین سوائے حق کے کچھ نہیں فرماتے۔ (بحار الانوار: ۲۵۵/۴۴)

نجی کی روایت میں ہے کہ ہم امام علیؑ کے ساتھ چل رہے تھے جب نینویٰ کے مقابل سرزمین پر پہنچے جدھر سے صفین کا راستہ ہے تو آپ نے ندا دی: اے ابو عبداللہ! صبر کرو، اے ابو عبداللہ! فرات کے کنارے صبر کرنا۔ میں نے عرض کیا: یہ کیا فرما رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن میں رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں اشکبار ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ کو کسی نے غضبناک کیا ہے؟ کیا بات ہے کہ آپؐ کی آنکھیں اشکبار ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں ابھی میرے پاس سے جبرئیلؑ اٹھے ہیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حسین علیہ السلام فرات کے کنارے شہید کر دئے جائیں گے پھر انہوں نے مجھ سے کہا: کیا میں آپؐ کو حسینؑ کی تربت نہ سنگھا دوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ جبرئیلؑ نے اپنا ہاتھ بڑھایا ایک مٹھی تراب اٹھائی اور مجھے دے دی۔ میں برداشت نہیں کر سکا اور میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ (کنز العمال: ۶۵۵/۱۳)

خاکِ شفاء کا سونگھا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس خاک کے اندر بڑی عظمت و کرامت ودیعت کی گئی ہے اور اسے رسولؐ اللہ نے سونگھا ہے۔ اہلِ تحقیق کے نزدیک اس جیسی روایات سند اور مضمون دونوں طریقے سے معتبر اور مقبول ہیں۔ ہاں یہ اشکال مضمونِ خبر میں اس جہت سے بعض نے کیا ہے کہ امام علیؑ نے پیشین گوئی

کی ہے! مگر یہ اشکال جاہلانہ تعصب اور وحشیانہ تفکر کا نتیجہ ہے، ورنہ معارف اسلامی اور اعتقادی معالم سے تھوڑی سی بھی اطلاع رکھنے والے شخص کے نزدیک یہ بات واضح ہے کہ نہ صرف امام علی علیہ السلام بلکہ تمام ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام وہی نقل کرتے ہیں جو انھیں رسول اعظمؐ سے پہنچا ہے اور کتابِ خدا کے موافق ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں آیا ہے:

"جو کچھ کتابِ خدا کے موافق ہو اسے ہم نے فرمایا ہے تم اسے لے لو اور جو مخالف کتابِ خدا ہو اسے ہم نے نہیں فرمایا ہے اسے چھوڑ دو اور دیوار پر دے مارو"۔

امام علی علیہ السلام ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام میں پہلے امام ہیں۔ انھوں نے رسولؐ خدا سے تعلیم حاصل کی ہے اور سارا علم و حکمت ان کے پاس رسول اسلامؐ سے ہے۔

جیسا کہ خود آپؑ نے ارشاد فرمایا ہے: "مجھے رسولؐ خدا نے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں جس کے ہر باب سے ہزار باب کھلے ہیں"۔

حضرت امام علی علیہ السلام آنحضرتؐ کے شہر علم و فقہ اور حکمت کے دروازہ ہیں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے: "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، میں حکمت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، میں فقہ کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔

آپؑ جو بھی فرماتے ہیں وہ رسولؐ خدا کا قول ہے جس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے لہٰذا صحیح سند سے جو کچھ امام علیؑ یا کسی ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام سے صادر ہونا ثابت ہو جائے وہ وحی ہے کیونکہ اس کا وحی سے اتصال ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ خاکِ شفاء سونگھنے کے حوالے سے بہت سی داستانیں، عبرتیں، مطالب اور کئی پہلو ہیں جنہیں ہم

اس کے محل پر تفصیل سے پیش کرنے کے لیے یہاں ترک کر رہے ہیں۔

اس موضوع میں قابل لحاظ پہلو یہ ہے کہ استشمام دو پہلو رکھتا ہے:

① موضوعی اور ② طریقی اور دونوں پہلوؤں میں تعبد اور تبصر ہے اور تعبد میں سنت کا پہلو اور تبصر میں بیان کا پہلو ہے۔ سنت کے پہلو میں ثواب ملحوظ ہے اور بصر کے پہلو میں تحقیق ثواب کے پہلو ہیں۔ استعداد اور تحقیق کے پہلو میں ترغیب اور ہر ایک پہلو اور لحاظ کی اصل واثر ہے بلکہ اصول وفروع ہیں جن کے بارے میں بحث انھیں کی جگہوں پر مناسب ہے۔ یہاں جو بحث اہم ہے وہ یہ کہ ہم تربتِ حسینؑ میں معنوی پہلو، روحانی رُخ اور ربانی عطا کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر کوئی بندۂ مومن خاکِ شفاء کو شفاء طلبی کے لیے سونگھے گا تو ان شاء اللہ خدا اسے شفاء عطا کر دے گا۔ استشمام میں تعبدی اور معنوی اثر کے علاوہ طبیعی اور وضعی اثر بھی ہے اور استشمام میں نبیؐ کی تاسی کا پہلو ہے۔ ارشاد پروردگار ہے:

"بتحقیق کہ تمھارے لیے رسولؐ خدا کی ذات میں اُسوۂ حسنہ (بہترین نمونۂ عمل) ہے"۔

اسی طرح برحق ولی امر، وصی رسولؐ کے عمل کی پیروی بھی ہے جس کی اطاعت اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے مقرون ومتصل ہے اور اس کی متعدد مثالیں بھی ہیں۔ تربتِ پاک کے علاوہ بہت سے پھلوں اور پھولوں میں قدرتی خوشبو ہوتی ہے جن کے لیے ایک علم خاص ہے اور اس سلسلے میں کتابیں بھی لکھی گئی ہیں کہ جن میں بعض پھلوں، پتیوں کی خاصیتیں اور شفاء کے لیے انھیں سونگھنے کے آثار وغیرہ پر بحث کی گئی ہے اور اسی طرح استشمام کی موضوعیت اور طریقیت کا ایک پہلو ثابت ہوتا ہے مگر خاکِ کربلا دوسری تمام مٹیوں کی نسبت منفرد ہے کیونکہ اس خاک کو امام حسین علیہ السلام

سے انتساب حاصل ہے۔

میوۂ دل

۱۱- روایت ابن عباسؓ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نبی کی آغوش میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جبرئیلؑ نے پوچھا: کیا آپؐ انھیں دوست رکھتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: "میں بھلا انھیں کیوں کر دوست نہیں رکھوں گا جب کہ یہ میرے میوۂ دل ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا: عنقریب آپؐ کی اُمت انھیں قتل کردے گی۔ کیا میں آپؐ کو ان کے محلِ قبر کو نہ دکھادوں؟ پھر ایک مٹھی خاک اُٹھائی۔ یہ سرخ تربت تھی"۔ (مجمع الزوائد: ص۱۹۱-۱۹۲)

صنعت علم حدیث کے اُصول وضوابط کی بنیاد پر یہ حدیث حسن ہے۔ اس روایت کے بعض راویوں میں طعن کیا گیا ہے لیکن اس طعن کے جبران کے بعد قبولِ روایت میں کوئی ضرر نہیں ہے۔

میوۂ دل کی تعبیر میں سبطِ نبیؐ کی کرامت وشرافت کے بیان پر خاص عنایت ہے اور یہ تعبیر وہ عمدہ تعبیر ہے جسے محبت، منزلت، اور واقعیت کے اصل واثر کو بیان کرنے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد: (حسینؑ مجھ سے ہے اور ہوئے معنی کو عام کہنا ممکن ہے اور وہ اس زاویہ نظر سے کہ نسبی پہلو اور نبوت اور امامت کے درمیان، جوہری رابطہ پر نظر کرنے سے واضح ہے۔ اصل دین خدا کی طرف سے ہے۔ اس کی تبلیغ رسولِ خدا کے ذمہ تھی اور اس کی بقاء امام حسین علیہ السلام کے ذمہ اور آپؑ کی اولاد میں قیامت تک ہونے والے معصوم اماموں کے ذمہ ہے۔

سنہرا نکتہ

ان تمام روایات میں سنہرا نکتہ یہ ہے کہ جبرئیل امینؑ قبر شریف کے محل و مقام سے تربت پاک کو اٹھاتے ہیں۔ جبرئیل کا یہ عمل خود ان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ مشیتِ پروردگار اور اس کے اذنِ خاص سے ہے لہٰذا اللہ کی طرف سے جبرئیلؑ کے وسیلے سے نازل کی گئی وحی کہ جس کو مُطَهَّرُونَ یعنی پاک و پاکیزہ لوگوں کے علاوہ کوئی مس نہیں کر سکتا۔ یہ حکم، خاکِ شفاء کو بھی شامل ہے لہٰذا تربتِ کربلا کو مس کرنے سے تربت کی کرامت و شرافت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ مسئلہ اس کے برعکس ہے۔ یہ امین فرشتہ، خاکِ شفاء کو مس کرنے کے شرف پر فخر و مباہات کرتا ہے اور خاکِ شفاء سے برکت حاصل کرتا ہے لہٰذا ہمیں جبرئیلؑ کے فعل پر مادی اور سرسری نظر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جبرئیل بڑے جلیل القدر فرشتہ ہیں۔ آپؑ فرشتوں کے سردار اور آدمؑ سے لے کر ہمارے نبی خاتمؐ تک اللہ کے امینِ وحی ہیں لہٰذا آپؑ کا عمل بھی ویسے ہی معتبر ہے جس طرح آپؑ نے کربلا میں واقع ہونے والے ماجرائے شہادت سبط نبی کی خبر دی ہے اور اس پر ایمان خدا اور آسمانی کتابوں اور روز قیامت پر ایمان کے مترادف ہے اور جبرئیلؑ کے عمل میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ خاکِ شفاء اللہ کے نزدیک کتنی عظیم الشان ہے اور کتنا بڑا اشرف رکھتی ہے۔

سرخ یا سفید؟

تربتِ مقدسہ کے سلسلے میں ایک آخری نکتہ یہ ہے کہ یہ خاک سرخ ہے۔ اس سلسلے میں بے شمار روایتیں وارد ہوئی ہیں یقینی رنگ یہی سرخ رنگ ہے اس کے علاوہ بیان کیے گئے رنگ جیسے کہ عروہ بن زبیر کی روایت میں خاکِ شفاء کا رنگ سفید ہونا، ناقابلِ قبول ہے کیونکہ اس روایت کا راوی شیعہ امامیہ کے نزدیک غیر معتبر ہے نیز

رنگِ تربت کے سلسلہ میں وارد صحیح روایات میں عروہ کی روایت کے مطابق کوئی دوسری روایت نہیں پائی جاتی اور عروہ کی روایت میں عبارت کا اختلاف بھی بہت ہے جیسا کہ ابوسلمیٰ کی روایت میں اور بعض میں تربت کے سرخ ہونے کا تذکرہ بھی ہے جیسا کہ ابنِ سعد کے طریق سے مروی روایت میں اسی طرح صواعق المحرقہ ص ۱۹۱ میں وارد ہوا ہے کہ رسولِ خدا کا ایک خاص گھاٹ تھا جس کا زینہ حجرۂ عائشہ کی طرف تھا۔ جب بھی رسولِ خدا جبرئیلؑ سے ملنا چاہتے تھے تو اس زینے کی طرف چلے جاتے تھے اور حضرت عائشہؓ کو حکم دیتے تھے کہ کوئی ادھر نہ آنے پائے۔ امام حسین علیہ السلام اس زینے پر چڑھ گئے اور حضرت عائشہؓ کو پتہ بھی نہیں چلا۔ جبرئیلؑ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ نبیؐ نے فرمایا: میرا بیٹا ہے، رسولِ خدا نے امام حسینؑ کو اٹھا کر اپنی آغوش میں بٹھا لیا تو جبرئیلؑ نے کہا: عنقریب آپؐ کی اُمت انھیں قتل کر دے گی۔ آنحضرتؐ نے پوچھا: میرے بیٹے کو؟ جبرئیلؑ نے کہا: ہاں، اور اگر آپؐ چاہیں تو میں اس سرزمین کو بتا دوں جہاں انھیں قتل کیا جائے گا پھر جبرئیلؑ نے اپنے ہاتھ سے عراق کی سرزمین طف کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں سے سرخ خاک اٹھائی اور پیغمبرؐ کو دکھلاتے ہوئے فرمایا: ”یہ حسینؑ کے قتل گاہ کی تربت ہے“۔

اس روایت میں آیا ہے کہ تربت کا رنگ سرخ تھا اور حضرت عائشہؓ سے مروی روایت میں عبد اللہ بن سعید کے سلسلۂ سند سے آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میرے پاس حجرے میں ایک ایسا فرشتہ داخل ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: آپ کا یہ لال حسینؑ شہید کر دیا جائے گا اور آپؐ چاہیں تو میں اس سرزمین کی تربت دکھا دوں جہاں یہ قتل کیے جائیں گے؟ پھر اس نے سرخ تربت نکالی“۔

اسی سلسلۂ سند سے حضرت عائشہؓ سے وارد ہوا ہے، وہ کہتی ہے: امام حسین علیہ السلام حجرۂ رسولؐ میں داخل ہوئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عائشہؓ! کیا تمہیں تعجب خیز نہیں لگا؟ ابھی میرے پاس ایسا فرشتہ آیا تھا جو اب سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میرا یہ بیٹا شہید کر دیا جائے گا اور وہ بولا اگر آپؐ چاہیں تو میں وہ تُربت دکھادوں جہاں پر ان کو شہید کیا جائے گا؟ پھر فرشتہ نے اپنے ہاتھ سے تُربت اُٹھائی اور مجھے دکھلائی وہ سرخ تُربت تھی۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اس روایت کو ذکر کیا ہے مگر حضرت اُمِ سلمہؓ سے قطعی نسبت کے ساتھ یعنی حضرت عائشہؓ اور اُمِ سلمہؓ میں مردّد ذکر نہیں کیا ہے اور جب ایسا ہے تو وہ روایت جو عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے اس کی کوئی حدیثی قدر و قیمت باقی نہیں رہ جاتی۔ اگر ہم اسے تدلیس اور راوی کی کثرت بیوت تسلیم نہ کریں تو؟

اس باب میں وارد روایات کی کثرت تُربت کے سرخ ہونے کی تاکید و تائید کرتی ہیں اور ان میں سے ایک وہ روایت ہے جس کی راویہ زینبؓ بنت جحش ہیں جو ابو یعلی سے روایت کرتی ہیں کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا: جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ میرے اس لال کو میری امت قتل کر دے گی پھر مجھے سرخ تُربت لا کر دی"۔

ان روایات میں سے ایک ام الفضل بنت حارث کی روایت ہے اس میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: "میرے پاس جبرئیل امین آئے اور وہ سرخ تُربت لے کر آئے تھے"۔

اس روایت میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کو رسولِؐ خدا کی خدمت میں پیش کیا گیا تو رسولِؐ خدا انھیں گود میں لینے کے بعد رونے لگے اور ان کی

خبر شہادت جناب سیدہؑ کو سنائی پھر جناب جبرئیلؑ فرشتوں کے جھرمٹ میں نازل ہوئے اور سب نے اپنے اپنے پروں کو پھیلا رکھا تھا اور سب کے سب امام حسین علیہ السلام کے اُوپر حزن وملال کے ساتھ گریہ کر رہے تھے اور جبرئیلؑ کے پاس ایک مٹھی تربتِ حسین علیہ السلام تھی جس سے مشک وعنبر کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ وہ خاک جبرئیلؑ نے رسولؐ خدا کے سپرد کر دی اور عرض کیا: اے حبیبؐ خدا! یہ آپؐ کے لال حسین علیہ السلام فرزند بتولؑ کی تربت ہے جنھیں ملاعین سرزمینِ کربلا پر شہید کر دیں گے۔

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا: ''میرے حبیب جبرئیلؑ! کیا وہ اُمت فلاح پاسکتی ہے جو میرے لال اور بیٹی کے فرزند کو قتل کر دے گی؟ جبرئیلؑ نے کہا: نہیں بلکہ خداوند متعال ان میں ایسا اختلاف وخلفشار ڈال دے گا کہ آخری زمانہ تک ان کے دل وزبان ایک نہیں ہو پائیں گے''۔

روایت کے ذیل میں آیا ہے کہ شرحبیل بن ابی عون کا بیان ہے کہ جو فرشتہ رسولؐ خدا کے پاس حاضر ہوا تھا وہ سمندروں پر تعینات تھا اور وہ اس طرح کہ فردوس کے فرشتوں میں سے ایک سمندر پر اُترا پھر اپنا پَر پھیلا کر چیخ اُٹھا کہ اے سمندروں کے باشندو! غم والم کے سیاہ لباس زیبِ تن کر لو کہ رسولؐ خدا کے فرزند شہید کر دیے جائیں گے۔

پھر نبی کریم کے پاس آکر کہنے لگے: اے اللہ کے حبیبؐ! اس سرزمین پر اپنی امت دو دستوں میں منتشر ہو کر آپس میں جنگ کرے گی۔ ایک گروہ فاسق وفاجر بدکردار ہوگا جو آنحضرت کے فرزند حضرت حسینؑ کو سرزمین کرب وبلا پر شہید کرے گا اور اس کے بعد کہا: یہ خاک آپؐ کے پاس رہے یہاں تک کہ اس کی علامت دیکھ لیں پھر اس فرشتہ نے اپنے پروں سے تربتِ حسینؑ اُٹھائی تو آسمان دنیا پر کوئی فرشتہ

نہیں بچا کہ جس نے اس خاک کو نہ سونگھا ہو اور ہر فرشتہ کے پاس اس خاک کی خبر اور اثر نمایاں نہ ہو گئی ہو۔ اس کے بعد رسولِ خدا نے وہ خاک جسے فرشتہ لے کر آیا تھا لے لیا اور اسے سونگھنے لگے اور رونے لگے اور یہ جملہ کہتے جاتے تھے:

خدایا! میرے لال کے قاتل کو برکت نصیب نہ ہو اور اسے واصلِ جہنم کر دے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس خاک کو اُمِ سلمہؓ کے سپرد کر دیا اور فرات کے کنارے شہادتِ امام حسینؑ کی خبر انھیں بھی دے دی اور ارشاد فرمایا:

اے اُمِ سلمہؓ! یہ خاک آپ اپنے پاس محفوظ رکھیں جس روز یہ خاک تازہ خون میں تبدیل ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا لال حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔ (مقتل الحسینؑ خوارزمی: ۱/ ۱۶۲)

بظاہر یہ روایت بھی اشکال سے خالی ہے اور اس روایت میں تُربت کا لفظ کئی مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ اس التفات کے ساتھ کہ خاکِ شفاء کا تازہ خون میں تبدیل ہونا بھی مذکور ہے جو اس خاک کی ایک خاص علامت ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وارد ہوا ہے: جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے عراق کی جانب سفر کا ارادہ فرمایا تو جناب اُمِ سلمہؓ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا۔ اُمِ سلمہؓ ہی نے امام حسین علیہ السلام کو پالا تھا اور وہ ان کے نزدیک سارے لوگوں میں سب سے زیادہ پیارے اور پسندیدہ شخص تھے اور انھیں کے پاس ایک شیشی میں تُربتِ امام حسین علیہ السلام محفوظ تھی جسے جنابِ رسولِ خدا نے عطا کیا تھا۔ اُمِ سلمہؓ نے پیغام بھیجا کہ اے میرے لال! کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے مادرِ گرامی! عراق جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اُمِ سلمہؓ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں، خبردار عراق کی طرف سفر نہ کرنا۔

امامؑ نے پوچھا: ایسا کیوں اے مادر گرامی؟ اُمِ سلمہؓ نے فرمایا: میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا لال (حسینؑ) عراق میں شہید کیا جائے گا اور اے میرے لال میرے پاس ایک شیشی میں تمھاری تربت ہے جسے مجھے رسولؐ خدا نے عطا کیا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مادر گرامی! بخدا میں شہید کر دیا جاؤں گا اور میں قضا و قدر الٰہی، فیصلۂ قدرت اور منجانب اللہ مقدر امر سے فرار نہیں کروں گا۔

اُمِ سلمہؓ نے فرمایا: وَاعجباہ، پھر تم کہاں جا رہے ہو جبکہ تم شہید کر دیئے جاؤ گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مادر گرامی! آج نہ جاؤں تو کل جاؤں گا اور اگر کل نہ جاؤں تو اگلے روز ضرور جاؤں گا کیونکہ اے مادر گرامی بخدا موت و شہادت سے راہِ فرار نہیں ہے اور میں اس دن اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں اور اس گھڑی سے بھی واقف ہوں جس میں مجھے قتل کر دیا جائے گا اور اس قبر کو کہ جس میں مجھے دفن کیا جائے گا۔ اسی طرح پہچانتا ہوں جس طرح آپ کو پہچانتا ہوں اور میں انھیں ایسے دیکھ رہا ہوں کہ جیسے آپ کو دیکھ رہا ہوں۔

اُمِ سلمہؓ نے فرمایا: تم نے وہ جگہ بھی دیکھی ہے؟ فرمایا: ہاں اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اپنی اور اپنے اصحاب کی شہادت گاہ دکھلا سکتا ہوں۔

اُمِ سلمہؓ نے کہا: ہاں مجھے دکھلا دو۔

پھر کیا تھا امام حسین علیہ السلام نے صرف بسم اللہ کہا اور دوسری روایت میں ہے پورا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا تو ساری زمین امام کے لیے سمٹ گئی یہاں تک کہ امامؑ نے اُمِ سلمہؓ کو اپنی اور اپنے اصحاب کی شہادت گاہ دکھلا دی اور ایک مشتِ خاک

اُمِ سلمہؓ کے حوالے کر دی۔ اُمِ سلمہؓ نے اس خاک کو بھی اپنے پاس موجود خاک کے ساتھ مخلوط کر لیا پھر امام حسین علیہ السلام سفر پر روانہ ہوئے اور اُمِ سلمہؓ سے فرمایا: میں روز عاشوراء شہید کر دیا جاؤں گا پھر جب وہ رات آئی جس کی صبح کو امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا ہے تو اُمِ سلمہؓ کے خواب میں جناب رسولِ خدا تشریف لائے۔ غبار آلود بال بکھرائے ہوئے اور روتے ہوئے تو جناب اُمِ سلمہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ کو بال بکھرائے ہوئے غبار آلود اور روتا پیٹتا ہوا پا رہی ہوں؟

رسولِ خدا نے فرمایا: میں نے ابھی اپنے لال حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو دفن کیا ہے۔ اُمِ سلمہؓ خواب سے بیدار ہو گئیں۔ بلند آواز سے رونے لگیں اور فریاد کرنا شروع کر دی کہ ہائے میرا لال! اہلِ مدینہ جمع ہو گئے۔

اے اُمِ سلمہؓ! آپ کو کیا ہو گیا ہے کون سی مصیبت ٹوٹ پڑی ہے؟

انھوں نے فرمایا: میرا لال حسین بن علیؑ شہید کر دیا گیا ہے۔

لوگوں نے اُمِ سلمہؓ سے کہا: آپ کو اس کی خبر کیسے ہوئی؟

اُمِ سلمہؓ نے بتلایا کہ میں نے رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا ہے۔ روتے پیٹتے ہوئے بال بکھرائے ہوئے اور غبار آلود ہیں اور انھوں نے ہی مجھے خبر دی ہے کہ ابھی میں نے اپنے لال حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو دفن کیا ہے۔

لوگوں نے کہا: خوابِ پریشان ہے۔

حضرت اُمِ سلمہؓ نے کہا: ”ٹھہرو! میرے پاس تربتِ حسین علیہ السلام ہے۔ اب جو وہ شیشی نکالی تو کیا دیکھا کہ وہ تازہ خون ہو چکی ہے“۔

تربت کربلا کا تازہ خون میں بدل جانا یہ ایک واضح اور روشن دلیل ہے اس پیشین گوئی کی کہ رسولِ خدا کی جو آپؐ نے اُمِ سلمہؓ سے تربت عطا کرتے ہوئے

فرمائی تھی اور جسے انھوں نے شیشی میں محفوظ کر لیا تھا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ تربتِ کربلا کو سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سے انتساب کے باعث بڑی عظمت و رفعت اور بلند مرتبہ حاصل ہے، چاہے یہ خاکِ پاک روضۂ مطہر کے داخلی حصۂ قبر مطہر سے اخذ کی جائے یا عرف میں جو قبر سے قریب ترین جگہ ہے وہاں سے لی جائے یا پھر قبر سے بیس ہاتھ ۲۵ ہاتھ یا ستر ہاتھ یا ایک میل کے فاصلہ سے یا چار میل کے فاصلہ سے یا دس میل کے فاصلہ سے یا چاروں طرف سے ایک فرسخ کے فاصلہ سے یا چار فرسخ کے فاصلہ سے اخذ کی جائے جیسا کہ مختلف روایات میں یہ سب وارد ہوا ہے۔ ہاں طلبِ شفاء کے لیے اس خاک کو کھانا ہو تو احتیاط کے پہلو کا لحاظ رکھنا واجب ہے اور تمام شروط کو مدنظر رکھا جائے جو اس باب میں وارد روایات کے اندر بیان ہوئے ہیں اور کسی نظری تصرّف کو استعمال کیے بغیر کھایا جائے۔ شہوت و تجربہ وغیرہ کی نیت اور انگیزے سے نہ کھایا جائے، بلکہ قدرِ متیقن پر اقتصار ہونا چاہیے پھر متعارف پر اور تیسرے حصّہ میں شاہد و مشہود پر کہ یہی مطلوب ہے اور اسی کی تائید ہوتی ہے۔

خاکِ شفاء کہا جا سکے یہی معیار ہے

خاکِ شفاء کا اطلاق اور صادق آنا معیار ہے اس خاک پر جو بطور تبرک یا بطور شفاء اخذ کی جا رہی ہے اور کلام رسول و آلِ رسول علیہم السلام میں ان جہتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو بڑے اہم موضوعات ہیں۔ اعتقادی، فقہی، سماجی، اخلاقی، روحانی و روحی، علمی، عملی، تحقیقی و تاریخی اعتبارات سے اور وہ اہم موضوعات درج ذیل ہیں:

۱- سند کا مکمل ہونا ۲- متن روایت کا قوی ہونا ۳- ناقلِ روایت یا مؤلفِ

کتاب کی شخصیت ۴-داخلی وخارجی قرائن ۵- مضمونِ روایت کی شہرت ۶-مستجاب کی دلیلوں میں تسامح وسہل انگاری۔

یہی وہ اہم موضوعات ہیں کہ جن کے بارے میں ہمارے بعض اعلام نے روایت کے قبول یا اس کی حجیت کے سلسلہ میں دادِ سخن دیا ہے اور کیا خوب فرمایا ہے کہ "کبھی تو حجیتِ روایت سند کی تمامیت کی جہت سے ہوتی ہے وہ بھی مقتضاء آیات و روایات کے ساتھ ساتھ بناء عقلاء کے بھی مطابق ہونا چاہیے، اور کبھی متن روایت کی قوت سے حجیت روایت کا ادراک ہوتا ہے کہ یہ روایت معصوم امامؑ سے ہی صادر ہوئی ہے۔ اگر چہ بناء عقلاء اور معیار وثاقت سند کی قوت پر پوری نہ اُترتی ہو، اور کبھی روایت کی حجیت، راوی اور مؤلفِ کتاب کی قوتِ وثاقت سے ہوتی ہے کہ بناء عقلاء یا لا اَقَل اہلِ فن اس کی اسناد پر بھروسہ کرتے ہوں اور افادۂ اطمینان ہوتا ہو اور کبھی حجیتِ روایت خارجی قرائن کا مرہونِ منت ہوتی ہے تو کبھی مضمونِ روایت کی شہرت سے حجیتِ روایت حاصل ہوتی ہے اور کبھی حجیتِ روایت کی شہرت، سنن آداب اور مستحبات کی روایت وادلہ میں تسامح وسہل انگاری سے کام لینا ہوتا ہے"۔

اختتام کلام سید شیرازی اعلیٰ اللہ مقامہ (الموسوعۃ الفقہیۃ للسید الشیرازی)

ان جہات میں ایک اضافہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ حجیتِ روایت میں نقائص کو جبران کرنے والے (جواہر) کا کردار کتنا ہے اور وہ کس حد تک اعتبار رکھتے ہیں؟

بہر حال ان جہتوں کا مدنظر رکھنا ضروری ہے اور ان سے چشم پوشی مناسب نہیں ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ ساری جہتیں مراتب کے لحاظ سے طول میں ہیں اور اعتبار کی حیثیت سے عرض میں ہیں اور یہ ایک لمبی چوڑی بحث ہے جس کی جگہ علم اُصول کے مباحثِ حجت ہیں اور اس فن کے ماہرین نے اس موضوع پر بڑی کوششیں

کی ہیں۔ خداوند متعال ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہاں مرحلۂ تطبیق میں اہلِ علم و معرفت اور صاحبانِ تحقیق و تدقیق کو چاہیے کہ دقیق بحث و تلاش اور غور و فکر اور عمیق نظر سے کام لیں۔

اس مقام پر ایک بحث اور وہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہ کہنا کہ طولِ تاریخ اور لمبا عرصہ گزر جانے کے بعد قبر مطہر کی خاک متغیر ہو چکی ہے لہٰذا آج موجود خاک پر وہی سب حکم لگانا شک کے دائرے میں آجاتا ہے وغیرہ، تو یہ قول بالکل قابلِ قبول نہیں ہے اور ہم ابتداء کلام میں کہہ چکے ہیں کہ تربتِ مقدسہ میں معیار، حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سے اس خاک کا انتساب ہے جس کے باعث یہ خاکِ پاک، مقدس و محترم ہے اور جس روز سے یہاں سبطِ رسولِ خدا دفن ہوئے ہیں یہ سرزمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے لہٰذا زمان کے طول اور فاصلہ زمانی سے کوئی حکم تبدیل نہیں ہوتا ورنہ یہی شک دوسرے اماکن مقدسہ جیسے کعبہ، مسجد نبوی، صفا و مروہ، منیٰ و عرفات وغیرہ میں سرایت ہونا چاہیے جب کہ ان کے سارے احکام بعینہٖ حسب سابق ثابت و پائیدار ہیں۔ بہرحال یہ نظریہ بے حد بعید اور ناقابلِ قبول نظریہ ہے۔

ان سب کے باوجود احتیاط کے پہلو کو حتی الامکان نہیں چھوڑا جا سکتا اور خاص طور سے روز بروز زائرین کی کثرت کے باعث جدید تعمیرات اور توسعۂ مکانی کو نظر میں رکھنا ہوگا جیسا کہ زیارتِ اربعین امام حسین علیہ السلام کے موقع پر مشاہدہ ہوتا ہے کہ زائرین امام حسین علیہ السلام کئی کروڑ افراد پر مشتمل ہوتے ہیں نیز خوشی کی مناسبتوں وغیرہ جیسے حضرت امام زمان علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر اور اسی طرح غم کی مناسبتوں میں جیسے دس محرم عاشوراء کے روز اسی طرح خاص خاص عبادت کے دنوں میں جیسے شب ہای قدر وغیرہ کے موقع پر۔

لہٰذا خاکِ شفاء کا اطلاق و استعمال فقہی اُصولوں اور اہلِ فن کے نزدیک معتبر و مقبول اُصول و ضوابط کی تطبیق پر مبنی و موقوف ہے۔

امام حسینؑ اور ان کی مقدس تُربت

جو شخص دین کے عام معالم اور شعائرِ حسینیؑ سے ذرا بھی مطلع ہوگا اسی طرح شعائر کے عام معنی اور شعائرِ حسینیؑ سے واقفیت رکھتا ہوگا اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ قبرِ حسین علیہ السلام کو امام مظلوم سے انتساب کی وجہ سے اللہ نے عظمت، شرافت، بلند مرتبہ عطا کیا ہے۔ وہ امام مظلوم کہ جنھیں اللہ نے سید و سردار بنایا، شہادت سے مکرم و معظم بنایا اور انھیں ان کی عظیم قربانی کے بدلہ تین اُمور سے سرفراز فرمایا ہے:

① امام حسین علیہ السلام کی نسل میں منصبِ امامت رکھا ہے۔

② آپؑ کے گنبد کے نیچے دُعا کی قبولیت کی ضمانت ہے۔

③ آپؑ کی تُربت میں شفاء قرار دی ہے۔

امام حسین علیہ السلام خامس اصحابِ کساء ہیں اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام میں تیسرے امام معصوم ہیں جن اماموں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سب کے سب ہدایت گر، مکرم، مقرب، صادق، طاہر، معصوم، مطہر، امر اللہ کے قیام کرنے والے، اس کے ارادہ پر عمل پیرا، اس کی کرامت سے سرفراز، اس کے دین کے ناصر و مددگار، اس کے اُسرار کے محافظ، اس کے علم کے خزینہ دار، اس کی حکمت کے امین، اس کی خلائق کے گواہ، اس کی راہ کی طرف دعوت دینے والے، اس کی بلاء پر صبر کرنے والے، اس کی رسی کو تھامنے والے، اس کی خوشنودی میں اپنی جان و مال کو قربان کرنے والے، اس کے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والے، اس کے حدود کو قائم کرنے والے، اس کی محبت میں منزلِ کمال کو پہنچے ہوئے، توحیدِ الٰہی میں مخلص، اس کے امر کو ظاہر و غالب

کرنے والے ہیں۔ وہ رہبران پاک کہ جن کی اطاعت کو خدا نے اپنے بندوں پر فرض کردیا ہے۔ اپنے علم و دانش کی خاطر چُن لیا ہے۔ اپنے اُمورِ غیبی کے لیے مرتضیٰ بنا لیا گیا ہے۔ اپنے اَسرار کے لیے چنا ہے۔ اپنی قدرت سے منتخب فرمایا ہے اور نور کے لیے برگزیدہ بنایا ہے۔ اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے۔ اپنے برہان سے انھیں مخصوص کردیا ہے۔ انھیں لغزشوں سے محفوظ بنایا ہے۔ فتنوں سے دور رکھا ہے۔ گندگیوں سے پاک اور رجس و پلیدی سے پاکیزہ بنا کر جیسا پاک و پاکیزہ رکھنا چاہیے پاک و پاکیزہ رکھا ہے۔

امام حسین علیہ السلام تمام شہداء کے سید و آقا، وصی انبیاء اور خلیفہ سید الاولیاء ہیں۔ آپؑ نے اپنے رب کی رضا و خوش نودی کے لیے اپنی جان قربان کردی تو خدا نے آپ کی تُربتِ پاک کو مقدس، مطہر، منور، پاکیزہ، طاہرہ، شافیہ اور آمنہ قرار دے دیا ہے۔ اللہ نے آپ کی خاک میں شفاء اور امان قرار دی ہے جس کی خبر اس کے پاک نبی نے اپنے نواسہ کو ان الفاظ میں دی ہے:

اِنَّ اللهَ جَعَلَ فِي تُرْبَتِكَ الشِّفَاء

"اللہ نے تمھاری تُربت میں شفاء قرار دی ہے"۔

پیغمبرؐ خدا کا کلام، سچا اور برحق ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ تُربتِ مقدسہ اس سرزمین کی خاک ہے جو امام حسین علیہ السلام کی ملکیت میں آئی۔ امام حسین علیہ السلام نے اس سرزمین کو اپنے بچوں اور چاہنے والوں کے لیے خریدا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت ہے: "حضرت امام حسین علیہ السلام کا حرم، چارمیل در چارمیل ہے۔ جسے آپؑ نے خریدا تھا لہٰذا یہ سرزمین آپؑ کی اولاد اور چاہنے والوں کے لیے حلال ہے اور آپؑ کے مخالفین پر حرام ہے۔ اس خاک میں

برکت ہی برکت ہے"۔

اس روایت سے آشکار ہوتا ہے کہ سرزمین کربلا جو حرم امام حسین علیہ السلام ہونے کا شرف پا گئی ہے۔ وہ امام کی شخصی ملکیت ہے جسے آپؑ نے اپنے خالص مال سے خریدا ہے اور خرید کر اپنے شیعوں اور چاہنے والوں کے لیے حلال کر دیا ہے۔ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنی قبر شریف کے اردگرد کا سارا علاقہ جو نینویٰ ، غاضریہ سب پر مشتمل ہے ۶۰ ہزار دینار میں خریدا اور پھر اہلِ نینویٰ و غاضریہ پر صدقہ قرار دے دیا اس شرط کے ساتھ کہ وہ زائرین امام حسین علیہ السلام کو قبر حسین علیہ السلام کی طرف رہنمائی کریں گے اور جو زائر بھی آئے گا اس کی تین دن تک ضیافت کریں گے۔ (کشکول البہائی: ۱/ ۲۸۰)

پھر کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ سرزمین کربلا ، قبر شریف کے چاروں طرف چار میل تک ہے اور پورے رقبہ سے طلبِ شفاء جائز ہے۔ اگرچہ اس کے تناول کرنے میں احتیاط کا پہلو ترک نہ کرنا بہتر ہے۔ اس لیے کہ ان روایات پر بھی عمل ہو جائے جن میں عمومی مٹی خوری کی حرمت سے خاکِ شفاء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اگرچہ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے صادر روایات اور ان میں مشتمل کلمات کے ظہور و اطلاق سے تمسک کیا جا سکتا ہے یعنی ساری سرزمین سے شفاء طلبی کے لیے خاکِ شفاء کو تناول کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح تسامح کے پہلو کی رعایت ہونی چاہیے کیونکہ تمام پہلوؤں اور سارے کلامی و غیر کلامی قرائن کی طرف توجہ کیے بغیر کسی ایک معنی پر ڈٹ جانا اور اس کا پابند ہو جانا لازم نہیں ہے۔ بہرحال اس موضوع کے بہت سے اہم مباحث اور فقہی ابحاث ہیں جن کی طرف عنقریب اشارہ کیا جائے گا۔

تربتِ امام حسین علیہ السلام بڑی عظیم القدر، رفیع المنزلت، کریم الانتساب، شریف الآثار، طاہر الاصل، پاکیزہ فرع، جلیل القدر مقام اور جائے امن و امان ہے، مبارک وجود، موجود مسعود، پاکیزہ خوشبو والی، مشک کے مانند، ملکیت امام معصومؑ، نبی و امامؑ کی سونگھی ہوئی، ممتاز صفات کی مالک، شفاء و امان سے متصف، مکرم، معظم، معزز، مشرف، مقدس اور منور سرزمین ہے جس کی پاکیزگی و قداست کا دنیا کی ساری زمینوں سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس کی شرافت کا کسی مادی پیمانہ سے اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس کی آسمانی کرامت کا کسی بھی زمینی حدود سے محدود نہیں کیا جاسکتا۔ جس کی برکتوں کو کسی بھی زمانہ سے محدود و مقید نہیں کیا جاسکتا۔ اس خاکِ پاک کے آثار بڑے مضبوط اور انوار بڑے محکم ہیں۔ اس کی شعریت عطائے الٰہی ہے اور اس کی طہارت و پاکیزگی منصوص من اللہ ہے۔

تربتِ مقدسہ کے فقہی احکام

فقہ: سے مراد انسان کی حیات سے متعلق ہونے والے شرعی احکام کا مجموعہ جو اس کی ذاتی، عملی، شخصی، سماجی، دنیاوی اور اُخروی حیات سے مرتبط ہوتا ہے۔ یہ احکام مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ تکلیفی، وضعی، واقعی، ظاہری، اولی، ثانوی نیز تکلیفی احکام کی پانچ مشہور و معروف قسمیں ہیں:

① واجب احکام: یہ وہ احکام ہیں جن کا بجالانا لازم ہے اور کسی صورت انھیں ترک کرنا جائز نہیں ہے البتہ علم و قدرت رکھتے ہوئے۔

② مستحب احکام: یہ وہ احکام ہیں جن کا انجام دینا رجحان رکھتا ہے لازم نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر شارع کی طرف چھوڑ دینے کی رخصت بھی ہوتی ہے۔

③ حرام احکام: یہ وہ احکام ہیں جن کا ترک کرنا لازم ہے عمداً و اختیاراً ان کا بجالانا جائز نہیں ہے۔

④ مکروہ احکام: یہ وہ احکام ہیں جن کو ترک کرنا رجحان رکھتا ہے بغیر لزوم کے کیونکہ اس کے اندر بجالانے کی شارع کی طرف سے رخصت ہوتی ہے۔

⑤ مباح احکام: یہ وہ احکام ہیں جن میں مکلف کو پوری آزادی و اختیار ہے کہ چاہے تو کرے چاہے چھوڑ دے۔ ہاں اس میں تمام شرعی، اخلاقی، انسانی اور سماج کے تمام انسانوں کے حقوق کی رعایت کرنا ضروری ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس پانچویں قسم کو یعنی مباح احکام کو احکام کی قسموں میں شمار کرنا بحث و نظر ہے۔

اسی طرح دوسری اور چوتھی قسم اس جہت سے کہ اس میں شرعی تکلیف کے لزوم اور محبوبیت کو لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ بہر حال اس موضوع پر گفتگو کے لیے دوسرا محل ہے یہاں ہم نے احکام کے متعارف ورائج معنیٰ کی گفتگو کرنے پر اختصار کیا ہے۔

تُربت پاک امام حسینؑ کے سلسلہ میں مذکورہ پانچوں احکام کا تعلق ہے یعنی حرام و واجب، مستحب و مکروہ اور مباح سبھی کا تعلق ہے جس کے اُوپر نقلی ادلہ کے ساتھ عقائدی تقاضوں سے مدد ملتی ہے مثال کے طور پر اس پاکیزہ خاک کا احترام کرنا واجب ہے اور اس کی توہین کرنا یا اس کو نجس کرنا حرام ہے۔ اس سے تسبیح بنانا مستحب ہے۔ اسی طرح شفاء حاصل کرنا مستحب ہے۔

مجنب مرد اور حائضہ اور نفاس والی عورت کا اس خاک کو بغیر غسل کے مَس کرنا مکروہ ہے اور اس خاکِ پاک کا زعفران جیسی دوسری حلال چیزوں کے ساتھ ملا کر کھانا پینا مباح ہے لہٰذا جو شخص اس خاکِ پاک کو استعمال کرنا چاہتا ہے اور اس سے استفادہ کرنا چاہتا ہے اس کے اُوپر لازم ہے کہ اس کے متعلق احکام کی شناخت رکھتا ہو، تاکہ اس کا عمل شریعت کے مقرر کردہ احکام کے مطابق قرار پائے اور قرآن و سنت سے ثابت احکام کے خلاف یا ضدیت میں واقع نہ ہو لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری فقہی کتب جو کہ ہماری دسترس میں ہیں ان کے مؤلفوں کا نہایت احترام واکرام کرتے ہوئے موضوع پر مستقل بحث سے خالی ہیں اور ان میں تُربت کے احکام پر سیر حاصل بحث نہیں کی گئی ہے۔

ہاں ضمنی طور پر تُربتِ حسینؑ کے بعض احکام ضرور ذکر ہوئے ہیں جبکہ روایات صحیحہ جو کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں جتلاتی ہیں کہ تُربت امام حسینؑ ایک مستقل موضوع ہے اور اس کے مخصوص احکام ان کے شیعوں سے مختص ہیں اور ان

بزرگواروں کی عملی زندگی وسیرت سے بھی اس کے احکام کا اندازہ ہوتا ہے لہٰذا ہم نے تُربتِ کربلا کے بعض فقہی احکام کو ان کی دلیلوں اور معتبر برہانوں سے استنباط اور احادیثِ معصومینؑ سے اس کے فرعی احکام کو قُربَۃً اِلَی اللہِ وَ تَعَبُّداً استخراج کیا ہے اسی طرح ہمارے بزرگوں نے خداوند متعال ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، اہلِ بیتؑ سے مروی احادیث میں تحقیق وتدقیق فرمائی ہے اور انھیں درایت وحدیث کے معیار پر پرکھا ہے۔ لفظی معنوی، مفہومی ومصداقی، اجمالی وتفصیلی غرض کہ جملہ بحثوں کو چھیڑا ہے اور خاکِ پاکِ کربلا کے سلسلہ میں کچھ احکام بابِ اطعمہ واشربہ میں بیان فرمایا ہے جبکہ دائرۂ بحث اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور اس سلسلہ میں بحث وگفتگو کو بابِ نماز، طہارت، روزہ، وقف، بیع وشراء اور دُعا کے باب میں بھی ذکر کیا جا سکتا تھا۔

بہرحال تُربتِ پاک کربلا کے جس طرح تمام فقہی ابواب میں اس کے مادی و معنوی پہلوؤں کے لحاظ سے خاص شرعی احکام ہیں اسی طرح اس مقدس خاک کے کلامی معارف اور اُصولِ دین کے لحاظ سے بھی خاص احکام اور نشانیاں ہیں۔

اس مقام پر ایک بہت اہم اصولی پہلو کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ جس میں فقہی عنصر بھی کارفرما ہے اور وہ یہ کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف سے صادر ہوئے احکام ودساتیر جو کہ اس پاکیزہ خاک سے تعلق رکھتے ہیں چاہے ان کا تعلق اس خاک کے کھانے سے متعلق ہو یا اس سے تسبیح بنانے یا ساتھ رکھنے سے متعلق ہو یہ سب کے سب دستور واحکام کو ثانوی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ وہ سب اولی احکام ہیں چاہے تکلیفی ہوں یا ارشادی، ان کی جانب سے صادر احکام چونکہ مصدر وحی سے مرحبط ہیں، لہٰذا از روئے عقیدہ وعمل دونوں جہت سے لحاظ رکھنا لازم ہے۔

تربتِ پاک سے شفایابی کا متمنی درحقیقت اپنی بیماری سے نجات اور سلامتی کا خواہاں ہوتا ہے لہٰذا وہ اوامر اہلِ بیتؑ کے امتثال کی توفیق حاصل کر رہا ہوتا ہے اور ان کے ارشادی اوامر کے امتثال سے وہ اپنے مطلوب کو پانے میں گویا ضمانت حاصل کر رہا ہوتا ہے کیونکہ یہ اوامر من جانب معصوم صادر ہوتے ہیں اور ان میں نورانیت پائی جاتی ہے اور اس کے اندر ارشاد و ہدایت کے ساتھ سعادت بھی کارفرما ہوتی ہے۔

یہ واضح ہے کہ شرعی و تکلیفی احکام کے ساتھ ارشادی اوامر کا میل جول، حصولِ مقصود میں شمار کیا جائے تو بابِ رحمتِ الٰہیہ وا ہو جاتا ہے اور انسان حسب منشا الٰہی دستور بجا لانے والا شخص بن جاتا ہے اور مرضی پروردگار حاصل کر لیتا ہے۔

واضح سی بات ہے کہ اہلِ بیتؑ ہی مومنین و مطیعین کے لیے ابوابِ رحمتِ الٰہی ہیں۔ وہی خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلہ و واسطۂ فیض ہیں لہٰذا ان کے اوامر و دساتیر خود ان کی طرف سے نہیں بلکہ اس کا مبداء، مصدر وحی و الہام ہے اور اللہ بندوں کے لیے سہولت چاہتا ہے، وہ ان کے لیے تنگی و دشواری کا خواہاں نہیں ہے۔ وہ بندوں پر بہت مہربان و شفیق ہے اور اسی نے خاکِ پاک امام حسینؑ میں شفاء و امان قرار دے کر اپنے اولیاء پر نعمتوں کا دروازہ کھول دیا ہے اور اس پاک و پاکیزہ خاک کو ایسی کرامت و شرافت عطا کی ہے کہ جو کرامت و شرافت کسی اور قسم کی خاک کو حاصل نہیں ہے۔ آیئے اس پاکیزہ خاک کے کچھ احکام ملاحظہ کریں۔

۱۔ شفاء طلبی جائز ہے

تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام سے ہر چھوٹے بڑے مرض میں شفا طلبی کرنا جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اس عمل کو انجام دیا ہے اور اپنے چاہنے والوں کو صریحی طور پر اس کا حکم دیا ہے اور ان کی سیرت و کردار میں صاحبانِ تقویٰ

کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

۲- خاکِ شفاء کا استعمال جائز ہے

تربتِ پاک امام حسینؑ کا تمام بیماریوں میں جسمانی ہوں یا روحانی، بدنی ہوں یا روحی، ظاہری ہوں یا باطنی سب میں استعمال جائز ہے اور اس کی دلیل ان روایات کا اطلاق اور عموم ہے جن میں کوئی قید و شرط ذکر نہیں ہوئی ہے لہٰذا مرض کسی بھی قسم کا ہو یا کسی بھی نوعیت کا ہو شفا طلبی کی جا سکتی ہے۔

۳- خاکِ شفاء کو ہمراہ رکھنا

برائیوں اور بُروں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اور ہر قسم کے خطرات و آفات سے تحفظ کے لیے خاکِ شفاء کا ساتھ رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے اور ساتھ رکھنے کی نوعیت مختلف شکلوں و صورتوں میں ہو سکتی ہے چاہے لباس کے اندر یا کسی ظرف کے اندر، انگوٹھی کے ساتھ یا کسی صندوق و باکس وغیرہ میں رکھنا بہرحال خاکِ شفاء کی ہمراہی صادق آنی چاہیے۔

۴- خاکِ شفاء کی خرید و فروخت حرام ہے

خاکِ شفاء کی خرید و فروخت جیسے کہ دیگر اموال کی خرید و فروخت کی جاتی ہے جائز نہیں ہے چاہے قیمت کتنی ہی زیادہ مقدار میں ہو یا خریدار یا بائع (بیچنے) کو کسی سخت ضرورت یا سماجی لحاظ سے بڑی ضرورت ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ اس پاکیزہ خاک کی خرید و فروخت سے اس کی حرمت پامال ہوتی ہے اور وہ حرام ہے۔

۵- شفایابی کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے

خاکِ شفاء سے شفا طلبی کے وقت بالکل ایمان و یقین ہونا چاہیے۔ بغیر کسی

شک وشبہ کے استعمال کرنا چاہیے۔ گمان سے کوئی فائدہ نہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مرحلۂ یقین کی کوئی حد وقید مقرر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی راستہ طے ہے بلکہ یقین صاحبانِ نظر کے قول پر اعتماد سے بھی حاصل ہوسکتا ہے اور شخصی کوشش سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔

۶- تجربہ وآزمائش مقصود نہ ہو

خاکِ شفاء سے شفا طلبی میں تجربہ وآزمائش کا بھی خیال نہ ہو، ورنہ اس طرح استعمال کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نقصان کا امکان ہے اور گنہگار الگ سے ہوگا اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ معصومؑ کی صریحی ممنوعیت کے بعد اس طرح استعمال کرنا جائز نہیں ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

۷- سلطان جائر سے ملاقات کے وقت پاس رکھنا

اگر کوئی کسی ظالم بادشاہ یا اس جیسے کے پاس جارہا ہے تو اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اور کسی متوقع گزند سے نجات کے لیے اپنے پاس خاکِ شفاء رکھنا جائز ہے اور اسے چھپا کے رکھے بلکہ چھپانا احتمالِ ضرر سے بچنے کے لیے رجحان رکھتا ہے۔

۸- خاکِ شفاء کی توہین کرنا حرام ہے

خاکِ شفاء کی کسی صورت سے بھی توہین کرنا حرام ہے چاہے وہ توہین لفظی ہو یا عملی، فردی طور پر ہو یا سماجی طور پر، تحریری شکل میں ہو یا اشارہ وکنایہ وغیرہ کی شکل میں بلکہ جرأت کی صورت میں اس کا حرام ہونا بھی کہا جاسکتا ہے اور یہ حرمت متعلق طریقہ سے توہین کی صورت میں ہے۔

۹- خاکِ شفاء کا نجس کرنا جائز نہیں ہے

کسی بھی شکل وصورت میں تربتِ پاک کربلا کو نجس کرنا جائز نہیں ہے اور جو عمداً ایسا کرے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے اور اگر ایسا جرأت وتجری کے باب سے کیا ہے تو گناہ اور زیادہ سخت ہے۔ اگر ہم اس کے دائرہ دین سے خارج ہونے کے قائل نہ ہوں یا شریعت کے حدود سے باہر نکل جانے والا خیال نہ کریں تو ورنہ یہ خاکِ عظیم الشان ذات سے منسوب ہے اور جان بوجھ کے نجس کرنے والا دشمنی و ناصبیت پر کھلا کہلائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم ہر اس مٹی کے لیے ثابت ہے جو شرعاً وعرفاً خاکِ کربلا شمار ہوتی ہے اور جن موارد میں شک وشبہ ہو وہاں احتیاط کرنا لازم وضروری ہے۔

۱۰- سفر میں خاکِ شفاء ساتھ رکھنا

منزلِ مقصود تک سلامتی کے ساتھ پہنچنے کے لیے سفر میں خاکِ شفا کا ساتھ رکھنا مستحب ہے اور یہ حکم نوعِ سفر، کمیت وکیفیت، ہوائی، زمینی، سمندری، پیدل، سواری، انفرادی، اجتماعی، شب میں ہو یا روز میں، مرد ہو یا عورت، ہموار زمینوں کا سفر ہو یا اُونچی نیچی وادیوں کا سب میں خاکِ شفاء رکھنا مستحب ہے۔ ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ سفر، سفرِ اطاعت ہو چاہے واجب سفر ہو جیسے حج کرنا یا مستحب سفر ہو جیسے زیارتوں پر جانا، مباح سفر ہو جیسے سیر وسیاحت اور تفریح کے لیے۔ اسی طرح چوروں اور دشمنوں سے بچنے کے لیے خاکِ شفاء ساتھ رکھنا مستحب ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ہر موردِ خوف میں، احتمالِ آفت میں خاکِ شفاء کا ساتھ رکھنا مستحب ہے، چاہے جانی نقصان کا خطرہ ہو یا مال یا عزت وآبرو پر آنچ آنے کا ڈر ہو یا کسی فرد یا جماعت کو خطرہ لاحق ہو۔

۱۱- معالجہ کرنا اور حفظِ ماتقدم کرنا

خاکِ شفاء شفا طلبی و امراض کو دُور کرنے کے لیے ہو یا آثار و علامت بیماری ہویدا ہو جانے کے بعد اس کے حفظِ ماتقدم کے عنوان سے ہو جائز ہے ٹھیک اسی طرح کہ جس طرح مشکلات و آفات کو دُور کرنے کے لیے اس کا سہارا لیا جاتا ہے اور اس کی دلیل روایات میں عموم و اطلاق ہے جو ہر قسم کی بیماری و مرض کو شامل ہے۔

۱۲- خاکِ شفاء سے افطار کرنا

ایک قول کا کہنا ہے کہ خاکِ شفاء سے افطار کرنا جائز ہے خاص طور سے عید الفطر کے دن اور روز عاشوراء کے فاقہ کو توڑنے کے لیے کہ اس روز ظہر و عصر کی درمیانی مدت تک فاقہ رکھا جاتا ہے۔ اس روز روزہ رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس دن کے روزہ کی بدعت گزاری کرنے والے بنی اُمیہ ہیں۔

ہم نے عاشوراء کے دن فاقہ کو خاکِ شفاء سے توڑنے کا جواز روایت کے عموم سے اخذ کیا ہے۔

۱۳- خاکِ شفاء پر ہاتھ رکھنا

حالت سجدہ میں خاکِ شفاء پر دونوں ہاتھوں کا رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے اور تیمم کے جواز والی روایات تو ہیں ہی خود خاکِ شفاء والی روایات کے عموم سے اس خاک پر ہاتھ رکھنے کا جواز ثابت ہے۔

۱۴- خاکِ شفاء کا پھیلانا

سجادہ پر خاکِ شفاء کا پھیلا کر رکھنا تاکہ اس پر سجدہ کیا جا سکے جائز بلکہ مستحب ہے، کیونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایسا کیا کرتے تھے۔ بس شرط یہ ہے کہ

خاکِ شفاء کا احترام ملحوظ خاطر رہے اور احتیاط برتی جائے۔

۱۵- خاکِ شفاء پر سجدہ کا استحباب

خاکِ شفاء پر سجدہ کرنا اور پیشانی کو تُربت پاک پر رکھنا مستحب ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ انسان واجب یا مستحب نمازیں پڑھ رہا ہو یا قضا یا ادا نمازیں ہوں یا پوری پڑھ رہا ہو یا قصر ہوں، مرد پڑھ رہا ہو یا عورت، بیمار انسان پڑھ رہا ہو یا صحت مند وتندرست انسان۔

۱۶- خاکِ شفاء سے تسبیح تیار کرنا

خاکِ شفاء سے تسبیح بنانا جائز بلکہ مستحب ہے اور اس خاکِ پاک سے بنی تسبیح سے نمازوں کی تعقیب پڑھنا بے حد ثواب کا باعث ہے بلکہ کسی بھی وقت اور تمام حالات میں اس خاک کی بنی تسبیح سے ذکر کرنا باعثِ ثواب و برکت ہے۔

۱۷- خاکِ شفاء کو پکا کر پختہ بنا لینا

تسبیح یا سجدہ گاہ بنانے کے لیے خاکِ شفاء کو پکا لینا جائز ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ اس کے شرعی پہلوؤں کو جیسے طہارت، حفظِ حرمت وغیرہ کا لحاظ رکھا جائے۔

۱۸- بغیر ذکر تسبیح چلانا

بغیر کسی ذکر کے صرف تسبیح کا ہاتھ میں گھمانا بھی حرج سے خالی ہے۔ تسبیح خاکِ شفاء کو حرکت دینے والے کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس کا خاص فضل ہے لیکن اگر ذکر الٰہی، استغفار اور درود وسلام بر محمد وآلِ محمد علیہم السلام کے ساتھ ہو تو اس کا اجر و ثواب اور فضل بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

۱۹- تحنیک کرانا مستحب ہے

خاکِ پاکِ کربلا سے بچوں کا تحنیک کرانا اور انھیں پہلی غذا کے طور پر خاکِ شفاء کھانا حفظ و امان کا باعث ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ بچہ ہو یا بچی اس سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی صریح روایت موجود ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

حَنِّكُوا أَوْلَادَكُمْ بِتُرْبَةِ الْحُسَيْنِ فَإِنَّهَا أَمَانٌ

"اپنی اولاد کی تحنیک خاکِ شفاء سے کرو کہ اس میں امان ہے"۔ (المصباح طوسی: ۱/ ۵۷۶)

۲۰- قبر میں رکھنا مستحب ہے

مستحب ہے کہ تھوڑی سی خاکِ شفاء میت کے ساتھ قبر میں رکھی جائے، تا کہ میت کو عذابِ قبر اور اس کی وحشت اور منکر و نکیر کے سوال کی دہشت سے امان حاصل ہو جائے اور چند دنوں میں میت کے بگڑ جانے سے خاک کے نجس ہونے کا اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

۲۱- تربت سے کفن لکھنا

خاکِ شفاء سے میت کے کفن پر آیاتِ قرآنیہ، ماثور دعائیں، اذکار اور زیارتیں مثلاً زیارتِ عاشوراء وغیرہ لکھنا جائز ہے۔ اہلِ بیتؑ سے وارد تمام اذکار ان کے اسماء گرامی انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اسماء کا لکھنا سب جائز ہے۔

۲۲- خاکِ شفاء کا محفوظ رکھنا

خاکِ شفاء کو ضرورت کے وقت استعمال کرنے کے لیے محفوظ رکھنا تمام شرعی

پہلوؤں کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ برتن، جگہ وغیرہ ٹھیک ہو جائز ہے۔

۲۳- خاکِ شفاء کا ہدیہ کرنا

تربتِ امام حسین علیہ السلام کو اپنے اقرباء احباب اور دیگر مومنین کو ہدیہ کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ سب خاکِ شفاء کی عظمت کو پہچانتے ہوں اور اس کا خیال رکھتے ہوں ورنہ دینا صحیح نہیں ہے اور ہدیہ کرتے وقت اس کا لحاظ رکھنے کی سفارش کرنا لازم ہے۔

۲۴- بار بار شفا طلبی کرنا

خاکِ پاک کربلا سے ضرورت کے لحاظ سے بار بار شفا طلبی کرنا جائز ہے۔ ہاں اس بات کا خیال رہے کہ وزن و مقدار اور دیگر شروط کو مد نظر رکھا جائے۔

۲۵- معین مقدار کا لحاظ رکھنا

خاکِ شفاء سے شفا طلبی کے وقت اس کی مقدار کا لحاظ رکھنا واجب ہے اور وہ مقدار ایک چنا یا ایک دال کے برابر ہے۔ اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سلسلہ میں نصِ معصومؑ ہے۔

۲۶- دُعا پڑھنا

مستحب ہے کہ خاکِ شفاء تناول کرتے وقت وہ دعائیں اور اذکار پڑھے جائیں جو معتبر کتابوں میں درج ہیں اور بعض دعاؤں کی قرأت پر تاکید کی گئی ہے۔

۲۷- شروط کا لحاظ رکھنا

ضروری ہے کہ خاکِ شفاء سے شفا طلبی کے وقت اس کی حرمت کا لحاظ رکھنے

کے لیے اس کی عظمت و منزلت کی پاسداری کے لیے اور اس کے معنوی آثار سے مستفید ہونے کے لیے ذکر شدہ شروط کی پابندی کی جائے، اگر چہ وہ شروط تکمیل و کمال کی شرط ہیں، قید شفا طلبی نہیں ہیں۔

۲۸-تُربت کا رنگ

روایات میں وارد ہوا ہے کہ خاکِ شفاء کا رنگ سرخ ہے لیکن شفا طلبی میں اس کا رنگ دخیل نہیں ہے بلکہ ہر وہ مٹی جس پر خاکِ شفاء صادق آئے وہ حکم خاکِ شفاء میں شامل ہے کبھی کبھی رنگ اور صفت بدلتی رہتی ہے جو شفا طلبی میں نقصان دہ نہیں ہے۔

۲۹-کثرت سے ذکر کرنا

خاکِ شفاء سے استفادہ اور اس کو پاس رکھنے کے لیے، اور اخذ کرنے کے وقت کثرت سے ذکرِ الٰہی کرنا مستحب ہے اس وقت قرآنی دعائیں، وارد ادعیہ، ذکر صلوات اور سلام وغیرہ پڑھنا مستحب ہے۔

۳۰-پانی میں ڈالنا

بہتر ہے کہ خاکِ شفاء کو پاک پانی میں گھول لیا جائے چاہے مکمل طور پر گھل جانا صادق آئے یا نہ آئے اور یہ بھی یاد رہے کہ شفا طلبی میں یہ کام بنیادی شرط نہیں ہے بلکہ سہولیت اور تعظیم کے خیال سے ایسا کرنا بہتر ہے۔

۳۱-جسم پر مَس کرنا اور پھیرنا

جسم میں درد کے مقامات پر خاکِ شفاء کو مَس کرنا اور پھیرنا جائز ہے جیسے

آنکھوں پر، ہاتھ پر، چہرے وغیرہ پر البتہ خاکِ شفاء کی طہارت اور اس کا احترام ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۳۲-مقدارِ اقل و اکثر کیا ہے؟

جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ خاکِ شفاء کی مقدار ایک چنا یا ایک دال سے زیادہ کی نہ ہو یا اقل مقدار طے نہیں ہے۔ اکثر مقدار سے تجاوز نہ ہو کہ حرام ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی آدھے چنے کی مقدار بھر کھائے پھر دوبارہ آدھے چنے کی مقدار بھر کھائے تو کوئی حرج نہیں لیکن احوط یہ ہے کہ پہلی دفعہ ضرورت کے وقت جو کھایا ہے اسی پر اکتفاء کرے۔

۳۳-بغیر کسی شرف کے شفا طلبی کرنا

خاکِ شفاء سے شفا طلبی مطلق ہے۔ اس میں کوئی زائد قید و شرط نہیں ہے سوائے ذکر شدہ شرطوں اور قیدوں کے لہٰذا طبیب سے اجازت اور اس کے حکم کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضرورت نہیں ہے کہ خاکِ شفاء سے شفاء طلبی کے وقت کوئی دوسری دوا سے علاج نہ ہو۔

۳۴-گمان غالب کافی ہے

یہ علم و یقین حاصل کرنا ضروری نہیں ہے کہ خاکِ شفاء کو اس کی معہود و معلوم جگہ سے ہی حاصل کیا گیا ہو بلکہ اس کو حاصل کرنے میں گمانِ غالب، شہرت، قابلِ اعتماد شخص کی بات پر اعتماد اور عرف میں خاکِ شفاء کہا جانا ہی کافی ہے۔

۳۵-صرف خاکِ شفاء سے علاج

خاکِ پاک کربلا سے ہر قسم کی بیماری میں شفاء حاصل کرنا جائز ہے لہٰذا اگر

کوئی شخص کسی بیماری میں مبتلا ہو اور وہ خاکِ شفاء سے شفا پا جائے پھر دوسری کسی بیماری میں مبتلا ہو تو دوبارہ بھی خاکِ شفاء کا استعمال جائز ہے۔ اسی طرح وہ ہر بیماری کے لیے خاکِ شفاء سے بار بار فائدہ اُٹھا سکتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اگر ایک وقت میں کئی بیماری میں مبتلا ہے تو اسے ہر بیماری کے لیے ایک ہی دفعہ میں سب کے لیے زیادہ مقدار میں خاکِ شفاء استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ہر بیماری سے شفا یابی کے لیے ایک ہی بار خاکِ شفاء استعمال کرنی ہے اور متعدد بیماریوں کے لیے بار بار خاک شفا کھانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح بیماری کی شدت یا کثرت کے پیش نظر بھی معین مقدار سے زیادہ خاکِ شفاء نہیں کھا سکتا ہے۔

۳۶- کھانا اور بدن پر پھیرنا جائز ہے

بیماری کے مقام پر خاک شفا کو پھیرنا جائز ہے لیکن اگر جتنی مقدار میں اجازت دی گئی ہے اتنی کھائے بھی اور اسی مقدار میں پھیرنے میں بھی استعمال ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص آنکھ کی کمزوری کا شکار ہے۔ اب اگر وہ آنکھ پر خاکِ شفاء مسح کر رہا ہے اور پھر اسی مقدار سے شفا یابی کے لیے اسے کھا بھی رہا ہے تو یہ دونوں کام ایک ساتھ جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح دونوں کو جمع کر دینا دلیلوں سے خالی ہے۔ ہاں! اگر چنا بھر سے کم ہو تو اس صورت میں جائز ہے اور یہی احتیاط سے زیادہ قریب ہے۔

۳۷- کمیت وکیفیت کے اعتبار سے گھل مل جانا

اگر خاکِ شفاء، پانی میں باقاعدہ گھل مل جائے تو اس سے شفا طلبی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح پانی کے علاوہ مشروب میں جیسے دودھ وغیرہ میں یا پھر

کھانے کی چیزوں میں ملا کر بھی استعمال کر سکتا ہے کیونکہ حلال چیزوں سے مخلوط کرنے سے خاکِ شفاء کا حکم یا اثر متاثر نہیں ہوتا ہے۔

۳۸-لذت و چاہت سے کھانا حرام ہے

شفاء طلبی کے علاوہ عنوان سے جیسے کہ لذت حاصل کرنے یا کسی دوسری نیت سے خاکِ شفاء کا کھانا جائز نہیں ہے۔ روایات کے نص کو مدنظر رکھتے ہوئے خاکِ شفاء کا تناول کرنا صرف شفاء طلبی کے لیے مختص ہے اس کے علاوہ متعدد روایات موجود ہیں کہ شفاء طلبی کے علاوہ کسی اور نیت سے جیسے تجربہ کرنے کے لیے یا شہوت و چاہت اور لذت کے حصول کے لیے کھانا جائز نہیں ہے۔

۳۹-شفاء طلبی میں ایمان شرط ہے

غیر مومن، یعنی غیر شیعہ اثنا عشری کے لیے خاکِ شفاء کا شفاء طلبی کے لیے بھی کھانا جائز نہیں ہے کہ وہ اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، کیونکہ خاکِ شفاء سے شفاء اس کے طبیعی و قدرتی آثار میں سے نہیں ہے بلکہ شفاء اس کے معنوی اور تشریفی آثار میں سے ہے جو صرف اس کے محل و مقام پر ہی ظاہر ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں متعدد روایات میں صراحت و تاکید پائی جاتی ہے کہ خاکِ شفاء کے معنوی آثار صرف صاحبانِ ایمان میں ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ خاکِ شفاء بھی دوسری طبیعی اور قدرتی آثار کی طرح اثر کرتی ہے بہت عجیب و غریب نظریہ ہے۔

۴۰-تعویذ و حرز کے طور پر رکھنا

خاکِ شفاء کو تعویذ یا حرز کے طور پر رکھنا جائز ہے تاکہ ہر قسم کے ارضی و سماوی حوادث میں خوف و خطر سے محفوظ رہے۔ اسی طرح اس کو سیلاب، زلزلہ،

آمدمی اور دیگر خوف و خطر سے بچنے کے لیے اس کی پاکیزگی اور دیگر شروط کو مدنظر رکھتے ہوئے جائز ہے۔

۴۱-تعویذ لکھنا

خاکِ شفاء سے تعویذ لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور آفتوں و بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیے اس تعویذ کا اپنے ساتھ رکھنا اچھا اور صحیح ہے اور اس کی دلیل وہ روایات اور دلائل ہیں جن میں عمومی طور پر کہا گیا ہے کہ خاکِ شفاء ہر خوف و ہراس سے امن و امان کا باعث ہے چاہے دشمن سے خوف ہو یا کسی اور چیز سے اور ان میں یہ بھی فرق نہیں کیا گیا ہے کہ تعویذ کی تحریر قرآنی آیات ہوں یا دوسرے اذکار جیسے اسماء حسنیٰ یا انبیاء کرام وائمہ طاہرین علیہم السلام کے اسماء گرامی وغیرہ۔

۴۲-خاک شفا معلق کرنا

خاکِ شفاء گھر یا گلے میں تعویذ بنا کر لٹکانا بھی جائز ہے کیونکہ خاکِ شفاء اس کے اُٹھائے رکھنے والے کے لیے برکات اور امن و امان کا باعث ہے۔

۴۳-زینت دینے کا قصد

صرف زینت کے طور پر خاکِ شفاء حلقہ وغیرہ کے طور پر گلے میں لٹکانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح خاکِ شفاء کو فخر و مباہات یا سجاوٹ کے لیے بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے خاکِ شفاء کی حرمت پامال ہوتی ہے بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ توہین ہوتی ہے تو غلط نہیں ہے اگرچہ اس کے ساتھ تبرک کا قصد کیا ہو یا خوف و ہراس کے زوال کو مدنظر رکھا ہو۔

۴۴- معجون نقصان دہ نہیں ہے

خاکِ شفاء کو، بارش کے پانی، شہد، زعفران اور زمزم سے مخلوط کرنا جائز ہے بشرطیکہ خاکِ شفاء کی تکریم و تعظیم مدنظر رہے اور اس معجون سے شفا طلبی کا قصد ہو چاہے سب چیزوں سے، چاہے صرف خاکِ شفاء سے، اس لیے کہ جو روایات ہم تک پہنچی ہیں ان میں ان تمام چیزوں سے شفا ملنے کا تذکرہ ہے بلکہ امر امام علیہ السلام کے پیش نظر مذکورہ اشیاء سے خاکِ شفاء کا مخلوط کرنا مستحب ہے اور اس سلسلہ میں روایات موجود ہیں۔

۴۵- حنوط کا جواز

تُربتِ کربلا سے تحنیط یعنی مردہ کو حنوط دینا جائز ہے اور تُربت و کافور کے درمیان جمع کر دینا کوئی منافات نہیں رکھتا۔ ہاں افضل یہ ہے کہ اس کافور میں خاکِ شفاء نہ ملائی جائے جس سے گھٹنوں اور قدموں کا حنوط کرنا ہے بلکہ بس اسی کافور میں ملایا جائے جسے پیشانی، دونوں ہاتھ اور آنکھوں پر رکھنا ہے۔

۴۶- انگوٹھی کا حکم

اگر حفظ و امان کی خاطر نیز برکت کے واسطے خاکِ شفاء کو انگوٹھی کے طور پر استعمال کیا جائے یا انگشتری میں رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کے تمام احکام و آداب کا پاس و لحاظ رکھا جائے۔

۴۷- نسبت کا لحاظ رکھنا

اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہر وہ چیز جو مقدس تُربتِ کربلا سے منسوب ہے جیسے کہ تسبیح، سجدہ گاہ، تعویذ، حرز وغیرہ سب کا احترام باقی رہے اگرچہ مذکورہ اشیاء،

مقررہ مقامات سے ماخوذ نہ بھی ہوں لیکن نسبت تو رکھتی ہیں اور اگر یقین ہو جائے کہ خاکِ شفاء مقررہ مقامات سے ماخوذ ہے پھر تو ان کی بے احترامی کسی صورت جائز نہیں ہے۔

۴۸-بوسہ دینا مَس کرنا

جائز بلکہ مستحب ہے کہ جو تسبیح خاکِ شفاء سے بنائی گئی ہے اس کا بوسہ دیا جائے اور اس پاکیزہ تربت سے برکت کے لیے اور اس کے احترام واکرام کے لیے اس کو مس کیا جائے، نیز حدث و خبث کے موقع پر نہایت احتیاط برتی جائے خاص طور سے خبث کے موقع پر طہارت کے پہلو کو زیادہ سختی کے ساتھ مدنظر رکھا جائے۔

۴۹-پانی کا گھونٹ

خاکِ شفاء تناول کرنے کے بعد ایک گھونٹ پانی پی لیا جائے اور دُعا پڑھی جائے اس لیے کہ اس سلسلہ میں معصوم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے امر ارشادی صادر ہوا ہے لہٰذا اس کا امتثال کرنا ضروری ہے۔

۵۰-بیماری کا نام لینا

خاکِ شفاء تناول کرتے وقت کوئی حرج نہیں ہے کہ ہم اس بیماری کو بھی ذکر کریں جس سے شفاء طلبی کے لیے خاکِ شفاء تناول کر رہے ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ بیماری ہلکی ہے یا شدید، ظاہری بیماری ہے یا معنوی و روحانی بیماری۔

۵۱-سامان میں رکھنا

سفر کے سامان میں خاکِ شفاء رکھنا مستحب ہے اور یہ عمل حضرت امام رضا علیہ السلام

نے خود انجام دیا اور حکم بھی صادر فرمایا ہے اور ان شاء اللہ خاکِ شفاء سفر میں سامان کی حفظ و امان کی ضامن ہوگی۔

۵۲-تسبیحاتِ اربعہ کی تلاوت کرنا

خاکِ شفاء اُٹھاتے وقت یا تناول کرتے وقت تسبیحات اربعہ کا پڑھنا مستحب ہے۔ اس کی دو صورت ہیں: ایک تو یہ کہ اس طرح آپ خاکِ شفاء کی قداست و قدسیت کا لحاظ رکھ رہے ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اذکار و ادعیہ پڑھنے کا حکم ہے اور تسبیحاتِ اربعہ بہترین ذکر ہے۔

۵۳- خاکِ شفاء کی وقفیت

خاکِ شفاء کو کسی خاص جماعت پر وقف نہیں کیا جا سکتا کہ دوسرے افراد اس سے استفادہ کرنے سے محروم رہ جائیں اس لیے کہ روایات میں عام و اطلاق پایا جاتا ہے اور وقف عام سے منافات رکھتا ہے اور وقف صرف ملکیت میں ہو سکتا ہے جبکہ خاکِ شفاء کسی کی ملکیت نہیں ہے۔

۵۴-ترک کرنا افضل ہے

بہتر و برتر امر یہ ہے کہ خاکِ شفاء کو حالتِ طہارت میں مَس کیا جائے لہٰذا مجنب شخص کو غسل کرنے سے پہلے، اسی طرح اسبابِ غسل طاری ہونے کی صورت میں عورت کو غسل انجام دے لینے سے پہلے خاکِ شفاء مَس کرنا قطعی مناسب نہیں ہے لہٰذا ترک مس افضل ہے کہ اس صورت میں شعائرِ الٰہی کی تعظیم اور حرمتِ خاکِ شفاء کا پاس و لحاظ رکھنا کہلائے گا اور شعائرِ الٰہی کی تعظیم دل کے تقویٰ کی نشانی ہے۔

۵۵-شہر سے باہر لے جانے کا حکم

خاکِ شفاء کو شہر مقدس کربلا سے دُور دراز یا نزدیک کے شہروں میں شفاء طلبی کے لیے یا تبرک، زیارت یا توسل کے لیے لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ جائز عمل ہے اور اس سے خاکِ شفاء کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس تعظیم ہوتی ہے کیونکہ خاکِ شفاء سے شفاء طلبی، تبرک کے طور پر استعمال کرنا، زیارت کرنا یا اس کے ذریعہ توسل کرنا یہ سب کام، ادواء احترام، مظہر تعظیم و تکریم ہیں۔

۵۶-برکت حاصل کرنا مستحب ہے

خاکِ شفاء سے بطور مطلق برکت حاصل کرنا مستحب ہے۔ اس کا ہر جہت سے احترام ملحوظ رکھتے ہوئے، ابو یسع سے مروی روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا تو میں سن رہا تھا سائل نے پوچھا کہ مولاً! میں قبر حسین علیہ السلام کی مٹی لے کر اپنے پاس رکھتا ہوں اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے کیا ایسا کرسکتا ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۷-شعائر کی طرح تعظیم کرنا

صاحبانِ دانش و بینش بخوبی جانتے ہیں کہ شعائرِ الٰہی کی تعظیم و تکریم بہترین اعمال و عبادات میں سے ہے اور چونکہ خاکِ کربلا شعائر میں سے ہے لہٰذا اس کی تعظیم میں رضایت و خوش نودیٔ پروردگار ہے اور تقویٰ کی علامت ہے جیسا کہ شعائر کے مصادیق میں بیان ہوا، ہاں تعظیم کا طریقہ و اسلوب الگ الگ ہوتا ہے کہ صفا و مروہ کی تعظیم جس کی قرآن سے شعائریت ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللهِ

''صفا و مروہ، شعائر پروردگار میں سے ہیں''۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۸)

اور جو شعائر الٰہی کی تعظیم کرے تو یہ اس کے تقوائے قلب کی نشانی ہے۔

۵۸- حیوانوں کے لیے شفاء طلبی

بظاہر دلائل کے عموم و اطلاقات، تربتِ کربلا سے شفاء طلبی میں غیر انسان کو شامل نہیں ہوتے یعنی جانوروں اور پرندوں کے لیے خاکِ شفاء سے شفاء طلبی نہیں ہوسکتی اس لیے کہ شفاء طلبی کے شروط میں ایمان رکھنا، معرفت رکھنا اور نیت کرنا وغیرہ شامل ہے۔

۵۹- بے ہوش شخص کو پلانا

شفاء طلبی کی خاطر خاکِ شفاء کا شربت بے ہوش انسان کو پلایا جاسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کے منھ میں ڈال دیا جائے یا انجکشن جیسے طبی وسائل کے ذریعہ پانی یا پاک کھانے وغیرہ کی چیزوں میں مخلوط کر کے دیا جائے۔

۶۰- دُعا کے وقت خاکِ شفاء کا اُٹھائے رکھنا

جس وقت خدا سے دُعا و توسل کا ارادہ ہو تو خاکِ شفاء کو ہاتھوں پر رکھنا اور اس کے واسطہ سے خدا سے سوال کرنا جائز ہے کیونکہ خدا کے نزدیک خاکِ شفاء کو بڑی کرامت و عظمت حاصل ہے اور خاکِ شفاء وسیلۂ قربِ خدا ہے۔

۶۱- خاکِ شفاء کا حلف اُٹھانا

خاکِ کربلا کو حلف کے طور پر اُٹھانا جائز ہے البتہ یہ شرعی حلف شمار نہیں کیا جائے گا نہ ہی اس کے اُوپر شرعی حلف کے احکام مترتب ہوں گے لیکن خاکِ شفاء کی قداست و طہارت تقاضا کرتی ہے کہ اس کی حرمت کا پاس و لحاظ رکھا جائے جس طرح دیگر مقدسات کا پاس و لحاظ رکھا جاتا ہے جیسے قرآن مجید، خانہ کعبہ، اسماء انبیاء و مرسلین، اسماء ائمہ معصومین علیہم السلام۔

یاد رہے کہ یہ سچے حلف کی بات ہو رہی ہے ورنہ جھوٹے حلف میں دوہرا عذاب ہے ایک تو جھوٹے حلف کا دوسرے حرمت خاکِ شفاء، شعیرۂ مقدس کی ہتک و حرمت کرنے کا۔

۶۲- قبر حسینؑ پر رکھی جانے والی مٹی کا حکم

وہ پاک و پاکیزہ مٹی جسے لاکر قبر امام حسین علیہ السلام پر رکھ دیا جائے تو اسے بھی تربتِ کربلا کا حکم شامل ہو جاتا ہے۔ بس عرفِ عام میں الگ مٹی نہ کہی جائے اور خاکِ شفاء کا اس کے اُوپر اطلاق ہو جائے۔

۶۳- شفاء کی نفی کرنا

کسی بھی بیماری میں تربت مقدسہ سے شفا کی نفی نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ صحیح روایات میں اس کے برخلاف وارد ہوا ہے یعنی اس سے شفاء طلبی کی جائے خاص طور سے کھانے پینے اور ساتھ رکھنے کے سلسلہ میں وارد روایات میں آیا ہے لہٰذا اگر بھی شفاء نہ ملے تو اس کے موانع کو برطرف کرنا چاہیے۔ تربت کربلا پر طعن نہیں کر سکتے۔

۶۴- شفاء پانے کا اعلان کرنا

خاکِ شفاء سے شفایاب ہونے کے بعد اس کا اظہار کرنا اور یہ کہ خاکِ شفاء سے ہی شفا ملی ہے کا اعلان کرنا جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ ایک محبوب اور شرعی امر کی ترویج ہے اور دیگر مومنین کو تشویق و ترغیب حاصل ہوگی اور وہ بھی خاکِ شفاء سے اپنی شرعی حاجتوں میں استفادہ کرسکیں گے۔

۶۵- حرز و تعویز کا بانٹنا

خاکِ شفاء سے تعویذ و احراز بنا کر مفت میں تقسیم کرنا جائز ہے اس کے بدلے میں کسی سے کچھ لینے کی صورت میں خاکِ شفاء کو بیچنے کا عنوان صادق آجائے گا جو کہ حرام ہے اور تعویذ و احراز کے بانٹنے میں دیگر شرطوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے جیسے ایمان، طہارت، شرعی اُمور میں استفادہ اور حرمت کا ملحوظ رہنا وغیرہ۔

۶۶- غیر شرعی استفادہ

ہر قسم کا غیر شرعی استفادہ تُربتِ کربلا سے حرام ہے چاہے وہ بیچنا ہو، خریدنا ہو یا شفاء طلبی کے علاوہ لینا یا پاس رکھنا، حرام مٹی کے ساتھ پینا، نجس جگہ پر رکھنا، غیر شیعہ کو دینا یا اسی طرح لا اُبالی شیعہ کو دینا یا وہ شخص جو اس کی حفظ حرمت نہ کرسکے کے حوالہ کرنا وغیرہ۔

۶۷- اُٹھائے رکھنے کی عمومیت

تُربتِ کربلا کو کسی بھی سواری پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے چاہے وہ گاڑی ہو یا جہاز، کشتی ہو یا کوئی اور سواری، قصد یہ ہو کہ خاکِ شفاء کو اُٹھائے ہوئے ہے پاس رکھے ہوئے ہے لہٰذا یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے جیب میں ہی رکھے بلکہ عرف

میں یہ کہا جا سکے کہ اس نے خاکِ شفاء کو حمائل کر رکھا ہے یہی کافی ہے۔

۶۸-رزق میں برکت

رزق و روزی میں برکت کی نیت سے خاکِ شفاء کو دوکان وغیرہ میں رکھنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ بس شرط یہی ہے کہ اس کے سارے آداب کا پاس ولحاظ رکھا جائے کسی بھی طرح کی توہین یا تساہل کے باعث ہتکِ حرمت نہ ہو۔

۶۹-کرامت کی نظر

قربِ خدا کے حصول کی خاطر، روحانی برکت اور نفس کی ترویج کی غرض سے خاک شفاء پر نظر جمائے رکھنا جائز ہے اور بار بار اس پر نظر کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

۷۰-مقدس تحریریں

خاکِ شفاء کے ذریعہ قرآنی آیات، اسماء حسنیٰ، اسماء انبیاء، ائمہ علیہم السلام، مستحب اذکار اور مبارک کلمات کا لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان کلمات و آیات و اذکار کو خاکِ شفاء سے بنی تسبیح پر لکھا جائے یا کسی لوح و تختی پر، بشرطیکہ طہارت وغیرہ کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا جائے۔

۷۱-نت نئی ساخت

اگر خاکِ شفاء کی توہین اور ہتک حرمت کا باعث نہ ہو تو خاکِ شفاء کو دوسرے رنگوں سے ملون کرنے اور اس کی نت نئی ساخت وشکل دینے میں مانع نہیں ہے لیکن افضل یہی ہے کہ اسے اس کے اصلی رنگ پر باقی رکھا جائے کیونکہ اگر تسبیح کو

کسی غیر طبعی رنگ میں رنگ لیا جائے اور اس کی شکل وصورت تبدیل ہو جائے تو موضوع میں شبہہ کا باعث بنے گا۔ جس کے بعد حکم کی تبدیلی کا شبہہ بھی پیدا ہو جائے گا اس بنیاد پر تربتِ کربلا کی قداست تقاضا کرتی ہے کہ ایسے تصرفات سے اجتناب کیا جائے جو اس کی حرمت و احترام کے خلاف جا رہے ہوں، بلکہ اسے اس کی عزت و شرافت، فضل وکرامت اور خصوصیت پر ہی باقی رکھا جائے۔

۷۲۔ ماثور دعائیں

خاکِ شفاء سے شفاء طلبی میں لازم وضروری نہیں ہے کہ ماثور دعائیں ہی پڑھی جائیں، ان کا پڑھنا محبوبیت کی بنیاد پر ہے بلکہ یہ کہنا بھی دائرہ عمل سے خالی نہ ہوگا کہ اپنے الفاظ میں دعاؤں کے معانی کو دہرایا جائے۔ عربی کلمات جو روایات میں ذکر ہوئے ہیں ان کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ ٹھیک یہی صورت حال ہر ماثور دعاؤں کی ہے یعنی ایک کلی قانون یہ ہے کہ دُعا کے معانی ادا ہو جائیں لفظِ دُعا حتیٰ نماز کی قنوت میں بھی شرط نہیں ہے۔

۷۳۔ تربت امام حسینؑ کا سونگھنا

خاکِ شفاء سونگھنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ اس عمل میں رسولؐ خدا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی تاسی ہے اور شفا طلبی کے قصد سے بھی سونگھا جا سکتا ہے۔

۷۴۔ بنیاد میں خاکِ شفاء کا رکھنا

گھر، دکان، مسجد، مکتبہ، حسینیہ وغیرہ کی تعمیر کے وقت بنیاد میں خاکِ شفاء کا رکھنا جائز ہے کیونکہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں حلال اور مباح کام انجام دیئے جاتے ہیں اور برکت وقربِ خدا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ساتھ ہی خاکِ شفاء کے تمام

آداب و حرمت و احترام کے پہلوؤں کو مد نظر رکھا جائے۔

۷۵- شفاء کے لیے سرمہ لگانا

آنکھ میں درد یا بیماری ہو تو اس سے شفاء طلبی کے لیے تُربتِ مقدسہ کا سُرمہ لگانا جائز ہے بشرطیکہ اس سے قصد زینت نہ ہو کیونکہ خاکِ شفاء کا زینت و آرائش کے طور پر استعمال کرنا حرام ہے۔

۷۶- بسم اللہ کی قرأت

جائز بلکہ مستحب ہے کہ تُربت پاک حسینؑ سے استفادہ کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی جائے کیونکہ تسمیہ کے سلسلہ میں وارد تمام دلیلوں کا عموم اپنے تمام موضوعات کو شامل ہے اور خاکِ شفاء کا استعمال اس کا ایک مصداق ہے نیز ہر امر اہم کے آغاز میں بسم للہ پڑھنے کا حکم اس مقام کو بھی شامل ہے لہٰذا خاکِ شفاء سے استفادہ چاہے بیماری سے شفاء طلبی، خوف سے تحفظ، امن و امان کے لیے ہو سب جگہ تسمیہ کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔

۷۷- صلوات پڑھنا

خاکِ شفاء کے استعمال کے وقت درود بر محمدؐ و آلِ محمدؐ پڑھنا جائز بلکہ مستحب ہے اس لیے کہ تُربتِ پاک کربلا سے استفادہ کا وقت بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور توسل و تقربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے تمام دعاؤں اور اعمالِ خیر کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۷۸- پاک صاف کرنا واجب ہے

اگر خاکِ شفاء نجس ہو جائے تو اسے پاک صاف کرنا واجب ہے اور یہ حکم

عمومیت رکھتا ہے جو تمام تر نجاستوں اور کثافتوں کو شامل ہے چاہے وہ انسان سے خارج ہونے والی ہو یا حیوانات سے، زندہ سے صادر ہو یا مردہ سے، حلال گوشت جانور ہو یا حرام گوشت، انسان مسلمان ہو یا کافر، مشرک ہو یا منافق، ناصبی ہو یا غالی، اور خاکِ شفاء قبر امام حسین علیہ السلام کے پاس سے لی گئی ہو یا قبر کے اُوپر رکھ کر اُٹھالی گئی ہو اس لیے کہ اس پر بھی اب خاکِ شفاء کا اطلاق صحیح ہے اور قبر پر رکھنے کے قصد میں تغیر و تبدیل سے حکم خاکِ شفاء تبدیل نہیں ہوتا۔

۷۹-خاکِ شفاء پر تیمم کا حکم

خاکِ شفاء پر تیمم کرنا جائز ہے اور پورے شہر کربلا کی خاک کا اپنی طہارت و پاکیزگی کے لحاظ سے حکم عام ہے بلکہ خاکِ شفاء پر تیمم اقرب و افضل ہے۔

۸۰-تربتِ کربلا کی قداست کا لحاظ رکھنا

خاکِ شفاء کی تعظیم و تکریم اجر و ثواب کا باعث ہے اور یہ حکم ہر قسم کے قولی و عملی احترام و اکرام پر محیط ہے۔

تُربت کی دُعاؤں کے نورانی کلمات

بلاشبہ دُعا اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے۔ اللہ نے دُعا کو عبادت شمار کیا ہے اور لوگوں کو استجابتِ دُعا کا وعدہ دے کر دُعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝

"تم مجھے پکارو میں تمھاری دعاؤں کو مستجاب کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت و رسوائی کے ساتھ داخلِ جہنم ہوں گے"۔ (سورۂ غافر: آیت ۶۰)

اس کلام الٰہی میں قبولیتِ دُعا کی ضمانت ہے۔ اگر دُعا اخلاص کے ساتھ ہو، اور اسی لیے اللہ نے اخلاص کا بھی حکم دیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَّادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ (سورۂ اعراف: آیت ۲۹)

"اور تم اسے اس کے دین میں اخلاص کے ساتھ پکارو"۔

یقیناً اخلاص، دُعا کی بنیادی و جوہری شرط ہے۔ پس ہر مومن اپنے پسندیدہ اور مانوس کلمات و اُسلوب کے ساتھ خدا کو پکارتا ہے اور اس کی دُعا کو مستجاب کرتا ہے اور اس پر بارانِ رحمت کا وسیع پیمانے پر نزول ہوتا ہے لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام سے صادر نورانی کلمات کی نہایت بلند و معنوی قدر و قیمت ہے اور

ان میں بہت بڑا فضل وشرف ہے کیونکہ وہ کلمات اللہ کے مخلص ترین اولیاء سے صادر ہوئے ہیں اوران کی پاک و پاکیزہ زبانوں پر جاری ہوئے ہیں لہٰذا جب ان کلمات کو کوئی بندہ مومن اپنی زبان پر خلوص نیت کے ساتھ جاری کرتا ہے تو یقیناً اس کی دُعا رد نہیں ہوتی بلکہ اس کی دُعا در حقیقت ذکر بر ذکر، اور نور علیٰ نور ہو جاتی ہے۔

تربت پاک امام حسین علیہ السلام سے شفاء طلبی میں وارد دعائیں بھی بڑے عالی مطالب اور بلند معارف پر مشتمل ہیں۔ ہم اس مقام پر چند دعاؤں کو تبرکاً وضمناً ذکر کر رہے ہیں تاکہ ان کے اندر موجود گہرے اور نورانی مطالب سے منور ہوا جا سکے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام سے شفاء طلبی کے ہنگام قرأت دُعا کے لیے رہنما ارشادات صادر ہوئے ہیں جس کے امتثال سے مطلوب حاصل ہونے کی ان شاء اللہ ضمانت مل جائے گی۔ اس باب میں متعدد روایات ہیں ہم چند کو پیش کرنے جا رہے ہیں:

پہلی روایت

یونس بن ظبیان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے: قبر مظلوم کربلا امام حسین علیہ السلام کی مٹی ہر بیماری کی دوا ہے لہٰذا جب اسے تناول کرو تو کہو:

"اللہ کے نام سے اور اللہ کے واسطے، خدایا اس خاک کو وسیع رزق، مفید علم اور ہر بیماری سے شفاء قرار دے کہ تو ہر شے پر قادر ہے۔

بارالٰہا: اے اس مبارک و پاکیزہ تربت کے پروردگار: اس نور کے پروردگار کہ جس کو تو نے اس کے اندر نازل کیا ہے۔ اس جسد طاہر کے پروردگار جسے تو نے اس خاک کے اندر سکونت

دی ہے ان ملائکہ کے پروردگار جنھیں تو نے اس خاک پر موکل کیا ہے اس خاکِ پاک کو ہر بیماری سے میرے لیے شفاء قرار دے''۔

اس مقام پر لاحق بیماریوں کا نام لے اور پھر خاک کو تناول کرنے کے بعد ایک گھونٹ پانی پئے اور پھر کہے:

''خداوندا! اس خاکِ پاک کو وسیع رزق، مفید علم اور ہر بیماری و آلام سے شفاء قرار دے''۔

اس شریف دُعا سے چند اُمور کا استنباط کیا جا سکتا ہے:

۱- اللہ کے مکرم نام سے اور اس کی ذات رحیم سے آغاز کرنا، کامیابی اور مراد کے حصول کا ضامن ہے۔ اس کے اسم سے آغاز پھر اس کی بات سے بلا فصل شروعات، اللہ عزوجل سے سوال تمام حاجات کی برآری کی ضمانت ہے۔ اس دُعا کے ان فقروں میں ''بسم اللہ و باللہ'' عملی طور پر کمزوری اور ضرورت کے اقرار کے ساتھ استعانت اور مدد طلبی کا پہلو نمایاں ہے۔ اس کی قدرت کا اعتراف اور ہر شے میں محتاج کے لیے مدد الٰہی کا اقرار ہے لہٰذا بندہ مستعین و مدد طلب ہے اور خدا مستعان و مددگار ہے۔ بندہ فقیر و محتاج ہے اور اللہ غنی و بے نیاز ہے اور بے نیاز نیاز مند کو نہیں ٹھکراتا ہے بندہ، ذاتی طور پر فقیر و محتاج ہے، جبکہ خداوند متعال ذاتی طور پر غنی و بے نیاز ہے لہٰذا جب عمل کا آغاز ہی اس کے نام مبارک سے تبرک حاصل کرتے ہوئے ہوگا جو ذات واجب الوجود، جامع جمیع صفاتِ جمال و کمال و جلال ہے تو پھر کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی ہی نہیں رہ جاتی کہ مطلوب تک رسائی ہو جائے گی اور طلب کی ہوئی شے دریافت ہو جائے گی۔

اس مقام پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حدیثِ نبوی میں شامل عمومیت کو یہ مقام بھی شامل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: "ہر باوقار امر کو کہ جو نام پروردگار سے شروع نہیں کیا جاتا وہ دم بریدہ اور ناقص رہ جاتا ہے"۔ اس لیے کہ حدیث نبوی میں کسی مقام و محل کو مخصوص نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی کسی خاص نام یا ذکر یا بسملہ وغیرہ کو خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے بلکہ بسملہ حدیثِ نبوی کا ابرز مصداق اور مستحب ذکر کا نمایاں مصداق ہے اور غور و فکر سے کام لینے والے بصیر و خبیر شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ خدا کے نام سے شروع کرنے میں اور ذات باری تعالیٰ سے شروع کرنے میں کیا فرق ہے اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ معارف و معالم اور مباحث کی اسم کے اندر متعدد جہتیں ہیں اس کی حقیقت کے انکشاف کے حوالے سے، اسی طرح اس کے خصائص و آثار کے حوالے سے بھی جس کی تفصیل یہاں ہم نے اپنی کتاب "بسم اللہ کی تجلیاں" میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر کے حوالے سے بیان کر دی ہیں خواہشمند حضرات ان کی طرف مراجعہ کر سکتے ہیں۔

۲- اس دُعا میں تین چیزیں مطلوب قرار پائی ہیں:

① وسیع رزق ② مفید علم

③ ہر بیماری سے شفاء

- پہلے مطلوب سے آشکار ہوتا ہے کہ مادی ضرورتوں کو پورا ہونے کے لیے کثیر مال و دولت کا مطالبہ ہے نیز اللہ کے واجب کردہ صاحبِ مال و دولت پر حقوق کی ادائیگی کے لیے مال کی طلب ہے، اگرچہ افضل یہی ہے کہ ہم رزق وسیع سے عام معنیٰ مراد لیں۔
- دوسرے مطلوب سے آشکار ہوتا ہے کہ وہ معرفت و دانش طلب کی گئی ہے

جس کے حصول کا اللہ نے حکم دیا ہے جیسے احکام دین کا جاننا تاکہ بندگانِ خدا اپنی دُنیا کی زندگی اور اُخروی زندگی دونوں میں سعادت مند ہو سکیں۔ اس مطلوب میں ''النافع'' کی قید نیک عمل اور اوامر الٰہیہ کے امتثال کی توفیق کا مطالبہ کرنے کے لیے ہے کیونکہ نہ جانے کتنے ایسے علم و دانش ہیں کہ جن کے مالک کو وہ علم و دانش مفید واقع نہیں ہوتے یا پھر کتنے ایسے عالم ہیں کہ انھیں ان کا علم مفید ثابت نہیں ہوتا اس کے بھی متعدد اسباب ہو سکتے ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

○ تیسرے مطلوب سے آشکار ہے کہ تمام بیماریوں اور درد و آلام سے شفاء و نجات مراد ہے۔

یہ تینوں اُمور ایسے ہیں کہ اگر ان سے کوئی انسان صحیح طور سے استفادہ کرے تو اس کے لیے سعادت مندی کا باعث ہے اور اگر انھیں بے جا استعمال میں لائے تو بدبختی و شقاوت کا باعث ہے۔ مثال کے طور پر کبھی مال و منال کے مالک کو شیطان بہکا دیتا ہے اور وہ اپنے مال و دولت کو بے جا صرف کرتا ہے جس کے باعث وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح علم ہے۔ کتنے اہل علم اپنے علم کے مطابق عمل پیرا نہیں ہوتے تو ان کا یہی علم ان کے لیے دنیا و آخرت میں وبالِ جان بن جاتا ہے اور جہاں تک جسمانی سلامتی اور صحت مندی کی بات ہے تو اس کا تو بڑا بنیادی کردار ہوتا ہے مال اور علم دونوں سے استفادہ کرنے میں، کیونکہ جو شخص جسمانی صحت و سلامتی سے مالا مال ہے اس کا امتحان اور آزمائش ان لوگوں کے مقابلہ میں بڑا سخت اور طولانی ہے جو اس سے کم صحت و سلامتی کے مالک ہیں یا بیمار و ناتواں ہیں۔

اور یہ بھی طبیعی سی بات ہے کہ اگر اہلِ علم و اہلِ مال اور سلامتی کے حامل لوگ شکرِ خدا بجا لائیں اور مذکورہ نعمتوں پر اللہ کے شکر گزار رہیں تو خداوندِ متعال بالمقابل ان سے زیادہ اس بات کا سزاوار ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ان کی نعمتوں میں اضافہ فرمائے، کیونکہ اس نے اعلان کر دیا ہے:

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ۝ (سورۂ ابراہیم: آیت ۷)

"اگر تم شکر گزار ہو گے تو یقیناً میں اضافہ کر دوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے"۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ان نعمتوں کا طالب اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔

۳- اس دُعا میں خدا کی ہر شے پر قدرت کا اقرار و اعتراف کیا گیا ہے:

"بلاشبہ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے"۔

یہ فقرہ قرآنِ مجید میں دو مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک سورہ آلِ عمران کی آیت ۲۶ میں دوسرے سورہ تحریم کی آیت ۸ میں، اس جملہ میں بندہ، معبودِ مطلق و بے نیاز کے سامنے اپنے فقر و تہی دستی اور عبودیت کا اعتراف کرتا ہے۔ اس اعتراف کو ضمنی طور پر اس امر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ بندہ اپنے اعترافِ عاجزی کے ساتھ الٰہی الطاف و عنایات کے اضافہ کا مطالبہ کر رہا ہوتا ہے۔

۴- اسی دُعا میں اللہ کی ربوبیت کے اقدار کے ساتھ تربتِ پاک کے اوصاف کا بھی ذکر ہے جیسے مبارکہ و طاہرہ اس لیے کہ برکت اور طہارت دونوں عطاء ربانی اور عنایتِ الٰہی ہیں، جو اس خاک کو حاصل ہیں جس کا وسیلہ اللہ کے ولی و شہید اس کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔ انھی

کی بدولت اس خاک نے اتنی عظمت و منزلت اور مقام محمود حاصل کیا ہے۔ اسی طرح دُعا میں یہ اقرار بھی ہے کہ پروردگارِ عالم ہی ربوبیت کا مالک ہے۔ اسی نے نور نازل کیا ہے اور اسی نے خاکِ کربلا میں جسد مبارک امام حسین علیہ السلام کو سکونت دی ہے اور اسی نے خاکِ کربلا پر اپنے ملائکہ کو تعینات کیا ہے۔

یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ تربتِ مقدسۂ کربلا کو اس دُعا میں برکت سے متصف کیا گیا ہے یعنی اسے تربتِ مبارکہ کہا گیا ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے کیونکہ قرآنِ مجید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں جیسے ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ (سورۂ آل عمران: آیت ۹۶)

"بلاشبہ سب سے پہلا گھر جسے لوگوں کے لیے بکہ یعنی مکہ میں قرار دیا گیا ہے وہ مبارک اور عالمین کے لیے ہدایت ہے"۔

اور یہ ارشاد: "یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے مبارک کتاب ہے۔ اس کی اتباع کرو" اور یہ ارشاد: "وہ شجرۂ مبارکہ سے روشن و منور ہوتا ہے"۔ اور یہ ارشاد "اور ہم نے آسمان سے مبارک پانی نازل کیا ہے"۔ اور یہ ارشاد: "پس جب وہ اس کے پاس آئے انھیں وادی ایمن کے داہنے کنارے مبارک مقام پر پکارا گیا"۔

بیت یعنی خانہ کعبہ مبارک ہے۔ کتاب یعنی قرآنِ مجید مبارک ہے، شجرہ یعنی مخصوص درخت مبارک ہے۔ پانی مبارک ہے۔ بقعہ و مقامِ طور مبارک ہے۔ لہٰذا ان اشیاء کے اندر جس معنٰی کو مبارک کلمہ استعمال کرنے سے متصور کیا جائے گا وہی معنٰی تربتِ پاک کربلا کے لیے مبارکہ کے استعمال میں متصور ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ کسی وصف کے معنٰی کا تعین موصوف کے لحاظ سے ہوتا ہے لہٰذا تربت پاک کربلا

مبارکہ مطہرہ ہے تو اس واسطے کہ اس مقدس سرزمین سے شہید کربلا مظلوم و غریب زہراؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون پاک مخلوط ہو گیا ہے اور جسد مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام اسی سرزمین کے دامن میں ہے جس سرزمین میں مذکورہ ذیل کے آثار ودیعت کر دیے گئے ہیں جن کو دُعا میں ذکر کیا گیا ہے:

- شفاء (اَلشِّفَاءُ مِن كُلِّ دَاءٍ)
- امان (اَلْاَمَانُ مِن كُلِّ خَوْفٍ)
- عزت (اَلعِزُّ مِن كُلِّ ذُلٍّ)
- عافیت (اَلعَافِيَةُ مِن كُلِّ بَلَاءٍ)
- بے نیازی (اَلغِنَىٰ مِن كُلِّ فَقرٍ)
- حفاظت (اَلحِفظُ مِن كُلِّ سُوءٍ)
- علم (اَلعِلمُ النَّافِعُ)
- رزق (اَلرِّزقُ الوَاسِعُ)

یہ وہ آٹھ اُمور ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے صاحب خاکِ شفاء حضرت امام حسین علیہ السلام کی بہ دولت خاکِ شفاء کے اندر قرار دیا ہے۔ خوشا بحال اس شخص کا کہ جس کو اللہ نے اپنے لطفِ عام سے ان تمام اُمور سے بہرہ مند فرمایا ہے۔

اور یہ کہ خاکِ کربلا "طاہرہ" ہے تو اس کی وجہ جسد مطہر حضرت سید الشہداء کہ جن سے اللہ نے ہر رجس کو دُور رکھا ہے، سے مَس ہونا ہے اور اس مطہر ذات کی طہارت کے لیے قرآنِ مجید میں نص موجود ہے ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا ۝ (سورۂ احزاب: آیت ۳۳)

"بلاشبہ اللہ کا ارادہ ہے کہ اے اہلِ بیتؑ! تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام خاص آلِ عباء ہیں اور ہمارے پاس قطعی و یقینی قرینہ موجود ہے کہ ان کی خاکِ پاک میں تو نے شفاء رکھی ہے اور یہ بھی طے ہے کہ شفاء تقاضائے طہارت کرتی ہے اور کسی رجس یا نجس شئ میں شفاء ہے ہی نہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؑ کی خاکِ پاک میں شفاء قرار دینے کا راز کیا ہے بلکہ اس سے شفاء طلبی کو مستحب قرار دیا ہے اور اللہ بہتر طریقہ سے جانتا ہے کہ اپنی رسالت و پیغامات کو کس ذات میں قرار دے۔ یہ بھی طے ہے کہ مٹی ذاتی طور پر پاک ہے لیکن اس میں شفاء نہیں ہے۔ اگر اس کا ربط و نسبت نہ ہو اور نسبت کے ساتھ بھی خاص معنی میں مٹی طیب و طاہر ہو جاتی ہے۔

۵- اس دُعا میں، دوسری مرتبہ بھی شفاء طلبی کا ذکر ہے۔ بیماری کی نوعیت کے تذکرے کے ساتھ۔ بس یہ اشارہ ملتا ہے کہ مقامِ حاجت میں بندہ، اللہ کے حضور سے خاص عنایت کا طالب ہے اور یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک نور، جسد معصوم اور ملائکہ کو مقامِ محمود حاصل ہے لہٰذا جب سوال و حاجت کا ذکر ان بزرگواروں سے توسل کے ساتھ ہوگا تو یقیناً دُعا رد نہیں ہوگی البتہ ایمان و عمل کی صحت و سلامتی اور دیگر شروط و ضوابط کی رعایت بھی کی جائے۔

۶- تیسری مرتبہ بھی تین چیزوں (رزق، علم، شفاء) کے سلسلہ میں سوال یہ جتلاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک خاکِ شفاء کو جو فضل و کرامت حاصل ہے۔ اس کی طرف بندہ کی شدید توجہ اور اس کی شدید طلب ہے گویا بندہ سوال کے تکرار سے یہ نمایاں کرتا

چاہتا ہے کہ وہ کس قدر عروۂ وثقیٰ اور اس کے مالکین یعنی ائمہ اہل البیت علیہم السلام سے تمسک میں بھروسہ رکھتا ہے اور خصوصی طور پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے پروردگار کے پاس مقام خاص و منزلت خاصہ حاصل ہے۔

آپؑ ہی ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہیں۔ اگرچہ تمام معصومین علیہم السلام سفینۂ نجات ہیں لیکن سفینۂ امام حسین علیہ السلام کی رفتار تیز تر ہے جیسا کہ کتب روایت کے دوسرے نسخوں میں آیا ہے اور دونوں عنوان قابلِ جمع بھی ہے یعنی ہدایت و نجات کی کشتی امام حسین علیہ السلام سریع تر اور وسیع تر ہے اور اللہ نے آپؑ کی تربت پاک کو رزق اور اس کی وسعت کا مفید علم کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہر بیماری سے شفاء اور ہر خوف سے امن و امان قرار دیا ہے۔

دوسری روایت

عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی امام حسین علیہ السلام کی مٹی کو لینا چاہے (تناول کرنا چاہے) تو اسے چاہیے کہ اس طرح کہے:

> ''خدایا! میں تجھ سے اس فرشتہ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے اس خاکِ پاک کو اخذ کیا تھا (جبرئیلؑ) اور اس رسولؐ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے اس خاکِ پاک کو حاصل کیا اور اس وصی کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جو اس خاکِ پاک میں دفن ہے کہ اس خاک پاک کو ہر بیماری سے شفاء قرار دے''۔

اور اپنی بیماری کا تذکرہ بھی کرے۔

تیسری روایت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب خاکِ شفاء کو اخذ کرو (اور کھانا چاہو) تو پہلے اُسے بوسہ دو پھر اپنی آنکھوں پر رکھو اور ایک چنے سے زیادہ تناول نہ کرو اور تناول کرتے وقت یہ دُعا پڑھو:

"خدایا! میں تجھ سے اس خاک کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اور اس فرشتہ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے اس خاک کو اخذ کیا تھا اور اس وصی کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو اس خاکِ پاک میں دفن ہے کہ تو محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام پر درود و سلام بھیج اور اس پاکیزہ خاک کو ہر بیماری میں شفا، ہر خوف سے امان اور ہر برائی سے محفوظ کرنے والی قرار دے"۔

جب اس دُعا کو پڑھ لو تو کسی پاکیزہ شئ میں باندھ لو پھر اس کے اُوپر سورۂ قدر کی تلاوت کرو، اس لیے کہ جو دُعا ذکر کی گئی ہے وہ گویا طلب اذن کے طور پر ہے اور سورۂ قدر کی تلاوت خاتمۂ عمل کے طور پر ہے اور جب شفاء طلبی کے لیے اس خاکِ پاک کو کھانا چاہو تو کہو:

"پالنے والے! اس مبارک و پاکیزہ تُربت کے پروردگار! اور اس نور کے پروردگار جسے تو نے اس کی ذات پر نازل فرمایا ہے اور اس جسد طاہر کا واسطہ جو اس خاکِ پاک کے اندر سمایا ہوا ہے۔ ان فرشتوں کے پروردگار کہ جو اس پر تعینات ہیں درود بھیج محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر اور قرار دے اس خاکِ پاک

کو ہر قسم کے خوف میں امان اور ہر بیماری سے شفاء"۔

اس کے بعد ایک گھونٹ پانی پی لے پھر اس طرح کہے:

"اللہ کے نام اور ذات کے واسطے سے پروردگار اس خاک و وسیع رزق، مفید علم اور ہر بیماری و درد والم میں شفاء قرار دینا کہ تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

بارِ الٰہا! اے اس مبارک تربت کے پروردگار! اور اس وصی کے پروردگار جسے اس خاک نے اپنے اندر چھپا لیا ہے، اور درود و سلام بھیج محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام پر اور اس خاکِ پاک کو ہر بیماری سے شفاء ہر خوف سے امان اور ہر ذلت و رسوائی میں عزت اور ہر بری حالت میں عافیت اور ہر فقر و تنگدستی میں بے نیاز قرار دے"۔

چوتھی روایت

ابوحمزہ ثمالیؒ کا بیان ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی اُٹھانے کا ارادہ کرو تو پہلے سورۂ حمد، سورۂ فلق، سورۂ ناس، سورۂ توحید، سورۂ کافرون، سورۂ قدر کی تلاوت کرو پھر کہو:

"خدایا! تجھے تیرے بندے، حبیبؐ، نبیؐ، رسولؐ اور امین حضرت محمد مصطفیٰؐ کا واسطہ، اور تیرے عبد اور تیرے رسولؐ کے بھائی امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے حق کا واسطہ، اور تجھے تیرے نبی کی بیٹی اور تیرے ولی کی زوجہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے حق کا واسطہ، اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے حق کا واسطہ، اور ائمہ راشدین علیہم السلام کے حق کا واسطہ،

اس تُربت پاک کے حق کا واسطہ، اس کے اُوپر موکل فرشتے کے حق کا واسطہ، اور اس وصی کا واسطہ جو اس پاک مٹی میں دفن ہے، اس پاکیزہ جسد کے حق کا واسطہ جو اس خاکِ پاک میں سمایا ہوا ہے، اس نواسۂ رسولؐ کے حق کا واسطہ جو اس سرزمین کی آغوش میں ہے، پالنے والے تجھے تیرے تمام ملائکہ تیرے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کے حق کا واسطہ کہ تو درود سلام بھیج محمدؐ اور انؑ کی آلؑ پر اور اس مٹی کو میرے لیے اور جو بھی اس سے شفا طلبی کرے اس کے لیے شفاء قرار دے ہر بیماری سے ہر درد و مرض سے اور اسے امان قرار دے ہر خوفناک چیزوں سے۔

خدایا! بحق محمد و آلہ الطاہرین علیہم السلام اس خاکِ پاک کو مفید علم، وسیع رزق اور ہر بیماری میں شفاء قرار دے"۔

بتحقیق کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے ان روایات میں تُربتِ پاک امام حسینؑ کو اخذ کرنے اور اس سے شفاء طلبی کے آداب بیان فرمائے ہیں جو اس طرح ہیں:

۱۔ اس بیماری کا ذکر کرنا جس سے طلبِ شفاء کے لیے خاکِ شفاء کو اخذ کر رہا ہے اس لیے کہ ذکر بیماری ان نفسیاتی اُمور میں سے ہے کہ جس کا بیماری میں شفاء طلبی کے لیے خاص اثر ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں ماہرینِ نفسیات نے متعلقہ مباحث میں ثابت کیا ہے اور طبیعی بات ہے کہ اگر دُعا وغیرہ کے بعد خاکِ شفاء اخذ کرتے ہوئے بیماری کا تذکرہ کیا جائے تو یقیناً تُربتِ پاک شفاء کی بہ دولت اللہ کی رحمتوں کا دروازہ کھل جائے گا اور بلا فاصلہ اس کے معنوی اثرات نمایاں ہونے لگیں گے اور طلبِ شفاء کرنے والے کا یہی مطلوب و مقصود بھی ہے اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا

کہ کون سی بیماری ہے۔ اس کی کیفیت، کمیت، شدت و سختی یا کم یا زیادہ ہونا وغیرہ اور یہ بات ہمیں ابن سنان سے مروی روایت سے پتہ چلتی ہے۔

۲- شفاء طلبی میں جن آداب کو ملحوظ رکھا جاتا ذکر ہوا ہے ان میں سے ایک خاکِ شفاء کو بوسہ دینا اور اسے دونوں آنکھوں پر رکھنا ذکر ہوا ہے اور دونوں کام روح و دل کی خوشی و مسرت فراہم کرنے والے اعمال ہیں اس کے علاوہ خود نبی اعظمؐ نے اس پاکیزہ تربت کو بوس کیا ہے تو پھر ان کی اقتداء و تاسی بوس کرنا تربت امام حسین علیہ السلام کا سیرت و سنت رسولؐ خدا ہوتی ہے اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ خاکِ شفاء کے آنکھوں پر رکھنے کے نفسیاتی و معنوی آثار ہیں۔ جس کا گواہ مومنین کا قرآنِ مجید کا بوس کرنا ہے یا نبی کریمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی ضریحوں کا چومنا ہے۔ اماموں کے مزاروں کے دروازوں کا چومنا ہے، پرچم مقدس کو چومنا ہے یا ہر وہ چیز کا چومنا ہے جو کہ اللہ کے معصوم اولیاء سے منسوب ہیں۔

ان مقدسات کو چومنے پر مومن کے دل و روح کی گہرائیوں میں ایک قسم کے اطمینان، قربِ خدا کے سرور کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہے جیسے کہ حجر اسود کے استلام اور غلافِ کعبہ و دیوار کعبہ وغیرہ کے چومنے سے قربِ خدا کا سرور اور قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور جس طرح حجر اسود کو چومنے کے حکم میں قلبی سرور و روحی مسرت کے علاوہ بہت سے رُموز و اَسرار الٰہی ہیں۔ اسی طرح خاکِ شفاء کے چومنے میں سرور و مسرت کے علاوہ نہ جانے کتنے اَسرار و رموز مضمر ہیں۔

۳- آدابِ خاکِ شفاء میں سے ایک اس مبارک خاک کو تناول کرنے کے بعد گھونٹ گھونٹ کر پانی پینا ہے اور یہ عمل خود دو دعاؤں کے درمیان انجام دینے سے روح کی ترویح و انبساط کا باعث ہے۔ وہ دو دُعائیں کہ جن میں سے ایک کو خاکِ

شفاء تناول کرنے سے پہلے پڑھنا ہوتا ہے اور دوسری کو تناول کرنے کے بعد، اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس حکم کے پیچھے کیا راز پوشیدہ ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔

حق بات یہ ہے کہ خاکِ شفاء اللہ کی نعمتوں میں سے وہ انوکھی نعمت ہے کہ جس سے اللہ نے اپنے مومن بندوں کو سرفراز فرمایا ہے اور اسی طرح پانی بھی عظیم نعمت ہے اور اللہ نے پانی کے اندر بڑے عمدہ خواص اور نمایاں آثار ودیعت فرمائے ہیں۔ اس کا ارشاد ہوتا ہے:

"اور ہم نے ہر شے کو پانی سے زندہ قرار دیا ہے"۔

"اور اس نے آسمان سے پانی برسایا ہے پھر اس سے تمہارے رزق کے طور پر پھلوں کو باہر نکالا ہے"۔

"اور وہ وہی خدا ہے کہ جس نے آسمان سے پانی نازل کیا ہے پھر اس کے ذریعہ ہر شے (درخت وغیرہ) پیدا کیے ہیں"۔

"وہ وہی خدا ہے کہ جس نے آسمان سے پانی نازل کیا کہ جس سے ہمارے لیے پینے کا اور درختوں کا بندوبست ہو جاتا ہے"۔

"اور تم زمین کو بنجر دیکھتے ہو پس جب اس کے اوپر ہم پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہا اٹھتی ہے اور رُشد و نمو والی بن جاتی ہے"۔

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ جب آسمان سے پانی نازل کرتا ہے تو زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے"۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط (سورۂ انبیاء: آیت ۳۰)

"اور اللہ ہی نے ہر ذی روح کو پانی سے پیدا کیا ہے"۔

اس طرح کی اور بھی آیات ہیں جو پانی کے اندر موجود خصائص کو بیان کرتی ہیں چاہے وہ پانی آسمان سے برسا ہو یا زمین سے جوش مار کر نکلا ہو اس کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ خاکِ شفاء تناول کرنے کے بعد پانی پینے کا حکم ایک قسم کی یاددہانی ہے کربلا کے پیاسوں کی پیاس کی۔

خاکِ شفاء کے اخذ کرنے میں دس اُمور ابوحمزہ ثمالیؒ کی روایت میں ذکر ہوئے ہیں جو کہ آدابِ خاکِ شفاء ہی میں ملاحظہ ہوں:

۴- قرآنِ مجید کی چھے سوروں کی قرأت کرنا اور یہ سورے رحمتِ الٰہی کے دروازوں کو کھول دیتی ہیں۔ جن کا آغاز سورۂ حمد سے ہوتا ہے اور خاتمہ سورۂ قدر پر ہوتا ہے۔ گویا آغاز بھی امان و مبارک ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ سے آغاز ہو رہا ہے اور انجام بھی مبارک ہے کیونکہ سورۂ قدر پر خاتمہ ہو رہا ہے اور متواتر و صحیح روایات میں ان قرآنی سوروں کے لیے بڑے فضل و کرامت اور معنوی آثار کا تذکرہ ہے۔ خاص طور سے سورۂ فاتحہ اور سورۂ قدر کے لیے، سورۂ فاتحہ کو پورے قرآن کا عدل یعنی برابر قرار دیا گیا ہے اور سورۂ قدر اس رات کی یاد دلاتی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جس میں ملائکہ اور روح اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر کو سلامتی کے ساتھ لے کر نازل ہوتے ہیں اور یہ شبِ سحر تک سلامتی و امان کا باعث ہے اور یہ وہی مبارک رات ہے کہ جس میں اللہ عزوجل نے قرآنِ عظیم کو نازل فرمایا ہے۔

۵- ان دعاؤں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل، ان کے پانچ مبارک صفات کے تذکرہ کے ساتھ ہیں۔ بندہ، حبیب، نبی، رسول اور امین، آغاز رسولِ خدا کی عبدیت سے اور اختتام رسولِ خدا کی امانت داری پر کیا گیا ہے۔ اس ترتیب میں ایک عظیم راز موجود ہے اور وہ ہے رسولِ خدا کے عالی مراتب اور بلند مقامات کی

طرف توجہ دلانا کہ آپؐ ہی خاتم النبیینؐ ہیں، سید المرسلینؐ ہیں، رحمۃ للعالمینؐ ہیں لہٰذا ان صفاتؐ کا تذکرہ کرنے والے انسان کو چاہیے کہ ان پر ایمان و یقین بھی رکھے ورنہ ان صفات کے صرف زبان سے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ان صفات کا تذکرہ کرنے والا گویا کہ ان صفات کی گواہی دے رہا ہے اور گواہی بغیر یقین کے نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ یہ گواہی کہ آنحضرتؐ عبد ہیں اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ خود دعا کرنے والا علمی و عملی طور پر صفتِ عبدیت سے متصف ہو جائے اور لباس بندگی اُوڑھ لے اور اپنی حیات کے تمام مراحل میں نبی کریمؐ کی سیرت و سنت پر عمل پیرا رہے۔ عبدیت کی توصیف اور عبد کی صفت قرآن میں متعدد عناوین کے تحت ذکر ہوئی ہے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ (سورۂ فرقان: آیت ۱)

"مبارک ہے وہ ذات کہ جس نے فرقان (قرآن) کو اپنے بندہ پر نازل فرمایا ہے تا کہ وہ عالمین کے لیے نذیر بن جائیں"۔

اسی طرح یہ گواہی کہ جناب رسولؐ خدا، اللہ کے حبیب ہیں یہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان ہر وہ کام انجام دے جو خدا کو پیارا ہے۔ اس کی اس میں رضایت ہے اور قول و عمل میں جن جن چیزوں سے وہ محبت کرتا ہے بس انھیں کو انجام دے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"اے حبیبؐ! کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری

پیروی کرو کہ اگر تم میری پیروی کرو گے تو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور خدا تو بڑا بخشنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے"۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۳۱)

آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی کی جہاں تک بات ہے تو یہ گواہی تو ایمان کی بنیادی چیزوں میں سے ہے اس لیے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اس کی گواہی نہیں دے گا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی امانت داری کی گواہی میں ایک قسم کی یہ پابندی مضمر ہے کہ اس صفت امانت کی پابندی کی جائے اور اسے اپنی زندگی کی اساس و بنیاد گردانا جائے۔ ارشاد قدرت ہوتا ہے:

"اے ہمارے نبیؐ! اللہ، آپؐ کے لیے اور آپؐ کی پیروی کرنے والے مومنین کے لیے کافی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾ (سورۂ آل عمران: آیت ۳۲)

"اے ہمارے نبیؐ! کہہ دو کہ تم لوگ اللہ کی اور رسولؐ کی اطاعت کرو لیکن اگر وہ رخ موڑ لیں تو پھر (یاد رکھیں) کہ اللہ کافروں کو ناپسند کرتا ہے"۔

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾ (سورۂ تکویر: آیت ۲۱)

"وہ مطاع ہیں ساتھ ہی امین بھی ہیں"۔

۶- ان دُعاؤں میں امام عظیم وصی رسولؐ اعظم حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام سے توسل کا تذکرہ ہے۔ ان کی چند صفتوں کے تذکرہ کے ساتھ جیسے یہ کہ آپ، مومنین کے امیر ہیں، بندۂ الٰہی ہیں، رسولؐ خدا کے بھائی ہیں، ولی خدا ہیں، رسولؐ خدا کے بلا فصل جانشین ہیں اور قیامت تک رسولؐ خدا کی خلافت اور منجانب اللہ منصوص و منسوب امامت کے منصب پر فائز ائمہ طاہرین راشدین میں آپؑ پہلے امام ہیں۔ آپ ہی کی ولایت و امامت کے غدیر خم میں زبان رسولؐ خدا پر اعلان کے ذریعہ اللہ نے اپنے دین کو پایہ کمال اور نعمتوں کو منزلِ تکمیل تک پہنچا دیا تھا اور یہ اللہ کا آپؑ کے سلسلہ میں جناب رسولؐ خدا کو خصوصی حکم تھا۔

۷- ان دعاؤں میں جناب سیدہ عالمیان حضرت فاطمہ زہراءؑ سے بھی توسل ہے۔ ان کے درج ذیل اوصاف کے تذکرے کے ساتھ جیسے یہ کہ آپؑ نبی کریم ﷺ کی دختر ہیں، ولی اللہ الاعظم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور حق تو یہ ہے کہ آپ ہی جناب رسولؐ خدا کی اکلوتی بیٹی ہیں اور آپؑ ہی نے دل و جانِ پیغمبرؐ میں وہ مقام محمود حاصل کر لیا کہ "اُمِّ اَبِیهَا" کے لقب سے سرفراز ہوئیں۔ آپؑ کی ذات تمام ائمہ معصومینؑ پر حجت ہے۔ جس طرح سے وہ سب اللہ کی مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں اور یہ معنیٰ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی ہے جو جناب سیدہؑ کے رفیع و سربلند مقامات اور عظیم منزلت کا پتہ دیتا ہے۔

۸- اس دُعا میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے علیحدہ علیحدہ طور پر توسل کیا گیا ہے جبکہ دونوں بزرگوار جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ دونوں امام ہیں، چاہے قیام کریں یا صلح کریں اور اسی طرح بقیہ اماموں سے اجتماعی طور پر توسل کیا گیا ہے۔ تمام مخلوقات پر جن کی اطاعت فرض ہے اور سب کے سب واسطۂ فیضانِ رحمت الٰہی

ہیں۔ انھی کی بہ دولت خلائق کو رزق مل رہا ہے اور وہی سب کے سب بروزِ قیامت شفیع ہوں گے اور اللہ عزوجل ان کے توسل سے کی گئی دعاؤں کو رد کرنے سے حیا کرتا ہے اور اس بات پر دلیل وہ روایتیں ہیں جن میں انبیاءؑ و مرسلینؑ سے توسل کو ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ان بزرگواروں کی دعائیں مستجاب ہیں۔

۹۔ اس دُعا میں تُربتِ مقدسِ کربلا سے بھی توسل کیا گیا ہے اور اس خاکِ پاک کی وجہ سے اس مقام پر توسل کرنے والا توسل کر رہا ہے اور اسی خاک کی خاطر وسیلہ قرار دے رہا ہے جس کو بھی وسیلہ قرار دیا ہے اور اللہ نے اس پاکیزہ خاک کے اندر شفاء قرار دی ہے اور اس خاک کو کرامت بخشی ہے اور اسے بقیہ سرزمینوں میں سے چُن لیا ہے اور اس کو خونِ پاک سید مظلوم امام حسین علیہ السلام سے مشرف ہونے کے لیے برگزیدہ بنایا ہے لہٰذا یہ سرزمین اور یہ پاکیزہ تُربت، مکرم ہے مختار ہے۔ مصطفےٰ ہے مجتبیٰ ہے اور اس سے توسل کی صورت میں دُعا مستجاب ہونے کی ضمانت ہے۔

۱۰۔ اس دُعا میں تُربتِ پاک کربلا پر تعینات فرشتوں سے بھی توسل کیا گیا ہے اس لیے کہ وہ فرشتے اللہ کے امین ہیں۔ وہ لوگ وہی کرتے ہیں جن کا انھیں حکم ملتا ہے۔ ان پر ایمان خدا پر ایمان کے ہم ردیف قرار دیا گیا ہے، لہٰذا فرشتوں کا منکر خدا کا منکر ہے اور ایسے کو اللہ اور رسولؐ اور اس کی کتابوں پر ایمان کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

۱۱۔ اس دُعا میں تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ سے بھی توسل ذکر ہوا ہے۔ انبیاءؑ و مرسلینؑ کو اللہ نے اپنی مخلوقات کو راہِ راست اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ انھوں نے اللہ کے احکام کی تبلیغ کی اور بحکمِ پروردگار لوگوں کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکالتے رہے ہیں۔

۱۲- اس دُعا میں جناب رسولِ خدا اور ان کی آلِ پاک پر درود و سلام کا ذکر ہے اور درود و سلام ان سننِ الٰہی میں سے ہے کہ جن کی پیروی کرنے کا مومنین کو حکم دیا گیا ہے۔

ارشادِ قدرت ہوتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾

"اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود و سلام بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان کے اُوپر درود بھیجو اور ان پر سلام کرو جو سلام کرنے کا حق ہے"۔ (سورۂ احزاب: آیت ۵۶)

روایت میں ہے کہ اگر دُعا سے پہلے اور آخر پر درود بھیجا جائے تو دُعا رد نہیں کی جاتی اس لیے کہ خدا کو حیا محسوس ہوتی ہے کہ وہ دُعا کے پہلے فقرے کو اور آخری کو تو قبول کرلے لیکن درمیانی فقرۂ دُعا کو رد کردے۔ اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کے سلسلہ میں بے شمار روایات ذکر ہوئی ہیں کہ جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس کتابچہ کو بطورِ اختصار تحریر کیا جارہا ہے۔

۱۳- دوسروں کے حق میں دُعا سے اپنی دُعا کے قبول ہونے کی ضمانت مل جاتی ہے اور اس سلسلہ میں روایات کے اندر بڑی ترغیب و تشویق دلائی گئی ہے جیسا کہ اس دُعا میں وارد ہوا ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ هٰذَا الطِّيْنَ شِفَاءً لِيْ وَلِمَنْ يَسْتَشْفِيْ بِهٖ

"خداوندا اس تُربت پاک کو میرے لیے اور جو بھی اس سے شفاء کا طالب ہو اس کے لیے شفاء قرار دے"۔

ظاہر ہے پھر دُعا قبول ہوگی اور رد نہیں کی جائے گی اور مطالبہ پورا ہو جائے گا کیونکہ طبعی بات ہے کہ دوسروں کی حاجت روائی سے اپنی دُعا کی قبولیت کی ضمانت مل جاتی ہے لہٰذا یہ جملہ "اور جو بھی اس خاکِ پاک سے شفاء کا طلب گار ہو"۔

یہ جملہ تو حاضرین اور غائبین، دور یا نزدیک رہنے والے تمام لوگوں کو شامل ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ ایمان وغیرہ کی جو دوسری شرطیں ذکر ہوئی ہیں وہ سب بھی جمع ہوں۔ اس کے علاوہ دعا کے اس فقرے میں "اس خاکِ پاک کو میرے لیے شفاء قرار دے"۔

ایک قسم کی عمومیت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ خاک کے حوالہ سے کھانے کا مسئلہ ہو یا کسی اور صورت حال کا سب کو شامل ہے اور اس کی تائید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس دُعا سے ہوتی ہے جس میں آپؑ نے خاکِ شفاء کے تناول کرنے کے وقت فرمایا ہے:

> "جب تم اس خاک کو تناول کرو تو کہو: خدا کے نام سے اور خود ذات خدا کے واسطے پانے والے اس خاک کو، وسیع رزق، مفید علم اور ہر بیماری سے شفاء قرار دے"۔

بلکہ مالکؒ بن عطیہ نے اپنے باپ عطیہ کے حوالہ سے جو روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی ہے اس میں وارد ہوا ہے:

"جب تم خاکِ مظلوم کربلا کو اُٹھاؤ اور اسے اپنے منہ میں رکھو تو کہو اور اس جیسی دیگر روایتوں میں جہاں راوی کے سوال کے جواب میں امام علیہ السلام نے دُعا (اوپر ذکر کی گئی دُعا) کے ذکر کے ساتھ جواب دیا ہے ملاحظہ کرنے سے اور بعض کو دوسرے بعض اقوال و احادیث کے ساتھ ضمیمہ کرنے سے مقصود واضح ہو جاتا ہے اور

عالم تو بس خدا ہی ہے۔

مذکورہ اُمورِ تُربتِ پاک سے استفادہ کے مطلوب آداب و احکام ہیں جنھیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے اور ان کے لحاظ کرنے کا حکم دیا ہے جس کے بعد کم سے کم مطلوب تو یقیناً حاصل ہوگا اور وہ ہے استجابت لیکن اگر کوئی ان سب کے باوجود صرف جواز کا استنباط کرے تو یہ زور زبردستی اور تکلف ہے جس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ جتنی بھی چیزیں یعنی توسلات وغیرہ ذکر ہوئے ہیں وہ سب خاکِ شفاء سے اصل مطلوب کے حصول (یعنی بیماری سے شفاء کا حصول اور ہر خوف میں امان وغیرہ) کی تمہید کے طور پر ذکر ہوئے ہیں لہٰذا ان توسلات سے جو ادنیٰ چیزیں حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہے کہ دُعا کرنے والا اسماء ائمہ طاہرین علیہم السلام کے تذکرے سے شرف یاب ہوتا ہے۔ جس کے دو پہلو ہیں: موضوعیت کا پہلو اور طریقیت اور واسطہ ہونے کا پہلو لہٰذا توسلات وغیرہ کے تذکرے سے داعی کی زبان متبرک ہوتی ہے۔ اس کا دل آرام و سکون پاتا ہے نیز اللہ پر توکل کر کے تمام اعمال میں وہ خدا کا تقرب حاصل کر لیتا ہے۔

حارثؓ بن مغیرہ کی روایت میں یہ مطلب اور بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ وارد ہوا ہے کیونکہ انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شکوہ کیا کہ ان کا مرض ٹھیک نہیں ہو رہا ہے اور ان کی بیماری ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے اور وہ شفایابی سے مایوس ہو چکے ہیں تو امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

أَيْنَ أَنْتَ طِينُ قَبرِ الْحُسَيْنِ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِن كُلِّ
دَاءٍ وَأَمِنًا مِن كُلِّ خَوفٍ فَإِذَا أَخَذتَهُ فَقُل هٰذَا إِلَى

آخر کلامہ

"تم تُربت امام حسین علیہ السلام سے کیوں غافل ہو کہ اس میں ہر بیماری کی شفاء اور ہر خوف و ہراس سے امن و امان ہے اور جب خاکِ شفاء اخذ کرو تو کہو —— تا آخرِ کلام۔

یہاں پر اخذ سے مراد خاکِ شفاء کا تناول کرنا ہے اور اس کی تاکید حدیث کے ذیل میں وارد آخری فقرے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ راوی نے سوال کیا تھا کہ یہ خاک، ہر خوف سے امن وسلامتی کا باعث کس طرح ہے؟ امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا تھا:

"جب تمہیں سلطانِ جائر کا خوف لاحق ہو اس وقت تک اپنے گھر سے باہر نہ نکلو جب تک کہ تمھارے ہمراہ خاکِ شفاء نہ ہو اور اس طرح دُعا کرو: خدایا میں نے تیرے ولی، فرزند ولی کی قبر سے خاک اُٹھائی ہے اور میرے لیے اس خاکِ پاک کو امن و امان اور میرے خوف و ہراس میں تحفظ کا ذریعہ قرار دے۔" اگر تم ایسا کہتے ہو تو خاکِ شفاء تمھارے خوف و ہراس کو دور کر دے گی"۔

واضح سی بات ہے کہ اخذ کا مطلب روایات میں لینا بھی ہے اور تناول کرنا بھی ہے اور اس کے اُوپر قرائن و شواہد کے ہوتے ہوئے کوئی اشکال کا موقع و محل باقی نہیں رہ جاتا۔ خاص طور سے اس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے بھی کہ سوال کرنے والوں کے سوال اور معصومین علیہم السلام کے جوابات میں ہم آہنگی و مطابقت پائی جاتی ہے۔

پانچویں روایت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب تم خاکِ شفاء حاصل کرنا چاہو تو تمہیں چاہیے کہ رات کے آخری حصّہ میں اٹھو اور غسل کرو پھر اپنے پاکیزہ لباس کو

زیب تن کرو اور خوشبو لگاؤ پھر داخل بارگاہ ہو کر سر اقدس حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور وہاں چار رکعت نماز ادا کرو، جس کی پہلی رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد اور گیارہ مرتبہ سورۂ توحید کی تلاوت کرو، دوسری رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد اور گیارہ مرتبہ سورۂ قدر کی تلاوت کرو اور تیسری رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد اور گیارہ مرتبہ سورۂ توحید کی تلاوت کرو اور چوتھی رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد اور بارہ مرتبہ سورۂ نصر کی تلاوت کرو اور جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو سجدہ میں چلے جاؤ اور حالت سجدہ میں ۱۰۰۰ مرتبہ شُکْرًا شُکْرًا کہو اور پھر اٹھ کر ضریح مقدس سے لپٹ جاؤ اور کہو: اے میرے مولا و آقا! اے فرزند رسولؐ خدا! میں آپؑ کی اجازت کے ساتھ آپ کی تربت اخذ کر رہا ہوں۔ خدایا! اس پاکیزہ خاک کو ہر بیماری سے شفاء اور ذلت و رسوائی سے عزت و وقار، ہر خوف و ہراس سے امن و امان، ہر فقر و تنگدستی میں بے نیازی، میرے لیے اور تمام مومنین کے لیے قرار دے، پھر تین انگلیوں سے تین مرتبہ خاکِ پاک اُٹھاؤ اسے پاکیزہ پارچہ میں رکھ لو اور اس کے اُوپر ایسی انگشتری سے مہر لگا دو کہ جس کے عقیق کے نگینہ پر مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لکھا ہوا ہو پھر اگر تمہارے خلوص نیت کو خداوند متعال جانے گا تو اس تین چٹکی خاک میں تمہاری حاجت برآئے گی۔ ہر بیماری کی سات مثقال کی مقدار سے کم یا زیادہ نہ ہو اور ضرورت کے وقت ایک چنے کے مانند خاکِ شفاء استعمال کی جائے گی تو ان شاء اللہ تمہیں شفاء مل جائے گی۔

ان روایات میں منظور نظر رکھے گئے آداب، تُربتِ پاک کے اخذ کرنے اور حاجتوں کی برآری کے لیے ہیں کہ جن میں سے ایک بیماری سے شفایاب ہونا ہے اس ضرورت و طلب شفاء کا تذکرہ شیعہ فرقہ کے بزرگ محدثین نے اپنی قیمتی گراں

قدر کتابوں میں کیا ہے اگرچہ بعض اوراد و اذکار اور بعض کلماتِ دُعا میں ذرا ذرا سا فرق پایا جاتا ہے لیکن جس بات پر روایات میں اہلِ بیتؑ کے کلمات متفق ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے خاکِ شفاء میں ہر بیماری سے شفاء اور ہر خوف سے امن وامان قرار دی ہے۔

قارئین محترم! آپ دیکھیں کہ امام علیہ السلام نے اس سلسلہ میں کیا رہنمائی فرمائی ہے اس لیے کہ اس آداب میں ایک طرح سے بندۂ مومن کو اپنے رحیم و کریم پروردگار کی خدمت میں رہنمائی کی جارہی ہے کہ وہ اپنی عبدیت وعبودیت کا حق مکمل طریقہ سے انجام دے۔ وہ اس طرح کہ رات میں اٹھے اور پھر غسل انجام دے۔ اپنے کپڑوں میں سے جو پاکیزہ لباس ہے، اسے زیب تن کرے پھر بدن پر خوشبو لگائے اس کے بعد نماز ادا کرے اور اس کے اندر مختلف مبارک سورے پڑھے اور ہر سورہ کی خصوصیت بھی منفرد اور مشترک طور پر بھی ہے خاص عدد بھی بیان کیے گئے ہیں۔

اسی طرح سجدہ کی حالت میں مخصوص ذکر شکراً شکراً خاص تعداد کے ساتھ تاکہ خاکِ شفاء سے شفاء یابی میں توفیق حاصل ہو جائے اور وہ خاص عدد ۱۰۰۰ مرتبہ شکرِالٰہی بجالاتا ہے پھر اس کے بعد ضریح امام حسین علیہ السلام سے لپٹنا بھی ایک ایسا توسل ہے جسے عملی شکل حاصل ہے اور صاحبِ تربت پاک سے تمسک ہے۔ اسی طرح اس پاکیزہ خاک اور خاص طریقہ سے یعنی تین انگلیوں سے اُٹھا کر پاکیزہ پارچہ میں رکھ کر اس کے اُوپر ایسے نگینہ سے بنی انگشتری سے مہر لگانا کہ جس پر خاص تحریر کندہ ہو۔

یہ سب دلالت کرتا ہے کہ بندۂ مومن اپنے پروردگار پر کس طرح توکّل و بھروسہ کرتا ہے اور پھر اس سے گناہوں کی مغفرت طلبی بھی ایک انوکھی طرح کا احترام

اور قبر مطہر کے ساتھ صاحبِ قبر حضرت امام حسین علیہ السلام کے تئیں تواضع وانکساری ہے۔
بہر حال اس روایت میں جو آداب و احکام ذکر ہوئے ہیں ایک بار پھر فہرست وار ملاحظہ ہوں:

① رات میں اٹھنا، اس قیام میں روح کی ایک قسم کی ریاضت اور معنوی تربیت ہے۔
② غسل کرنا، اس میں جسم انسانی کی معنوی فرح و انبساط ہے اور ظاہری طہارت تو ہے ہی۔
③ سب سے پاکیزہ لباس پہننا اس ستر و پوشش میں بھی خاص قسم کا تعبد و تسلیم کا عنصر کار فرما ہے۔
④ خوشبو لگانا اس عمل میں بھی محبوبیت عمل کے ساتھ احترام و پاسداری کا لحاظ رکھا گیا ہے۔
⑤ مخصوص سوروں کو ان کی مخصوص عدد کے ساتھ نماز میں پڑھنا، اس عمل میں بھی شرافت عمل پر توجہ رکھی گئی ہے۔
⑥ سجدہ میں خاص انداز و عدد کے ساتھ سجدۂ شکر بجالانا، جس سے ذاکر بندہ پر نعمتِ الٰہیہ کے دوام واستمرار کے ساتھ فراوانیٔ نعمت کا باعث ہے۔
⑦ ضریحِ مقدس سے لپٹ جانا، اس عمل میں عبد اور مولا کے درمیان روحانی و معنوی نیز نفسیاتی رابطہ میں تقویت کے پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے۔
⑧ تربت پاک کو لے کر اسے پاکیزہ پارچہ میں محفوظ کرنا، اس کے اندر بھی خاکِ پاک کی حرمت و کرامت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔
⑨ عقیق کے نگینہ والی انگشتری سے مہر لگانا، اس عمل میں رب قدیر سے ایک مخصوص

پتھر کے مکرم آثار کے ساتھ رحمتِ پروردگار کا طالب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نگینہ میں منقوش اعلیٰ معانی خود اپنی افادیت اور آثار تو رکھتے ہی ہیں۔

۱۰ صدقِ نیت رکھنا اور اس کام کا تو تمام اعمال و عبادات میں بنیادی کردار ہے اور بغیر نیت کے کسی عمل کا کوئی اثر نہیں ہے۔

۱۱ تربت پاک کی قدر و قیمت کا لحاظ رکھنا اور اس کی پاسداری کرنا لازم ہے اور اس کے تربیتی پہلو کو بغیر کسی افراط و تفریط کے پابندی کرنا ہے۔

۱۲ معصوم امامؑ کی خاکِ پاک سے شفایابی کا مشیتِ الٰہی سے متصل و مقترن ہونا۔

چھٹی روایت

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص خطرات وخوف و ہراس سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ خاکِ پاک امام حسین علیہ السلام سے بنی تسبیح اپنے ہاتھوں سے تیار رکھے اور تین مرتبہ اس پر اس طرح سے کہے: خدایا میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں تیرے قابل فتح حلقہ اور مضبوط پناہ گاہ سے تمسک کر کے ہر شر پسند عناصر کے شر سے محفوظ رہنا چاہتا ہوں، چاہے وہ شب کی تاریکی میں آنے والا شریر ہو یا دن کے اُجالے میں دھوکہ دینے والا ہو وہ خاموش مخلوق ہو یا قوت گویائی کی مالک ہو بہرحال ہر خوفناک شے سے محفوظ رکھنے والی بہترین چیز کے ذریعہ پناہ طلب کرتا ہوں اور وہ ہے ولایتِ اہلِ بیتؑ۔ ہر اذیت کرنے والی شے جو مجھے اذیت دینے کا قصد کرے اس سے میں مضبوط دیوار کے ذریعہ پناہ کا طالب ہوں اور وہ ہے اہلِ بیت علیہم السلام کے حقوق کا خلوصِ دل سے اقرار و اعتراف اور ان کی مضبوط رسی سے تمسک اور میں یقین رکھتا ہوں کہ حق ان کے لیے ہے ان کے ساتھ ہے ان کی طرف سے ہے انھیں کے اندر ہے اور انھی

کے ذریعہ ہے۔

میں ان لوگوں سے اُلفت ومحبت رکھتا ہوں جن سے ان بزرگواروں نے محبت کی ہے اور ان لوگوں کا دشمن ہوں جن سے ان حضرات نے دشمنی کی ہے۔ ان لوگوں سے دُوری اختیار کرتا ہوں جن سے ان حضرات نے دوری اختیار کی۔ پالنے والے! مجھے انھیں کی بہ دولت پناہ دے دے ہر اس شر سے جن سے میں ڈرتا ہوں کیونکہ تیرا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ (سورۂ یٰسین: آیت ۹)

"ہم نے ان کے آگے کی جانب سے بھی محفوظ باندھ بنا دیا ہے اور ان کے پیچھے کی طرف سے بھی ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے کہ وہ اب دیکھ نہیں پا رہے ہیں"۔

اس کے بعد تسبیح کو بوسہ دو اور اسے اپنی آنکھوں کے اُوپر پھیرو پھر کہو:

"خدایا! میں تجھ سے اس مقدس و مبارک خاک کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اور ان کا واسطہ جو اس خاکِ پاک کے دامن میں ساکن ہے اور ان کے جد بزرگوار کا واسطہ ان کے پدر بزرگوار کا واسطہ ان کی مادر گرامی کا واسطہ، ان کے بھائی کا واسطہ، اور ان کی پاکیزہ اولاد کا واسطہ کہ اس مبارک خاک کو ہر بیماری سے شفاء اور ہر خوف و ہراس سے امن و سلامتی اور ہر برائی سے محافظ قرار دے"۔ (تحفۃ الزائر: ص ۲۱۵)

اس شریف دُعا سے ماخوذ معنٰی و مطالب

۱- تمام شرور و بلیات کے دفعہ کے لیے خدا کی مضبوط رسی سے تمسک کرتے ہوئے اس کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اس کی مضبوط پناہ گاہ لینی چاہیے اور بھرپور طریقہ سے اسی کے سامنے تسلیم رہنا چاہیے کہ جس کے نتیجہ میں بندہ اپنے پروردگار کے سامنے نہایت خاضع و خاشع بن جاتا ہے اور اپنی زندگی کے تمام مراحل میں اسی کے اوامر و دساتیر کا مطیع بن جاتا ہے اور اسی کا نام تسلیم ہے۔ ارشاد پروردگار ہوتا ہے: ''اور تسلیم ہوتے ہیں جیسا کہ حق تسلیم ہے''۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ (سورۂ نساء: آیت ۶۵)

''اور جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے''۔

پھر ارشاد ہوا:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط (سورۂ طلاق: آیت ۳)

''اور اللہ پر تو بھروسہ کرنے والے ہی بھروسہ کرتے ہیں''۔

پھر ارشاد ہوا:

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (سورۂ یوسف: آیت ۶۷)

''اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو''۔

پھر ارشاد ہوا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ (سورۂ مائدہ: آیت ۲۳)

''اور اللہ پر ہی مومنین کو بھروسہ کرنا چاہیے''۔

پھر ارشاد ہوا:

فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ۝ (سورۂ یونس: آیت ۸۴)

"اور اس کی ذات پر توکّل کرو اگر تم لوگ مسلمان ہو"۔

اللہ پر توکّل، مومن کے اہم صفات میں شمار ہوتا ہے اور اس کے اُوپر قرآنِ مجید میں اللہ پر ایمان اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے اور توکّل کا معنیٰ وہی تسلیم و سرِ نیاز خم کرنا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور اس توکّل کا مکمل مصداق اسی وقت ظہور پذیر ہوگا جبکہ انسان مکمل طور پر اوامرِ الٰہی کو بجا لائے جو کہ خالص عبودیت کا تقاضا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ (سورۂ اعراف: آیت ۲۹)

"اس کے لیے دین میں اخلاص کرنے والے لوگ ہیں"۔

دُعا کے فقرے میں "ذمار" اور "جوار" کی تعبیر منتہائے بلاغت ہے لہٰذا ان دونوں کے اندر کسی مادی شے کا کوئی لحاظ ہے ہی نہیں، اس لیے کہ خداوندِ متعال کی ذاتِ گرامی تمام مادی پہلوؤں سے مبرّا و منزّہ ہے۔ "جوار کی منیع" سے توصیف، بندۂ مومن کے قوتِ ایمان کا پتہ دیتا ہے جس کا معنیٰ حفاظت اور مضبوط قوت و طاقت والا مراد ہے اس لیے اس کے اُوپر کوئی بھی ہو مسلط و غالب نہیں آسکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خداوندِ متعال سے متمسک و وابستہ انسان محفوظ و مصون ہے اور ان شاء اللہ ان کو گزند نہیں پہنچے گی۔

۲- ولاءِ اہلِ بیت علیہم السلام کی دُعا کے اندر "جنة حصينة" "مضبوط سپر" سے تعبیر بڑی پاکیزہ اور تابندہ تعبیر ہے اور ان کے حق کا اعتراف اور ان کی رسی سے

تمسک، سعادت اور کامیابی کا ضامن ہے بشرطیکہ عقیدہ وعمل میں اخلاص کے ساتھ تمسک ہو۔ رسی اور اس سے تمسک میں ویسے ہی خاص قسم کی عنایت ملحوظ رکھی گئی ہے جیسا کہ ہم نے ''ذمار'' اور ''جوار'' کی تعبیر میں ذکر کی ہے یعنی ان میں کسی مادی معنیٰ کا تصور نہیں ہے اور اس کے اندر بڑا بلیغ اشارہ اس بات کی طرف ملتا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اولیاء الٰہی یعنی معصومین علیہم السلام سے خالص ایمان وعہد و پیمان پر بھرپور طریقہ وفا کرے۔ جس کی تاکید معروف حدیث قدسی سے وارد ہوئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَایَۃُ عَلِیِ بنِ اَبِی طَالِبٍ حِصنِی فَمَن دَخَلَ حِصنِی أَمِنَ مِن عَذَابِی

''علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے پس جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا ہے وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا''۔

۳۔ اعتقادات کے اعلیٰ اوصاف وکمالات میں سے اس بات کا اعتراف کرنا اور اس پر یقین رکھنا ہے کہ حق ہمیشہ اہلِ بیت علیہم السلام سے مختص ہے۔ انھی کے ہمراہ ہے، انھی سے ہے، انھی میں ہے اور انھی سے وابستہ ہے ان قیمتی تعبیرات میں دقتِ نظر سے اور ان کے معانی میں غور وفکر سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اہلِ بیت طاہرین علیہم السلام کو اللہ کے نزدیک وجوداً و بقاءً کتنی منزلت حاصل ہے؟ کس عظیم منصب کے وہ وارث ہیں؟ کس سیر وسلوک اور رفتار وگفتار والے ہیں؟ اور ان کے انھیں نورانی مقامات اور برحق نورانی مناصب ومراتب کا اعتراف، سچ اور صحیح عقیدہ کی پہچان ہے بلکہ کمالِ معرفت اور جمالِ عرفان کی نشانی ہے۔

وہ حروفِ جارہ جو اس حدیث شریف یعنی دُعا میں ذکر ہوئے ہیں جیسے کہ لھم کے اندر لام، معھم کے اندر مع اور منھم کے اندر من اور فیھم کے اندر

فی اور بھی کے اندر باء ان سب کے اندر معانی و اسرار پوشیدہ ہیں۔ جن کی واقعی معرفت کے لیے دقیق مطالعہ، عمیق غور و فکر، ادبی ذوق وشوق، خالص علمی فکر و نظر وغیرہ کی ضرورت ہے۔ حرفِ لام، اختصاص کے لیے ہے۔ حرفِ مع مصاحبت اور معیت پر دلالت کرتا ہے۔ حرفِ مِن مصدریت و سرچشمہ ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ حرفِ فی ظرفیت و مکانیت کا پتہ دیتا ہے۔ حرفِ باء سببیت وعلیت کا پتہ دیتا ہے البتہ ان حروف کے فوائد پر گفتگو خود ان کے مقامات پر موکول کی جاتی ہے۔ بس یہاں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(ل) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۂ فاتحہ آیت ۲)

(مع) يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۂ توبہ: آیت ۱۱۹)

(من) قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (سورۂ مائدہ: آیت ۱۵)

(فی) فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (سورۂ نور: آیت ۳۶)

(ب) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۵۹)

۳-ولایت و برأت، تولی و تبرا، مذہب حنیف کے بنیادی اُصولوں کی دو قسمیں ہیں اور انھیں دونوں پر ایمان کی چکی رواں دواں ہے۔ انھیں دونوں کے ذریعہ اعتقاد کی بنیادیں محکم ہوتی ہیں۔ ولایت اور برأت اپنے خاص معانی کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہیں۔ جو زندگی کے تمام مراحل میں نفاذ و اجراء کا تقاضا کرتی ہیں۔ اس کے مادی اغراض و مقاصد پر نظر کیے بغیر، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم عقیدہ وعمل کے میدان میں اہل بیت علیہم السلام کی روش پر گامزن ہوں اور غور و فکر

سے کام لینے والے بصیر انسان پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دینی حقائق سے نابلد اور ولاء و براء کے حقیقی معانی سے جاہل لوگوں کے نزدیک ولاء اور براء ایک دوسرے سے مشہور معانی میں مختلف ہیں کیونکہ ولاء اور براء وہ برحق معالم وشعائر ہیں کہ جن کا افراط وتفریط سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ دین میں افراط وتفریط دونوں ممنوع ہے اور حق کی پیروی ہی صراط مستقیم ہے۔ اس کے علاوہ تولّی وتبرّا میں اور بہت سے بحث کے پہلو ہیں جن پر گفتگو ان کے موقع ومحل پر موکول کرتے ہیں۔

تربتِ پاک کربلا سے شفاء طلبی اولاً، تولاّ کے مظاہر میں سے ہے اور اس کا بارز ترین مصداق ہے اور ثانیاً، تبراء کے بھی علائم ونشانیوں میں سے ہے، کیونکہ خاکِ کربلا سے شفاء طلبی کرنے والا اپنے عمل کے ذریعہ تولا، تبرا کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب وانصار سے تولا کا اظہار اور یزید پلید اور اس اعوان وانصار سے تبراء کا اظہار، ولاء کی طرف محبت ومودت کا پہلو ہوتا ہے جبکہ براء کی سمت، محبت کی ضد اور، نفرت وکراہیت کا پہلو ہوتا ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ عقل ان دونوں کے مستقل ہونے کا بھی حکم لگاتی ہے۔ ساتھ ہی شرعی حکم اور عرفی اعتبار چاہے وہ خاص عرف سے متعلق ہو یا عمومی عرف سے متعلق ہو بلکہ یہ ایک فطری بات بھی ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کے پاس عقلِ سلیم ہے اور ٹھوس فکر ونظر والا ہے وہ اس بات کا اقرار واعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تولا اور تبرا دو اصل ہیں حق اور صواب بھی یہی ہے کہ تولا اور تبرا ضروری قضایا میں سے ہے عقلاً بھی نقلاً بھی، شرعاً بھی عرفاً بھی موضوعاً بھی حکماً بھی فقہاً بھی فکراً بھی۔

قادرِ مطلق اللہ سے پناہ طلبی اور ہر قسم کی ہلاکت شرارت وغیرہ پر غالب خدا کی بارگاہ میں پناہ حاصل کرنا بندے کے خضوع اور فقر وفاقہ اُجاگر کرنے کا قضیہ ہے

اور اگر اسے خاکِ شفاء سے توسل سے متصل کر دیا جائے اور ان اولیاء اللہ کا واسطہ دیا جائے جنہیں اللہ نے اپنے علم کا ظرف اور اپنے اور اپنی مخلوقات کے درمیان واسطہ قرار دیا ہے تو پھر ایسے توسل کرنے والے کی دُعا پر رحمتِ الٰہیہ کے ابواب کھل جاتے ہیں اور اللہ تُربت پاک کربلا کی برکت سے ہر بیماری سے شفاء و ہر خوف میں امان اور ہر برائی سے تحفظ عطا کرے گا ان شاء اللہ۔

روایت میں وارد ہوا ہے جس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام عراق تشریف لائے تو لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور عرض کیا: اے ہمارے مولا و آقا! تُربت قبر امام حسین علیہ السلام ہر بیماری میں شفاء تو ہے کیا یہ ہر خوف میں امن و سلامتی کا بھی باعث ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں تم میں سے جو کوئی بھی کسی بھی خوف سے امن و سلامتی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ تُربتِ امام حسین علیہ السلام سے تسبیح بنائے اور بستر پر سونے والی دُعا تین مرتبہ پڑھے پھر تسبیح کو بوسہ دے کر اپنی آنکھوں سے لگائے اور اس طرح کہے:

"پروردگار! میں تجھے تُربت اور صاحبِ تُربت کے حق کا واسطہ دے کر اور ان کے نانا اور بابا اور ان کی ماں اور ان کے بھائی اور ان کی پاکیزہ اولاد کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تو اس خاک کو ہر بیماری سے شفاء ہر خوف سے امان اور ہر برائی سے حفاظت قرار دے پھر خاک کو اپنی پیشانی پر رکھے اگر یہ عمل صبح میں انجام دے تو شام میں امن و امان الٰہی میں رہے گا اور اگر اس عمل کو رات میں کرے تو صبح تک امن و امانِ الٰہی میں رہے گا"۔

تُربت پاک کربلا سے استفادہ کی کیفیت اور آداب کے ذکر کے بعد امام کا

یہ فرمان مزید تاکید کا باعث ہے۔

لوگوں کا خاکِ شفاء کے شفا بخشی کے اعتراف کے بعد اس کی امن و امان دہی کے بارے میں سوال اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ لوگ مضبوط پناہ گاہ کی ضرورت محسوس کر رہے تھے اور اللہ عزوجل نے اسے خاکِ شفاء میں قرار دیا ہے اور مذکورہ روایت میں ذکر شدہ آداب کی روایت جیسے کہ تسبیح بنانا، دُعا پڑھنا، بوسہ دینا، آنکھوں سے لگانا، خود تُربت کا واسطہ دینا اور صاحبِ تُربت امام حسین علیہ السلام کا وسیلہ بنانا، ان کے نانا رسولِ خدا کے حق کا واسطہ دینا، ان کے بابا امیر المومنین علیہ السلام کے حق کا واسطہ دینا، ان کی مادر گرامی حضرت فاطمہ زہراءؑ کے حق کا واسطہ دینا، ان کے بھائی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے حق کا واسطہ دینا، ان کی اولاد ائمہ طاہرین علیہم السلام کے حق کا واسطہ دینا اور اس خاک کو صبح و شام جیب میں رکھنا وغیرہ، مطلوب تک رسائی کا ضامن ہے اور سوال میں اگرچہ امن و امان کا پہلو تھا لیکن دُعا سوال سے پہلے اور ہر بیماری میں شفاء کے سوال کے ساتھ کرتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ کی جانب سے اس پاکیزہ خاک میں شفاء، امان، اور تحفظ کی ضمانت ہے اور جو بھی دُعا کرتا ہے وہ حسبِ ضرورت اس سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ صبح و شام کے زمان کی قید کا تذکرہ زمانے کو محدود کرنے کے لیے نہیں بلکہ خود اس روایت میں عمومیت اور شب و روز کے کسی بھی وقت میں امان طلبی کا پتہ چلتا ہے۔

ساتویں روایت

ابو حمزہ ثمالیؒ کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب بھی قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ کرو تو بدھ، جمعرات، جمعہ کو روزہ رکھو اور جب سفر کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے اہل و عیال اور اولاد کو جمع کرو اور دعائے

سفر پڑھو، نکلنے سے پہلے غسل کرو اور غسل کرتے وقت یہ دُعا پڑھو:

"پالنے والے! مجھے پاکیزہ کر دے، میرے دل کو پاک کر دے، میرے سینے کو کشادہ کر دے، میری زبان پر اپنا ذکر اپنی مدح اور اپنی حمد ثناء جاری کر دے، اس لیے کہ تیرے علاوہ کوئی قوت و قدرت نہیں ہے اور میں جانتا ہوں کہ میرے دین کی پائیداری تیرے امر کے سامنے تسلیم رہنے میں تیرے نبیؐ کی سنت کی اتباع میں اور تمام خلائق کی طرف بھیجے گئے رسولوں اور نبیوں کی گواہی میں ہے، پالنے والے! اسے نور، طہور ہر بیماری و آفت و بلا سے شفاء قرار دے اور ہر خوف و شر سے حرز قرار دے"۔

اس دُعا میں معنوی اشارات

(۱) قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے والے کو بعض مستحبی عبادت و عمل کرنے کی ترغیب و تشویق دلائی گئی ہے۔ اپنے اس مبارک سفر میں زائر کو چاہیے کہ ۳ دن پے در پے روزہ رکھے جو اس کے اُوپر ربانی عنایات اور الٰہی رحمتوں کے ابواب کھلنے کی ضمانت ہے تاکہ اس کا سفر مبارک باکمال اور مقصود تک رسائی کا حامل ہو جائے۔

بہت سی روایات، قضائے حاجات کے لیے روزہ رکھنے پر اُبھارتی ہیں تو پھر زیارتِ امام حسین علیہ السلام کا شرف پانے سے بڑی و بافضیلت حاجت کیا ہو سکتی ہے؟ زائر حسین علیہ السلام پیش پروردگار محبوب عبادت بجالانے کے لیے برکت حاصل کرتا ہے تو خداوند متعال اس کے اُمور کو آسان بنا دیتا ہے۔ اس کی طاعت کو قبول اور اسے

اپنا قرب عطا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہی توفیق دینے والا مددگار ہے۔

(۲) سفر پر نکلنے کے ہنگام اہل و عیال اور اولاد کا جمع کرنا ایک مبارک عمل اور الوداع ہے اور یہ عمل دوسروں کی ترغیب کا باعث اور دوسروں کو دعوت دینے کا زمینہ فراہم کرتا ہے یا پھر حقوق و واجبات کے بیان کے لیے ہے یا دوسری شرعی غرض جیسے وصیت و سفارش کرنا عرفی مقصد جیسے الوداع کہنا سماجی غرض جیسے دوستانہ تعلقات کو تقویت پہنچانا وغیرہ ہے۔

(۳) دُعائے سفر منزلِ مقصود تک پہنچنے میں کامیابی اور عافتوں سے تحفظ کی ضامن ہے اور اگر یہ دُعا معصومینؑ سے ماثور ہو تو اس میں بڑی فضیلت اور ثواب ہے۔

(۴) غسل کرنا خود ایک بہترین موضوع اور طریق ہے۔ موضوع اس لیے کہ معنائے خاص میں طہارت شارع کی پسند اور معنائے عام میں نظافت ہے جو شارع کو پسند ہے۔

ارشاد پروردگار ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

''اور اللہ پاک و پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

حدیث میں وارد ہوا ہے:

اَلنِّظَافَةُ مِنَ الْاِيْمَانِ

''پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے''۔

اس طرح غسل کرنے والا دونوں صورتوں میں ثواب سے بہرہ مند ہوتا ہے۔

سفر سے پہلے غسل کرنے میں تعبد بھی ہے اور توسل بھی اور پسندیدہ عمل ہے۔

(۵) غسل کے وقت کی جانے والی دُعا میں سات بڑی اہمیت کے حامل اُمور

مطلوب ہیں:

① نفس کی طہارت

② دل کی طہارت

③ سینے کی کشادگی

④ حمد وثناء کی توفیق

⑤ قدرتِ خدا کے سامنے خضوع و انکساری کا اقرار، کیونکہ ذاتِ الٰہی میں تمام صفات کمال و جمال وجلال جمع ہیں۔

⑥ حق اور حقیقت کا اظہار اصل دین و بنیاد دین کا اعتراف امر الٰہی کے سامنے تسلیم اور سنتِ رسولِ اعظمؐ کا اتباع۔

⑦ یہ سوال کہ تربتِ حسین علیہ السلام کو نور، طہور، شفاء اور حرز قرار دینا۔

نور اور طہور کا مطلق طور پر تذکرہ یہ بتلاتا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں نور و طہارت چاہیے سب شامل ہیں، اور شفاء کے ساتھ چار کلمات ذکر ہوئے ہیں جو ایک ہی معنیٰ میں مشترک ہیں اور وہ ہے تھوڑے سے فرق کے ساتھ عنوان بیماری، لہٰذا ان الفاظ میں سے جس کو بھی استعمال کیا جائے وہ خاکِ شفاء کی برکت سے عنایتِ الٰہی کے شاملِ حال ہوگا۔ کسی بھی بیماری میں مبتلا انسان اپنے مرض سے شفاء پا جائے گا چاہے وہ مرض بڑا ہو یا چھوٹا، لا علاج ہو یا قابلِ علاج، داخلی عافت ہو یا خارجی جس مصیبت میں گرفتار ہے وہ اپنے ہاتھوں آئی ہے یا غیر کی وجہ سے یہ ساری صورت حال لفظِ کل کے محلِ استعمال اور ارادۂ عموم میں شامل ہے۔ حرز کا معنیٰ بھی واضح ہے، جس میں ہر قسم کی حفاظت و امان کا پہلو پایا جاتا ہے اور روایت میں کلمۂ مَا سے ہر قسم کے شر سے تحفظ کا بیان کرنا مقصود ہے اور کسی قسم کا استثنا نہیں ہے نہ زمانی نہ

مکانی نہ فردی نہ اجتماعی نہ تخصصی نہ قومی وغیرہ، اللہ نے تربتِ امام حسین علیہ السلام میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ وہ شفاء دینے والی، امان دینے والی، بچانے والی یعنی ہر بیماری سے شفاء دینے والی ہر خوف سے امان دینے والی ہے اور ہر قسم کے شر سے بچانے والی ہے۔

صاحبانِ علم و معرفت پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دُعا کے ان فقروں میں وارد معانی بڑے نورانی ہیں۔

کلمۂ طھرنی اور اس: طھر قلبی میں پائداری و دوام کے معنی مضمر ہیں اور دعا کرنے والا اس کا قصد کرتا ہے اس لیے کہ وہ خدا اور رسولؐ و اہلِ بیت علیہم السلام پر ایمان والی طہارت کے ذریعہ پاک و پاکیزہ پہلے سے ہے اور اسی طرح اس کا دل اللہ کے معصوم اولیاء کی محبت والی طہارت سے سرفراز ہے۔ لہٰذا اس صورت میں زوالِ نجاست کے ارادے کا احتمال ممکن نہیں ہے۔ یہ بات عیناً اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں طلبِ ہدایت جیسی ہے کیونکہ اس میں دوام و پائیداری ہدایت مطلوب ہوتی ہے۔ یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ شیطان کے ہجوم اور غلبے سے تحفظ کو طلب اور اس کا ارادہ کیا گیا ہو۔

(رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي) اور میرے سینے کو کشادہ کر دے۔ اس کا مطلب سینے کے تنگی کو رفع کرنے کا مطالبہ ہی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد شیطانی وسوسوں اور اس کے چیلوں کے وسوسوں سے دل میں پیدا ہونے والی تمام تر تنگیوں کا دفیعہ مطلوب ہے۔

اور اللہ کی حمد و ثناء تو وہ عبد مومن کی حیات کا اہم ترین مقصد ہے۔ کلمۂ اجر کی تعبیر سے جبرا کا تو ہم پیدا نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ جبر کسی صورت مطلوب امر نہیں ہے

"اپنے ذکر کو میری زبان پر جاری کر" کا مطلب نعمتِ توفیق کا مطالبہ ہے لہٰذا جب زبان پر ذکر الٰہی جاری ہوگا تو مدحتِ پروردگار میں زبان متبرک ہو جائے گی تو شیطان کے ہجوم کا راستہ بند ہو جائے گا اور انسان طرح طرح کے محرمات جیسے جھوٹ، غیبت، تہمت، چغل خوری اور جھوٹی گواہی وغیرہ کے ارتکاب سے محفوظ ہو جائے گا کیونکہ یہ سارے گناہ زبان سے متعلق ہیں اور شیطان کے بہکانے سے وجود میں آتے ہیں اور زبان دل کے اندر موجود اشیاء کی حکایت کرتی ہے۔

فَإِنَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ "تیرے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے" کا مطلب خدا کی قدرت اور خلائق کی عاجزی کا صریحی طور پر اقرار ہے اس لیے کہ کلام میں جب بھی لَا اور إِلَّا آتا ہے تو وہ خدا کے ماسواء تمام قدرتوں کی نفی مطلق پر دلالت کرتا ہے اور قدرت و طاقت کو اللہ کی ذات میں منحصر کر دیتا ہے اور یہ کلام لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ کے مانند ہے اور بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

قَدْ عَلِمْتَ إِنَّ قَوَّامَ دِينِي التَّسْلِيمُ لِأَمْرِكَ....

"اور تو جانتا ہے کہ میرے دین کی پائیداری تیرے امر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ہے"۔

یہ جملہ دین کے معالم و معارف کا مظہر ہے۔ اس کے تمام قیمتی اُصولوں کے ساتھ اور وہ تین اُمور ہیں:

۱- امر الٰہی کے سامنے تسلیم ہونا (وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) اور کما حقہ سر تسلیم خم کرنا جیسا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کا ارشاد ہے: "اسلام تو بس تسلیم ہونا ہے چاہے وہ عملی ہو یا قولی"۔

۲- سنت نبی کا اتباع کرنا، یعنی مطلق طور پر آپ کی سیرت و کردار کو اخذ کرنا

آپؐ کے اوامر پر عمل پیرا اور نواہی سے باز رہنا ہے۔

۳- پیامبران الٰہی اور رسولانِؐ خدا کی صداقت ان کے حقوق اور ان کے برحق ہونے کی گواہی دینا۔

یہی وہ منظورِ نظر اہداف و مقاصد ہیں جو قبر سید الشہداء کی خاکِ پاک سے توسل کرنے میں پڑھی جانے والی دُعا کے اندر مدنظر رکھے گئے ہیں۔

یہ وہ باتیں تھیں جو روایت ابوحمزہ ثمالیؒ میں آئی ہیں لیکن ابراہیم بن محمد ثقفی کی مرفوعہ روایت میں جو کلمات وارد ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجعَلهُ نُورًا...... "پالنے والے! اس خاک کو نور، طہور، حرز، ہر بیماری و مرض میں کفایت کرنے والی، ہر آفت اور بلا سے بچانے والی قرار دے اور اس کے ذریعہ میرے دل اور میرے سارے اعضائے بدن گوشت، خون، بال، کھال، دماغ، ہڈیاں، پٹھے کو پاک فرما اور جو کچھ زمین نے مجھ سے گناہ دیکھے ہیں ان سب سے مجھے پاک کردے اور اس خاک کو میرے لیے بروز قیامت گواہ قرار دے جو میری حاجت اور فقر و فاقے کا دن ہے"۔

اس دُعا کے اندر بعض الفاظ اور عبارتوں میں تبدیلی نظر آتی ہے جیسے کہ ہر درد و بیماری سے کفایت کا کلمہ جب کہ پہلی دُعا میں ہر بیماری سے شفاء کا کلمہ تھا ظاہراً دونوں کی مراد ایک ہے اس لیے کہ کافی اور کفایت کا کلمہ اپنے معنائے خاص میں شفاء کو شامل ہے اور لفظ بیماری قرینہ ہے کہ کفایت عیناً شفا ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی منافات نہیں پائی جاتی بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظ کافی و کفایت شفاء کا مصداق اور اس کا وسیع معنٰی ہے اور اس طرح خاکِ شفاء تمام مادی دواؤں وغیرہ سے بے نیاز بنادینے والی ہے۔

کچھ الفاظ جو اس دُعا میں اضافی مشاہدہ ہو رہے ہیں وہ یہ ہیں: میرے اعضائے بدن، گوشت، خون، بال، کھال، دماغ اور ہڈیاں وغیرہ یہ اجمال کے بعد تفصیل کے ذکر جیسا ہے کیونکہ ان میں سے ہر اعضائے بدن ایک دوسرے سے مرجبط ہیں جو ابو حمزہ ثمالیؓ کی روایت میں وارد فقرے (طھرنی و طھر قلبی) کے اطلاق و عموم کا تفصیلی بیان ہے اس لیے کہ بیماریاں عام طور سے انھیں اعضاء کو ملحق ہوتی ہیں، چاہے ایک ساتھ چاہے الگ الگ اور دُعا کرنے والا خاکِ شفاء کے توسل سے خدا سے شفاء کا طلب گار ہوتا ہے۔

ضمانت بھرا معجون

ابو عبداللہ برقی نے بعض علماء سے روایت کی ہے کہ مجھے کسی عورت نے قیمتی لباس دیا اور کہا: اسے مکہ میں دے دینا کہ اس کے ذریعہ غلافِ کعبہ تیار کیا جائے۔ وہ کہتا ہے: میں نے اس قیمتی لباس کو کعبہ کے نگہبانوں کو دینا صحیح نہیں سمجھا، کیونکہ میں ان کے حالات سے اچھی طرح واقف تھا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو حضرت امام باقرعلیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر امامؑ سے عرض کیا: میں آپؑ کے اُوپر قربان ہو جاؤں، ایک عورت نے مجھے قیمتی کپڑا دیتے ہوئے کہا تھا: اسے مکہ میں دے دینا تا کہ اس سے غلافِ کعبہ تیار کیا جا سکے۔ میں نے وہاں کے نگہبانوں کو دینا ناپسند کیا (اب میں کیا کروں؟)

حضرت امام باقرعلیہ السلام نے فرمایا: اسے بیچ کر شہد اور زعفران خرید لو۔ اس میں قبر حسینؑ کی تھوڑی سی مٹی اور بارش کا پانی ملاؤ اور شہد اور زعفران سب کو ملا کر معجون بنا لو اور اسے شیعوں کے درمیان تقسیم کر دو، تا کہ وہ اپنے مریضوں کا اس سے مداوا کریں۔

امام علیہ السلام نے قبر امام حسین علیہ السلام کی مٹی کو تین چیزوں سے مخلوط کر کے معجون

بنانے کا حکم دیا ہے: ① بارش کا پانی ② شہد ③ زعفران۔

کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ ان تین چیزوں کا اشتراک تاثیر کرنے میں دخیل ہے جب کہ حق تو یہ ہے کہ ان اشیاء کو محلِ بحث موضوع میں کوئی دخالت نہیں ہے بلکہ یہ اشیاء تربت پاک کی حرمت و احترام کے مظاہر ہیں اور اصل میں جو دوا ہے وہ تربتِ پاک ہے اور اسی کو امام علیہ السلام نے شیعوں کے درمیان علاج کرنے کے لیے تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ کوئی معنا نہیں رکھتا کہ امام مٹی سے بنے معجون کو صرف شیعوں کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دیں۔

تربتِ پاک ہی اصل ہے اور کلامِ امامؑ میں اسی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان تینوں اشیاء کا بھی اپنا خاص اثر ہے اس لیے کہ اللہ نے آسمان سے نازل ہونے والے پانی میں برکت اور شہد میں شفاء قرار دی ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام سے مروی ہے: ایک شخص نے عرض کیا: مولاؑ! میرے شکم میں درد ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام نے پوچھا: کیا تیرے پاس بیوی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، امام علیہ السلام نے فرمایا: جا، اپنی بیوی سے اس کی رضایت خاطر کے ساتھ کچھ مال حاصل کر، اس سے شہد خرید پھر اس میں بارش کا پانی مخلوط کر اور اسے نوش کر (تو شفاء پا جائے گا) اس لیے کہ میں نے اللہ کی کتاب میں اللہ کا یہ ارشاد دیکھا ہے:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا

"ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ (سورۂ نحل: آیت ۶۹)

''اور شہد کی مکھی کے شکم سے شربت نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف
ہوتے ہیں اور اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے''۔

اور تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا ۝

''اور اگر تمہاری بیویاں اپنے مال سے بخوشی کچھ دے دیں تو
اسے خوشگواری اور مزے سے کھاؤ''۔ (سورۂ نساء: آیت ۴)

لہٰذا جب برکت، شفاء اور خوشگواری و پسندیدگی جمع ہو جائے گی تو خدا نے چاہا تو شفاء پا جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اُسے شفاء مل گئی۔

مضمون کلام میں دقت سے جو بات ہم نے ذکر کی ہے اس کا معنیٰ عیاں ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ ان تینوں چیزوں میں کچھ نہ کچھ اثر ہے لیکن ان کے ایک ساتھ ہو جانے سے ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ اثرات مرتب ہوں بلکہ کبھی انفرادی طور پر تو کبھی اجتماعی طور پر اثر گزار ہوتی ہیں، لیکن خاکِ شفاء بنفسہٖ مطلوبِ اثر کے لیے کفایت کرتی ہے۔

جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہوا ہے اور خاکِ شفاء کے مطلق طور پر شفاء ہونے کا تذکرہ بعض روایتوں میں گزر چکا ہے جن میں کوئی قید و شرط اور اضافی صفت یا شے کا ذکر نہیں ہے اور اس مطلب کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے کہ جن میں قرآنی سوروں، اذکار اور دعاؤں سے شفاء طلبی کا ذکر ہے۔ یہ سب کے سب مطلوب کے حصول کی ضمانت کو بلا قید و شرط بیان کرتے ہیں، یعنی خاکِ شفاء سے شفاء یابی میں قرآنی سوروں اذکار و ادعیہ کا پڑھنا لازم اور شرط نہیں ہے، بلکہ آداب کے طور پر ان کا لحاظ کیا گیا ہے۔

بابرکت مشک

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد روایت میں آیا ہے: خاک قبر امام حسین علیہ السلام بابرکت مشک ہے ہمارے شیعوں میں سے جو اسے تناول کرے گا اس کے لیے یہ پاکیزہ خاک ہر بیماری میں شفاء ہوگی اور ہمارے دشمنوں میں سے جو اس کو کھائے گا تو وہ ایسے ہی پگھل جائے گا جس طرح چربی پگھل جایا کرتی ہے لہٰذا جب تم خاکِ پاک امام حسین علیہ السلام تناول کرو تو کہو:

"خدایا! میں تجھ کو اس فرشتہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے اس خاکِ پاک کو اُٹھایا تھا اور اس نبی مکرمؐ کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ جنھوں نے اسے محفوظ کر لیا تھا اور اس وصی نبیؐ کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جو اس خاک کے اندر آرام کر رہا ہے کہ تو محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر درود بھیج اور اس خاکِ پاک میں میرے لیے ہر بیماری سے شفاء اور ہر بلا سے عافیت اور ہر خوف سے امن و سلامتی قرار دے تجھے تیری رحمت کا واسطہ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور درود و سلام ہو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر"۔

اور یہ بھی کہے: "خدایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تُربت تیرے ولی کی تُربت ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ہر بیماری میں شفاء اور ہر خوف میں امان ہے۔ تیری مخلوقات میں اس کے لیے کہ جس کے لیے تو چاہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ ان بزرگواروں کے بارے میں اور اس خاکِ پاک کے بارے میں کہا گیا ہے سب برحق ہے تیرے پاس سے ہے اور تیرے رسولوں نے برحق کہا ہے"۔

اس روایت میں یہ فقرہ "ہر بلا سے عافیت ہے" وارد ہوا ہے جبکہ دیگر روایتوں میں "ہر برائی سے عافیت ہے" کا لفظ وارد ہوا ہے اور لفظ "بلا" ان امتحان و مصیبت پر استعمال ہوتا ہے جو انسان پر وارد ہوتی ہیں اور لفظ "سوء" اور برائی ہر اس ہم وغم پر استعمال ہوتا ہے جو انسان کو ستاتے ہیں اور پھر اس روایت میں متعدد گواہیوں کا اضافہ کیا گیا ہے:

۱- تُربت، تُربتِ ولی خدا ہے، اس گواہی کا تقاضا یہ ہے کہ گواہی دینے والا پورے یقین یا یقین کے نزدیک گمان کا حامل ہو، شک میں مبتلا نہ ہو، اسی طرح صاحبِ تُربتِ پاک کی معرفت اور ان کی ولایت پر ایمان رکھتا ہو۔

۲- تُربتِ مقدسہ میں شفاء اور امان ہے، اور روایات میں اس کی بڑی تاکید کی گئی ہے کہ شفاء کا طالب اس یقین کے ساتھ شفاء طلبی کرے کہ یقیناً خاکِ کربلا میں شفاء و امان ہے۔ شک و تردید میں مبتلا نہ ہو اور نہ ہی تجربہ کی نیت ہو، ورنہ نہ تو وہ اس سے فائدہ اُٹھا سکے گا اور نہ ہی شفاء پائے گا اور یہ گواہی صحتِ ایمان و کمالِ ایمان پر دلالت کرتی ہے البتہ اس گواہی کے ذیل میں جو قید ذکر ہوئی ہے کہ "خلائق میں سے جس کو تو چاہے"۔

یہ صرف اس لیے ہے کہ انسان خدا کی عظیم مشیت و ارادہ کی طرف متوجہ رہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے۔ ہاں، انسانوں سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال ضرور کیا جائے گا لہٰذا مشیت و ارادۂ الٰہی ہر شے سے بالاتر ہے اور یہ بھی طے ہے کہ اس کی مشیت خاکِ شفاء میں شفاء دینے پر مستقر ہو چکی ہے۔

۳- صاحبِ تُربت حضرت امام حسین علیہ السلام پر ایمان و اعتقاد رکھنا بڑی اہمیت

کا حامل ہے بلکہ خاکِ شفاء سے شفاء طلبی میں بنیادی ستون یہی اعتقاد ہے جیسا کہ واضح اور صریحی طور پر اس امر کی تاکید متعدد روایات میں وارد ہوئی ہے کہ صاحبِ خاکِ شفاء حضرت امام حسین علیہ السلام کی معرفت لازم ہے اور جو شخص یہ گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا ہے وہ حق ہے تو گویا وہ یقین اور قطعی علم کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہے کہ اسے تمام ائمہ اطہارؑ اور شہداء کربلا کی معرفت حاصل ہے۔

اسی طرح یہ گواہی کہ جو کچھ تربت پاک کے سلسلہ میں کہا گیا ہے اور اس کے صفات وخصائص بیان کیے گئے ہیں وہ سب برحق ہیں اور خدا کی طرف سے ہیں۔

صاحبِ خاکِ پاک شفاء پر اعتقاد بہت اہم امر ہے بلکہ شفاء طلبی کے بنیادی اصولوں میں سے ہے جیسا کہ روایات میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ اس امر پر تاکید کی گئی ہے کہ صاحب تربت سبط رسولؐ اکبر امام حسین علیہ السلام کی معرفت و شناخت لازم ہے اور اس بات کی گواہی دینا کہ جو کچھ ان بزرگوار کے بارے میں کہا گیا ہے سب کا سب برحق ہے گویا شفاء طلبی کرنے والا قطع ویقین کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے کہ اسے تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام اور شہداء کربلا علیہم السلام کی معرفت حاصل ہے اور اسی طرح وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ جو کچھ تربتِ کربلا کے بارے میں روایات کے اندر بیان ہوا ہے اور جو کچھ اس خاک کو خصوصیات وامتیازات اللہ نے عطا کیے ہیں وہ سب کے سب صحیح ہیں اور یہ گواہی اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ گواہی دینے والا اس کے بلند معانی اور اونچے علوم ومعارف سے واقفیت رکھتا ہے کہ جن کا سرچشمہ، وحی الٰہی ہے۔ اس کلام کی تائید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جب آپؑ سے پوچھا گیا کہ مولاؑ! کیا بات ہے کہ کوئی

خاکِ قبر امام حسینؑ کو اخذ کرتا ہے اور اس کو خاکِ شفاء فائدہ پہنچاتی ہے مگر دوسرا اخذ کرتا ہے اور اسے فائدہ نہیں پہنچاتی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کوئی بھی اس خاک کو اخذ نہیں کرے گا مگر یہ کہ اگر وہ یقین رکھے گا کہ خدا مجھے اس خاک کے ذریعہ نفع پہنچائے گا تو ضرور اسے نفع پہنچے گا۔

لہٰذا اس قسم کا عقیدہ رکھنا خاکِ شفاء سے فائدہ اٹھانے میں بنیادی مسئلہ ہے ہر شفاء طلبی کرنے والے کو معتقد ہونا چاہیے اور گواہی دینی چاہیے کہ جو کچھ اہل بیتؑ کے بارے میں ہے اور اس پاکیزہ خاک کے بارے میں کہا گیا ہے وہ سب صحیح ہے اور تصدیق درحقیقت اہل بیتؑ کی شان میں اللہ کے تمام ارشادات کی تصدیق ہے اسی طرح رسولِ اعظمؐ نے جو کچھ ائمہ معصومین علیہم السلام اور خاکِ شفاء کے بارے میں فرمایا ہے اس کی بھی تصدیق ہے نیز اس گواہی میں انسان کے کمال ایمان کی چمک دمک، دوسرے معنوی و روحی جہات سے زیادہ ہے اور دین کی صلاح اور عمل کی پاکیزگی میں زیادہ اثر گزار ہے۔ یہی وہ تصدیق ہے جس کا تذکرہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معروف کلام میں کیا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں: ”دین کا آغاز، اللہ کی معرفت سے ہوتا ہے اور اس کی معرفت کی معراج، اس کی تصدیق ہے اور کمالِ تصدیق اس کی وحدانیت کی گواہی ہے اور کمال توحید، اس کی وحدانیت میں اخلاص برتنے میں مضمر ہے“۔

اس طرح گواہی دینے والا مومن، گویا خدا کو تمام تر روحانی وسائل اور ایمانی گواہیوں کے ذریعہ پکار رہا ہوتا ہے اور تربتِ پاک کے ذریعہ شفاء کا طالب ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کی دعا رد نہیں کی جائے گی اور ان شاء اللہ وہ اپنی مراد کو پالے گا۔

ہم اس مقام پر ایک روایت ذکر کرنے جا رہے ہیں جسے علامہ طبریؒ نے اپنی کتاب "مکارم الاخلاق" میں نقل فرمایا ہے۔ اس روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خاکِ شفاء کو اخذ کرنے کے طریقہ و کیفیت کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی خاکِ شفاء اخذ کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی انگلیوں کے سرے سے ایک چنے کے برابر اخذ کرے اس کو بوسہ دے، اپنی آنکھوں سے لگائے اور اپنے سارے بدن پر اسے مس کرے اور یہ دعا بھی پڑھے: خدایا اس تربت کا واسطہ، اس تربت میں سونے والے کا واسطہ، اور اس بزرگوار کے جدِّ نامدار، پدر عالی مقام، مادر گرامی، عزیز بھائی اور اس کی نسل کے اماموں کا واسطہ، ان فرشتوں کا واسطہ جو اس پاکیزہ خاک کو گھیرے ہوئے ہیں کہ تو اس پاکیزہ خاک کو میرے لیے ہر دکھ درد سے شفاء، پریشانی و آفت اور بلا سے نجات دے اور جن جن چیزوں کا مجھے خوف لاحق ہوتا ہے ان سب سے امان قرار دے پھر اس خاکِ شفاء کو تناول کرے"۔

اس روایت سے چند باتیں آشکار ہوتی ہیں:

۱- اخذ کرنے کا طریقہ: خاکِ شفاء کو انگلیوں کے سرے سے اخذ کرنا چاہیے کہ اس طرح اس خاک کی حرمت کا خیال رکھا گیا ہے اور اس کی قداست و پاکیزگی کی رعایت کی گئی ہے۔

۲- مقدار کی تعیین: اور وہ ایک چنے کے برابر ہے۔ جس سے اس خاک کی ضخامت اور کم مقدار آشکار ہوتی ہے اور اس مقررہ مقدار سے زیادہ جائز نہیں ہے۔

۳- خاکِ شفاء کو بوسہ دینا اور یہ عمل دینی مقدسات کے بارز آداب میں

سے ہے جیسے کہ قرآنِ مجید کو بوسہ دینا، ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ضریحوں کا بوسہ دینا اور یہی صورتِ حال عام طور سے تمام محبوب و مکرم چیزوں کے لیے ہے جیسے کہ بزرگوں کی تکریم و تعظیم کے موقع پر کیا جاتا ہے یعنی بوسہ دینا دینداروں کے درمیان رائج سیرت ہے کہ جس میں تعظیم کا پہلو زیادہ قوی و متین ہے اور تربت پاک کی محبوبیت کے لحاظ سے زیادہ مستحسن ہے۔ اس عمل کی بنیاد، احکام شرعی میں رائج وہ اصل و قانونِ عام ہے کہ جسے اصالۃ الجواز یا اصالۃ الحلیۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ عمومی قاعدہ محل بحث میں جاری ہوتا ہے اور اس کے علاوہ جواز کی خاص دلیلیں تو ہیں ہی۔

۴- آنکھوں پر رکھنا: یہ عمل بھی روحی توسل اور قلبی تعظیم کا آئینہ دار ہے جیسا کہ اہلِ ولاء کے درمیان رائج ہے کہ وہ پرچموں اور جھنڈوں کو بوسہ دیتے وقت اس کے پھریروں کو اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں اور اس طرح انسان کو مزید اطمینانِ نفس حاصل ہوتا ہے اور روحی ربط وضبط میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

۵- شفاء کی نیت سے تمام اعضاء بدن پر خاکِ شفاء کا پھیرنا، یہ عمل دونوں حالتوں یعنی بیماری کو دور رکھنے اور لگ جانے والی بیماری سے نجات حاصل کرنے میں مؤثر ہے۔

۶- خاکِ شفاء سے ہی توسل کرنا، یہ درحقیقت خاکِ شفاء کی تعظیم و تکریم ہے اور ان بزرگوار کی بھی تعظیم و تکریم ہے جو اس پاکیزہ تربت میں آرام کر رہے ہیں جو ایک مستحب عمل ہے۔ اسی طرح ان کے بزرگوار نانا رسولؐ خدا سے توسل اور ان کے بزرگوار بابا حضرت علی مرتضیٰؑ سے توسل اور ان کی صدیقہ ماں حضرت فاطمہ زہراءؑ سے توسل اور ان کے کریم بھائی حضرت امام حسن مجتبیٰؑ سے توسل اور ان کی پاکیزہ ذریت میں ہونے والے نو معصوم اماموں سے توسل ہے کہ جن کی شان میں

رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ امامت ان کی نسل میں ہوگی۔ اسی طرح ان ملائکہ کے حق کا واسطہ جو کہ اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتِ الٰہیہ کے نزول پر مامور ہیں اور قبر حسین علیہ السلام کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہیں اور زائرین امام حسین علیہ السلام پر نزول رحمت کرتے ہیں۔

۷- اس حدیث میں تین چیزوں کو خداوند متعال سے طلب کیا گیا ہے:

(الف) شفاء ہر بیماری سے جو کہ تربتِ حسینیہؑ کے اہم ترین آثار میں سے ہے۔

(ب) دُوری، ہر آفت سے، اگر چہ دوری و برائت، وہی شفاء وسلامتی ہے اور آفت سے مراد وہی بیماری ہے لیکن برائت و دوری کا معنی عام لیا جا سکتا ہے کہ جو تمام قسم کی بلاؤں، آفتوں، بیماریوں اور انسان پر طاری ہونے والی بدحالیوں میں حفظ وسلامتی کے معنیٔ عام کو شامل ہے۔

(ج) تحفظ، تمام قسم کے خوف و ہراس سے، یعنی دنیاوی و دینی تمام امور میں طاری ہونے والی مشکلات سے بچاتا ہے۔

۸- خاکِ شفاء کے استعمال کرنے سے پہلے اس سے متعلق تمام آداب و احکام کی رعایت کرنا، لہٰذا امام علیہ السلام کا یہ فرمان کہ "اس کے بعد خاکِ شفاء کو استعمال کرو" مذکورہ آداب کی اہمیت اور ان احکام کی نہایت عظمت پر دلالت کرتا ہے یعنی ان آداب کی پابندی ہونی چاہیے اور کسی قسم کی تساہلی نہیں برتنی چاہیے جیسا کہ کلمہ ثُمَّ کے مفہوم سے آشکار ہے کہ جو زمان و مکان کے فاصلہ پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح قول و عمل کے فاصلہ پر، فرد اور سماج کے فاصلہ پر دلالت کرتا ہے بہرحال امامؑ کی رہنمائی و ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ طلبِ شفاء کرنے والے کو چاہیے کہ ان آداب و احکام کو بھی بجالائے اور توسلات و اذکار سے پہلے ان آداب کا خیال رکھے۔

۹- نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا، یہ وہ امر الٰہی ہے کہ جسے بہت اہمیت حاصل ہے خاص طور پر مورد بحث گفتگو میں اس لیے کہ ائمہ طاہرینؑ نے اپنے نورانی بیانات اور گہربار کلمات میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ تربت کربلائے معلی سے شفاء طلبی کرنے والے کے لیے لازم ہے کہ اس کے خاص آداب کا خیال رکھے تاکہ اس کے اوپر بغیر کسی فاصلۂ زمانی کے رحمت الٰہی کے دروازے کھل جائیں اور اس کی دعا مستجاب ہوجائے اور اسے رضایت وخوشنودی الٰہی کی ضمانت مل جائے۔

بہر حال انھیں معنوی آداب میں سے ایک حضرت محمد مصطفیؐ اور ان کی پاکیزہ آل پر درود بھیجنا ہے اور درود کو تمام عبادتوں میں بڑی عظیم منزلت حاصل ہے۔ اس لیے کہ درود تمام عبادتوں کی قبولیت کا وسیلہ ہے مزید برآں خود درود ایک عبادت ہے جس کے بارے میں یہ کہنا بہت مناسب ہوگا کہ درود اللہ کے نزدیک محبوب ترین عبادت ہے۔ جس کے بارے میں خود اس کا ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

"بلاشبہ اللہ اور اس کے ملائکہ، نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں لہٰذا اے ایمان لانے والے لوگو! تم بھی ان کے اوپر درود بھیجو اور تسلیم ہونے کی طرح ان کے سامنے تسلیم رہو"۔

تمام عبادی اعمال میں یہ درود ہی وہ عمل اور عبادت ہے کہ جسے یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس عمل کو خداوند متعال اور اس کے فرشتے بھی انجام دیتے ہیں اور اس عمل کا حکم اس نے مومنین کو بھی دیا ہے یعنی درود سنت الٰہی بھی ہے اور سیرت ملائکہ بھی لہٰذا جب طلب شفاء کرنے والا، تربت پاک امام حسین علیہ السلام سے شفاء طلبی

کرے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی کریمؐ پر درود بھیجے اور ان کے حضور سے خواستگار ہو کہ وہ اس کی دعاؤں کی اجابت کی ضمانت بن جائیں اور اس کی حاجتوں کو پورا کر دیں۔ اس لیے کہ محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام پر درود کا معنوی، وضعی، تکلیفی، روحی و روحانی اثر مرتب ہوتا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ نبی کریمؐ پر درود تین بنیادی جہتیں رکھتا ہے۔ جس کا قرآن مجید نے بھی لحاظ رکھا ہے ملاحظہ ہوں: تنزیلی پہلو، توسلی پہلو اور مطلوبی پہلو۔

پہلا رخ یہ ہے کہ درود من جانب اللہ یعنی وہی اپنے نبی کریمؐ پر رحمت نازل کرنے والا ہے۔

دوسرا رخ یہ ہے کہ ملائکہ اپنے پروردگار کے حکم سے رحمتِ الٰہیہ کو لے کر نبی کریمؐ کی خدمت میں پہنچتے ہیں۔

تیسرا رخ یہ ہے کہ مومنین خدا سے خواستگار ہوتے ہیں کہ وہ اپنے نبیؐ پر رحمت نازل فرمائے۔

لفظ صَلُّوا صیغۂ امر ہے جو اپنے اصول و ضوابط کی روشنی میں اللہ کے نزدیک درود کی عبادیت اور محبوبیت پر دلالت کرتا ہے اور موارد کے اعتبار سے وجوب یا مستحب ہونے میں فرق کرتا ہے اور درود کے حوالہ سے بہت سی بحثیں احکام اور آثار ہیں کہ جنہیں ہم ان کے مناسب مواقع کے لیے چھوڑ رہے ہیں لیکن جو نکتہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے وہ یہ کہ خداوند متعال پسند کرتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاکیزہ آل پر درود بھیجا جائے لہٰذا جب خاکِ شفاء سے شفاء طلبی کرنے والا بندۂ مومن طلب شفاء کے ساتھ نبی وآلِ نبیؐ پر درود بھیجے گا تو اجابتِ دُعا کی بلاشک و شبہ ضمانت مل جائے گی خاص طور سے اس وقت اور بھی جبکہ وہ آغاز اور انجام دُعا و

طلب شفاء میں درود بھیجیے اس لیے کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ جو بندہ اپنی حاجت طلبی سے پہلے اور اس کے بعد بھی درود بھیجتا ہے تو خدا کو حیا آتی ہے کہ ایک حاجت کو تو وہ سنے اور دوسری کو ٹھکرا دے، بہر حال درود اللہ کی بارگاہ میں مقبول عبادت ہے اور اس کی برکت سے دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اور یہ صورتِ حال خاکِ شفاء سے شفاء طلبی کے وقت کی بھی ہے یعنی درود کے ساتھ استجابت دعا کی ضمانت مل جاتی ہے۔

سرزمینِ کعبہ کا فخر کرنا

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اللہ عزوجل نے سرزمین کربلا کو دنیا کی تمام سرزمینوں پر برتری وفضیلت عطا فرمائی ہے یہاں تک کہ سرزمین کعبہ پر بھی، اور ایک روز سرزمین کعبہ نے سرزمین کربلا پر فخر ومباہات کی تھی جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ارض کعبہ بول اٹھی کہ میری مانند کون سی سرزمین ہے کہ اللہ نے میری پشت پر اپنا گھر بنایا ہے اور لوگ ہر اونچی نیچی وادیوں سے میرے پاس آتے ہیں اور مجھے حرم امن الٰہی قرار دیا گیا ہے؟

اللہ نے سرزمینِ کعبہ کو وحی کی کہ رک جا، ٹھہر جا اور فخر ومباہات سے باز رہ کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ تجھے جتنی فضیلت میں نے عطا کی ہے ارضِ کربلا کی نسبت ایسی ہی ہے کہ جیسے سمندر کے اندر سوئی کو ڈبو دیا جائے اور وہ اپنے ساتھ سمندر سے تھوڑی سی تری اٹھا لے اور اگر سرزمین کربلا نہ ہوتی تو میں تجھے کوئی فضیلت نہ دیتا اور اگر سرزمین کربلا کی آغوش میں سونے والا نہ ہوتا تو میں نہ تجھے خلق کرتا اور نہ ہی اس گھر کو بناتا جس کی بدولت تو نے فخر ومباہات کی ہے لہٰذا ٹھہر جا اور پُرسکون رہ اور سرزمینِ کربلا کے سامنے پست وذلیل، متواضع اور منکسر رہ، ہرگز تکبر وغرور نہ کر ورنہ میں تجھے دھنسا دوں گا اور تجھے آتش جہنم میں پھینک دوں گا۔ (وسائل الشیعہ:

ج ۱۴، ص ۵۱۵)

تربتِ کربلا، ارضِ کعبہ کی فضیلت کا سبب قرار پائی ہے بلکہ اس کی خلقت اور خود اس کے اوپر بیت اللہ کی خلقت کا باعث ہے اور یہ کوئی شک وشبہ والی بات نہیں ہے یہ تو قدرت الٰہی کا ایک مظہر اور اس کی مشیت کی ایک جھلک ہے جیسا کہ عبداللہؓ بن ابی یعفور سے مروی فضیلت زیارت امام حسین علیہ السلام کے باب میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مومن شخص سے فرمایا: اے فلاں کیا تو قبر ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کو جاتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں مولاؑ! میں ان کی زیارت ہر تین سال میں ایک مرتبہ کرتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور آپ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ بخدا! اگر مزید زیارت کرتے تو تمہارے لیے اور زیادہ فضل وفضیلت اور ثواب ہوتا۔ اس نے کہا: مولاؑ! میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں اتنی ساری فضیلت؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں بخدا اگر میں ان کی زیارت کی تمام فضیلت اور ان کی قبر مطہر کی فضیلت تم سب سے بتلا دوں تو تم لوگ حج بیت اللہ کو سرے سے چھوڑ ہی دو گے اور تم میں سے کوئی بھی حج کرنے نہیں جائے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ عزوجل نے سرزمینِ کربلا کو حرم اور امن کی جگہ، مکہ مکرمہ کے حرم قرار دینے سے پہلے قرار دیا ہے؟

ابن ابی یعفور نے عرض کیا: مولاؑ! مگر خدا نے بیت اللہ کے حج کا ذکر تو لوگوں پر فرض کیا ہے مگر زیارتِ قبر حسین علیہ السلام کا تذکرہ نہیں کیا ہے؟!

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اگرچہ ایسا ہی ہے لیکن اللہ نے

کربلا کو ایسا ہی بنایا ہے۔ کیا تم نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان نہیں سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قدم کا باطنی حصّہ (تلوا)، ظاہری حصّہ سے زیادہ حق دار و سزاوار تھا کہ اس پر مسح کیا جاتا لیکن اللہ نے بندوں پر وہی (ظاہری حصّہ) فرض کیا ہے، کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ موقف، اگر حرم کے اندر ہوتا تو اہل حرم کے لیے زیادہ بہتر تھا لیکن اللہ نے اسے حرم سے باہر قرار دیا ہے"۔

اس روایت میں بڑے عظیم معارف اور عظیم نشانیاں ہیں لیکن اس کے باوجود شک و تردید کے تیروں سے اس روایت کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے لیکن جس کلام سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے استدلال فرمایا ہے تو اس میں تمام اشکالات و اعتراضات کا بھرپور جواب ہے یا سند و متن کے اعتبار سے اشکال کیا جا سکتا ہے یا مفہوم یا منطوق کے لحاظ سے نکتہ چینی کی جا سکتی ہے یا فضیلت و تفاضل کے لحاظ سے کوئی اعتراض کیا جا سکتا ہے، بہرحال کسی بھی صورت میں ہمارے لیے اہم اس موضوع میں اللہ کی مشیت و ارادہ کا پہلو ہے اور بس۔

اور اللہ کی مشیت اور اس کے فیصلہ میں موجود اسرار و رموز کو درک نہیں کیا جا سکتا سوائے اس کے کہ ہم اللہ کے نمائندوں سے تمسک کریں اور وہ انبیاء و مرسلین اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور انھوں نے بیان بھی کیا ہے کہ اللہ کا ارادہ اپنے کلام میں کیا ہے بلکہ یہی تبیین و تشریح یعنی اللہ کے مقاصد و اہداف کی وضاحت، ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اہم ترین ذمہ داری ہے جس کا بیان قرآن مجید میں بھی ان الفاظ میں آیا ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ

"ہم نے آپؐ کے پاس ذکر (قرآن) بھیجا ہے تاکہ آپؐ

لوگوں کے سامنے وضاحت کریں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے"۔ (سورۂ نحل: آیت ۴۴)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام، صادق امین رسولؐ کے خلیفہ ہیں اور انھوں نے رسولِ خدا پر نازل شدہ امور کی ہی وضاحت فرمائی ہے اور جناب رسولِ خدا کے کلام کی تشریح فرمائی ہے اور ان مطالب کے سامنے خاضع رہنا ہی، تسلیم کہلائے گا جس کا تذکرہ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا میں آیا ہے۔

مفضل بن عمر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مفضل! زمین کے مختلف حصوں نے آپس میں فخر و مباہات کی جس میں سرزمینِ کعبہ نے سرزمین کربلا سے فخر و مباہات کر ڈالی تو خدا نے سرزمین کعبہ کو وحی کی کہ اے سرزمینِ کعبہ! خاموش ہو جا اور سرزمین کربلا پر فخر و مباہات نہ کر اس لیے کہ یہ وہی سرزمین ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی گئی تھی۔ یہ وہی سرزمین ہے کہ جس کے شجرہ سے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ یہ وہی سرزمین ہے جس کے ایک ٹیلہ پر میں نے حضرت مریمؑ کو پناہ دی تھی اس کی ایک کیاری میں سرِ مقدس امام حسین علیہ السلام دھلا گیا تھا اور اسی جگہ پر جناب مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو غسل ولادت دیا تھا اور خود بھی غسل فرمایا تھا۔ یہ وہی بہترین حصۂ زمین ہے کہ جہاں سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی غیبت کے وقت معراج کا سفر شروع کیا تھا اور یہی سرزمین ہمارے شیعوں کے لیے ظہور حضرت قائم علیہ السلام تک بہترین سرزمین ہے۔ (بحار الانوار: ج ۵۳ / ب ۲۸)

اس بنیاد پر، سرزمین کربلا کو کائنات کی ہر سرزمین پر افضلیت و برتری حاصل ہے یہاں تک کہ کعبہ مقدسہ کی سرزمین پر بھی، اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ

نہیں پایا جاتا اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے سرزمین کربلا کی برتری مشیت الٰہی سے قائم و مستقر ہوئی ہے اس کے علاوہ روایات میں تو ایک مومن کو بھی کعبہ پر برتری حاصل ہے نیز کعبہ مقدسہ کی ایک اور جہت سے شرف و فضیلت ہے اور وہ ہے اس گھر کی اللہ سے نسبت، اللہ عزوجل نے جو کہ مکان و مکانیات سے پاک و منزہ ہے اس گھر کو لوگوں کے لیے ثواب حاصل کرنے کا ٹھکانہ اور جائے امن و سلامتی قرار دیا ہے البتہ اس جہت سے کوئی قیاس و موازنہ کا محل نہیں ہے۔ ہر شے اپنی اپنی خاص جہتوں سے برتری و فضیلت رکھتی ہے اور خداوند متعال کی مقرر و مقدر کردہ کسی شے میں چوں چرا کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بیت اللہ کو کسی جہت سے برتری حاصل ہے تو کربلائے معلیٰ کو کسی اور جہت سے، بیت اللہ، اللہ سے انتساب کے باعث ممتاز سرزمین ہے اور کربلائے معلیٰ ولی اللہ شہید برحق و سردار شہیداں حضرت امام حسین علیہ السلام سے انتساب کے باعث ممتاز سرزمین ہے۔

جنت کا برترین علاقہ

سرزمین مقدس کربلا ساری زمینوں پر برتری رکھتی ہے اور یہ معنوی امتیاز اس سرزمین کو سرکار سیّد الشہداء حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام سے انتساب کی وجہ سے حاصل ہے کہ اللہ نے اس سرزمین کو مبارک قرار دیا ہے اور ارضِ کعبہ کی خلقت سے ۲۴ ہزار سال پہلے خلق کر کے مقدس و مبارک گردانا ہے۔ تب سے یہ سرزمین، مقدس و مبارک ہے جبکہ خلائق کی تخلیق نہیں ہوئی تھی اور اسی طرح یہ سرزمین، مقدس و مبارک رہے گی یہاں تک کہ اللہ اسے جنت کا برترین علاقہ اور افضل ارض قرار دے کر اولیاء الٰہی و انبیاء و ائمہ علیہم السلام کا مسکن بنا دے جیسا کہ روایات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وارد ہوا ہے۔ (مستدرک الوسائل ۱۰/ ۳۲۳)

اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ انتساب کے باعث کسی شئ کو کس قدر عظمت حاصل ہو جایا کرتی ہے علمی و عملی طور پر، فضیلت و کرامت کے لحاظ سے، فقہی و تخلیقی جہت سے، موضوع اور حکم کے اعتبار سے، اور سرزمین کربلا کی ارض کعبہ اور تمام خلائق سے ۲۴ ہزار سال پہلے تخلیق میں ایسے اسرار و رموز ہیں کہ جس کو بس خدا اور اولیائے خدا جانتے ہیں اور اس کے مقدس و مبارک گردانے جانے میں موجود اسرار ربانی و حقائق غیبی کی حالت بھی وہی ہے جو اس کی تخلیق کے حوالے سے کہی گئی ہے یعنی ان اسرار کا علم خدا کو ہے یا اولیائے خدا کو۔

ارضِ کربلا کا تفاخر

اس سلسلہ میں ہمارے سلفِ صالح و محدثین عظام نے متعدد روایات نقل فرمائی ہیں کہ جن میں سے ایک روایت صفوان جمال کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا:

اللہ عز وجل نے زمینوں اور پانی کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے پر برتری و فضیلت دی ہے کہ جن میں سے بعض نے دوسرے بعض پر فخر و مباہات کی ہے اور بعض نے سرکشی کی اور اللہ کی عظمت و جلال کے سامنے تواضع و انکساری نہ کرنے کے باعث اللہ نے انھیں عقاب وعتاب کا شکار بنایا ہے یہاں تک کہ سرزمین مکہ (کعبہ) پر مشرکوں کو مسلط کر دیا تھا۔ آبِ زمزم کو کھارا کر دیا تھا اور اس کا ذائقہ تلخ کر دیا تھا مگر سرزمین کربلا اور نہر فرات وہ پہلی سرزمین اور پہلی نہر ہے کہ جنھیں اللہ نے مقدس قرار دیا ہے اور ان دونوں میں برکت قرار دی ہے اور اللہ نے ان کو مخاطب قرار دے کر کہا تھا کہ تم بھی کلام کرو جو اس نے تمہیں نوازا ہے اس کی بنیاد پر کیونکہ ساری سرزمینوں اور پانی کے علاقوں نے ایک دوسرے پر تفاخر کیا ہے۔ سرزمین کربلا

گویا ہوئی اور بولی: اے پروردگار! میں تیری مقدس و مبارک سرزمین ہوں، میری مٹی اور میرے پانی میں تو نے شفاء رکھی ہے لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتی بلکہ تیری عطا کے سامنے خضوع و خشوع کرتی ہوں اور اپنے سے نیچے درجہ کی زمینوں پر بھی فخر و مباہات نہیں کرتی بلکہ شکر خدا بجالاتی ہوں۔ اللہ نے یہ سن کر اس سرزمین کو اور بھی مکرم و مقدس کر دیا اور اپنے سامنے تواضع و انکساری کے باعث اور شکر کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے پاکیزہ اصحاب کی اس سرزمین کو آغوش بنا دیا۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جو بھی خدا کے سامنے انکساری و خضوع کرے گا خداوند متعال اسے بلندی و برتری عطا کرے گا اور جو اس کے سامنے اکڑے گا اور تکبر کرے گا اللہ اسے حقیر و پست کر دے گا"۔ (کامل الزیارات، ص ۲۴۹)

واضح سی بات ہے کہ یہ تفاخر مذموم فخر و مباہات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ ممدوح و پسندیدہ فخر و مباہات میں سے ہے کیونکہ یہ تفاخر، اللہ کے شکر اور اس کے سامنے خضوع و خشوع پر مبنی ہے جس کے اوپر یہ جملہ دلالت کرتا ہے:

"اور نہ ہی میں اپنے سے نیچے کی سرزمینوں پر فخر و مباہات کرتی ہوں"۔

اور یہ عرفانی و معرفتی معالم و مصادیق میں بارز ترین مصداقِ تواضع ہے۔ البتہ یہ بحث کہ کربلا کے پانی میں بھی اللہ نے شفا رکھی ہے۔ اس میں کافی گفتگو کا مقام ہے جسے ہم اس کے موقع کے لیے چھوڑ رہے ہیں۔ محل بحث ابھی صرف یہ فقرہ ہے:

"اور میری مٹی میں تو نے شفاء قرار دی ہے"۔

اس عبارت میں غور و فکر کے بعد کوئی بحث کی گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی کہ اس پاکیزہ و شریف ترین خاک میں کرامت پائی جاتی ہے اور سرزمین کربلا کا اس

کرامت کا اظہار کرنا کہ جس سے اللہ نے سرفراز کیا ہے اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ سرزمین کربلا کو اپنے مالک و صاحب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی معرفت حاصل ہے اور یہ عظمت و شرف، اللہ کی طرف سے اس سرزمین پر نوازشیں ہیں نیز اس عبارت میں ایک اور معنوی جہت ہے جو دیگر جہتوں اور فضیلت و کرامت کے گوشوں سے مافوق ہے اور وہ یہ سرزمین کا اپنی اس معرفت وشناخت کا اظہار کرنا ہے۔

مقامِ افسوس ہے کہ بعض روایات اور آیات کو مستند و مدرک قرار دیکر کعبۂ مشرفہ کا سرزمین کربلا کی عظمت اور منزلت سے مقایسہ کیا جاتا ہے جبکہ یہ قیاس و موازنہ یقیناً باطل ہے کیونکہ کعبہ شریف کو جو شرف و عظمت خداوند متعال سے انتساب کے باعث حاصل ہے وہ کسی سرزمین کو حاصل نہیں ہے کعبہ مصدر ہدایت و مرکز توحید ہے بلکہ کعبہ مطلق طور پر تمام سرزمینوں سے افضل و اکرم و اقدس و اعظم ہے لیکن جو تفاخر روایات میں ذکر ہوا ہے وہ باطل قیاس پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا قیاس عام مقیاسوں کے دائرہ کار سے خارج پر مبنی ہے، جس کی بعض جہتیں ہم نے ذکر کردی ہیں اور جتلایا ہے کہ مقام تفاخر اور مقام تفاضل میں بہت فرق ہے۔

تفاخر کبھی وجود کے اعتبار سے ہوتا ہے، کبھی صفت کے لحاظ ہوتا ہے، کبھی اثر کے حساب سے ہوتا ہے، کبھی تفاخر کسی اور حیثیت سے ہوتا ہے، کبھی داخلی سبب و وجہ سے ہوتا ہے، کبھی باہری عامل کارفرما ہوتا ہے، کبھی کسی خاص جہت کے زاویۂ نظر سے ہوتا ہے، کبھی عام جہتیں ہوا کرتی ہیں۔

لیکن تفاضل و برتری میں صرف فضل و فضیلت اور بلندی مدنظر رکھی جاتی ہے اور بیت اللہ کی حرمت اس کے انتساب، غرضِ بناء اور آیات و روایات میں موجود تعبیر کی روشنی میں اس کی تطہیر کے باعث، دنیا کی کسی بھی زمین سے مقایسہ نہیں کیا

جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود اس سرزمین کا سرزمین کربلا سے تفاخر کوئی منافات نہیں رکھتا کیونکہ سرزمین کربلا بھی ولی اللہ سے منسوب ہے جو راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں اس لیے سرزمین کربلا نے ارض کعبہ پر اسی الٰہی عطاء اور مخصوص نوازش کے تحت تفاخر کیا ہے۔ اس بنیاد پر کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ کعبہ شریف جس کے اردگرد رسولؐ خدا بھی طواف کرتے تھے وہ رسولؐ خدا سے بھی افضل ہے؟ اور کیا وہ حجر اسود جس کو رسولؐ خدا بھی بوسہ دیا کرتے تھے وہ رسولؐ خدا سے بھی افضل ہے؟ یقیناً رسولؐ خدا کا جو مرتبہ و مقام، عظیم منصب الٰہی ہے وہ بس انھیں کے لیے مخصوص ہے اور کعبہ شریف کو اپنا مخصوص مقام اور فضل خاص حاصل ہے لہٰذا ان دونوں کے درمیان مقام تفاضل ہے ہی نہیں، ہاں تفاخر اپنی مخصوص جہتوں کے لحاظ سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نیز اس کی اور بھی مثالیں آیات اور روایات سے دی جا سکتی ہیں لیکن آیات و روایات میں استعمال ہوئے کلمات کی توجیہ و تاویل میں تکلف اور زور زبردستی سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔

اس کے علاوہ بیت اللہ کو عبادت کے لیے وضع کیا گیا ہے اور عبادت کا کوئی اثر و حیثیت باقی نہیں رہ جاتا جب تک کہ عبادت میں ولایتِ اہل بیتؑ کی روح نہ پائی جاتی ہو۔ اس کی وضاحت و صراحت خود حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''بہترین حصۂ ارض، رکن اور مقامِ ابراہیمؑ کے مابین کی جگہ ہے اور اگر کوئی شخص اس مقام پر حضرت نوحؑ کی عمر پا کر تبلیغی زندگی (یعنی ساڑھے نو سو سال) تک دنوں کو روزہ رکھے، راتوں کو نماز اور عبادتیں کرے لیکن ہماری ولایت کے بغیر خدا

سے ملاقات کرے تو اسے اس کی ساری عبادتیں اور روزے
کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے"۔(ثواب الاعمال: ص ۲۰۴)

اس موضوع پر اور بھی بہت سی روایات ہیں جنہیں اکابر نے قدیم زمانے سے ذکر فرمایا ہے اور متاخرین نقل کرتے چلے آرہے ہیں لہٰذا کوئی اشکال و اعتراض باقی نہیں رہ جاتا اس بات پر کہ کس طرح روایات میں ارضِ کربلا کا ارض کعبہ پر تفاخر ذکر ہوا ہے۔ یقیناً بیت اللہ کو برتری حاصل ہے۔ اپنی جہتوں سے اور سرزمینِ کربلا کو برتری حاصل ہے دوسری جہتوں سے اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔

میں سرزمینِ الٰہی ہوں

اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق فرمایا ہے اور وہ سب کے سب اللہ کی مخلوق و مملوک ہیں لیکن وہ بات جس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا وہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے علم ازلی کے سبب بعض کو بعض پر برتری عطا کی ہے۔ بعض علاقوں کو بعض دوسرے علاقوں کی نسبت بعض امتیازات اور خصائص سے ممتاز کیا ہے اور یہ بات تو ہمارے مشاہدہ کی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات کی اشیاء ساتوں آسمان و زمینیں، پہاڑ، پتھر، درخت، سمندر، ستارے اور سیارے بلکہ تمام موجودات میں تفاوت پایا جاتا ہے اور اسی جہت سے سرزمین کربلا نے ساری دنیا کی سرزمینوں سے تفاخر کیا ہے اور کرتی ہے اور کہتی ہے کہ "میں اللہ کی سرزمین ہوں" اور پھر اپنی قداست و پاکیزگی، طہارت و برکت کا تذکرہ کرتی ہے۔

ابو جارود کا کہنا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:
"اللہ نے سرزمینِ کربلا کو سرزمین کعبہ کی خلقت سے پہلے ہی
محترم اور امن و سلامتی اور مبارک قرار دیا ہے اور سرزمین کربلا

کو کعبہ کی خلقت سے ۲۴ ہزار سال پہلے ہی حرم قرار دیا ہے اور جب زمین کو زلزلے آئیں گے اور اسے خداوند متعال جھٹکے پر جھٹکے دے گا تو سرزمین کربلا اپنی نورانی و پاکیزہ تربت کے ساتھ بلند ہو جائے گی اور جنت کے باغات میں سے سب سے زیادہ برتر و بہتر باغ قرار پائے گی اور جنت کی سب سے فضیلت والا مسکن قرار دی جائے گی، جہاں صرف انبیاء و مرسلین سکونت پذیر ہوں گے اور یہ سرزمین جنت کے اندر اسی طرح منور و چمک و دمک والی ہوگی جس طرح اہلِ زمین کے لیے تمام ستاروں کے اندر کوکب دری منور و چمک و دمک والا ہوتا ہے۔ سرزمین کربلا کی تیز نورانیت سے تمام اہلِ جنت کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہوں گی اور یہ سرزمین ندا دے رہی ہوگی: "میں اللہ کی وہ پاک و پاکیزہ اور مقدس و محترم اور طیب و طاہر اور مبارک سرزمین ہوں جس کی آغوش میں تمام شہیدوں کے سید و آقا اور جوانانِ جنت کے سردار تھے"۔

اس روایت میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے تربتِ پاک حسینؑ کی چند خصوصیات و امتیازات کو ذکر فرمایا ہے، جن میں سے:

۱- کربلاء کی نورانیت ۲- اس کا صاف و شفاف ہونا ۳- جنت میں افضل مقام پر قرار دیا جانا، ۴- کوکب دری کی طرح چمکنا، ان تمام خصوصیات میں متعدد علمی بحث اور عملی پہلو ہیں لیکن ہم انھیں ان کے مناسب مقام کے لیے چھوڑ رہے ہیں البتہ اس روایت کے اندر استعمال ہوئے بعض کلمات پر سرسری نظر ضرور کریں

گے کہ امام نے حدیث میں کلمۂ نور، صفاء، زہرہ وغیرہ استعمال کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

کلمۂ نور، لغت میں روشنی اور اس کی چمک کو کہتے ہیں اور اسی کے ذریعہ اشیاء دکھائی پڑتی ہیں اور ان کی کیفیت وحقیقت کو نور کی مدد سے آنکھیں دیکھ لیا کرتی ہیں نور فی نفسہٖ ظاہر وآشکار ہوتا ہے اور دوسری اشیاء کو ظاہر وآشکار کرتا ہے البتہ اہلِ فن و صنعت نے نور کی دیگر تعریفیں بھی ذکر کی ہیں۔ اسی طرح نور کے مصادیق بھی بڑے مختلف ہیں وجود اور اپنے اثرات کے لحاظ سے اور محققین نے نور کی نسبت بڑے مباحث پیش کئے ہیں اور اس کی نورانی حقیقت پر مختلف جہتوں سے گفتگو کی ہے۔

کلمۂ صفاء پاکیزگی وطہارت کے معنی میں ہے اور گندگی سے دُوری کا معنی رکھتا ہے کہا جاتا ہے کہ فلاں شے صاف ہے یعنی پاکیزہ وخالص ہے۔

کلمۂ زہرہ وزہر، چمکنا اور نورانیت اور تابانی کے معنی میں ہے اور یہ ساری صفتیں اور خصوصیات، خاکِ کربلا کو الٰہی لطف وکرم کے باعث حاصل ہیں اور انھیں صفات کی بنیاد پر سرزمین کربلا نے فخر ومباہات کیا ہے کہ وہ اللہ کی پاک وپاکیزہ مبارکہ اور مقدسہ سرزمین ہے جبکہ ساری زمینیں اللہ کی ہیں اور خاک کربلا کے طیبہ ومبارکہ ہونے کا مطلب اس خاک کے اندر سیّد الشہداء حضرت اَمام حسین علیہ السلام کا وجود ہے کہ اللہ نے اس خاک کو حضرت امام حسین علیہ السلام جیسے عطیے سے نوازا ہے اور یہ اللہ کی مخصوص عطا ہے۔

تسبیح، حمد وثناء الٰہی کرتی ہے

باخبر اور اہل علم ودانش پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ آثار وبرکات اور خصائص و فوائد میں دوسری مقدس جگہوں اور چیزوں کو وہ مرتبہ اور فضلیت حاصل نہیں ہے جو خاک کربلا کو حاصل ہے۔ روایات میں وارد ہوا ہے کہ قبر حسینؑ کی خاک سے بنی تسبیح

، مومن کے ہاتھ میں ہو تو خود تسبیح و حمد و ثناء الٰہی بجا لاتی ہے چاہے مومن اس کے ذریعہ ذکر کرے یا نہ کرے۔

کتاب حسن بن محبوب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام سے پوچھا گیا کہ کون سی تربت کا استعمال کرنا بہتر ہے قبر حمزہ سید الشہداء کی خاک یا قبر حسین سید الشہداء کی خاک؟ اور ان دونوں میں برتری کس کو حاصل ہے؟

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"قبر حسینؑ کی خاک سے بنی تسبیح خود تسبیح پڑھتی ہے چاہے تسبیح ساتھ رکھنے والا شخص ذکر نہ بھی کرے۔ راوی کہتا ہے: میں نے خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے دست مبارک میں خاکِ کربلا کی بنی ہوئی تسبیح دیکھی ہے"۔ (مکارم الاخلاق: ص ۲۸۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے عمل سے استحباب ثابت ہوتا ہے یعنی سیرتِ معصوم کی تاسی و پیروی میں تربتِ کربلا کی تسبیح بنانا اور پاس رکھنا مستحب ہے نیز اس خاک کی دیگر مقدس سرزمینوں پر برتری، روایات سے آشکار ہے اور یہ خصوصیت کہ صاحبِ تسبیح ذکر الٰہی نہ بھی کرے تب بھی خود تسبیح، حمد و ذکر الٰہی بجا لاتی ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے کہ کسی دوسری خاک کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے حتی کہ خاکِ قبر سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کو بھی نہیں، یہ صرف خاک کربلا کا مخصوص شرف ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

"جس کے پاس قبر حسینؑ کی بنی ہوئی تسبیح ہوگی تو اسے تسبیح کرنے والا لکھا جائے گا چاہے وہ اس سے ذکر و تسبیح نہ پڑھے"۔

اسی طرح امام زمان علیہ السلام سے مروی توقیع شریف میں محمد حمیری کے سوال پر کہ

کیا قبر حسینؑ کی خاک سے بنی تسبیح کا استعمال جائز ہے اور اس میں کوئی فضیلت بھی ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:

"خود تسبیح ذکر کرتی ہے اور اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اور اس کی فضیلت یہ بھی ہے کہ تسبیح کرنے والا ذکر تسبیح بھول جائے اور صرف تسبیح کو گھماتا رہے تب بھی اس کے نامۂ اعمال میں ذکر تسبیح لکھ دیا جاتا ہے"۔ (التہذیب: ۶/۷۵)

خود تسبیح کا ذکر کرنا یہ وہ مخصوص کرامت ہے جو تربتِ امام حسینؑ کو حاصل ہے اور اس خاک کی بنی ہوئی تسبیح سے ذکر کرنے والا تمام ذکر کرنے والوں اور تسبیح کرنے والوں میں مقام محمود اور عظیم منزلت حاصل کر لیتا ہے۔ ایسے تو ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتے جیسا کہ قرآنِ مجید میں آیا ہے:

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط (سورۃ الاسراء: آیت ۴۴)

"کہ ہر شے اللہ کی حمد و ثناء اور تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو درک نہیں کر پاتے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾

"ہم نے ان کے ساتھ پہاڑوں کو بھی مسخر کر دیا ہے جو صبح و شام تسبیح کرتے ہیں"۔ (سورۂ ص: آیت ۱۸)

لہٰذا کوئی یہ نہ سمجھے کہ تربت پاک کربلا سے تسبیح کا مطلب زبانِ حال سے تسبیح مراد ہے ورنہ آیت کا معنی ہی کچھ نہیں ہوگا کیونکہ زبانِ حال کے بیان کی ضرورت ہی

کیا ہے جس کو فقہ کی اصطلاح میں زبانِ حال کہا جاتا ہے اور نہ ہی اس سے وجودی تسبیح مراد ہے کیونکہ صریحی طور پر بعض چیزوں کی تسبیح کا ذکر قرآنِ مجید میں آیا ہے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ

"بجلی بھی اللہ کی حمد وثناء اور تسبیح کرتی ہے"۔

تسبیح، حمد وثنا کے علاوہ ہے اس لیے کہ تسبیح کے عمومی معنی میں حمد وثناء شامل ہے برخلاف حمد وثنا کے کہ اس میں تسبیح داخل نہیں ہے۔ اس بات کو تفسیر میں وارد روایات کے اندر ان دونوں کلموں کے معانی میں فرق کے بیان سے سمجھا جا سکتا ہے۔

سیّدالشہداءؑ سے سیّدالشہداءؑ تک

تاریخ شاہد ہے کہ رسولؐ خدا کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضوان اللہ علیہ نے مسلمانوں اور مجاہدین اسلام کے درمیان بڑی عظمت ومنزلت اور عالی مقام حاصل کیا ہے یہاں تک کہ آپ کو راہِ خدا میں شہید ہونے والے تمام مجاہدین کا سیّد و سردار اور سیّد الشہداء کا لقب ملا۔ یہ عظمت تو ہے ہی نیز آپ خاندانِ بنی ہاشم اور جناب رسولؐ خدا سے نسبت وقرابت بھی رکھتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کو سیّدالشہداء کہا جانے لگا بلکہ یہ لقب آپ سے مخصوص ہو گیا اور امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے نو اماموں کے سیّد وسردار امام حسین علیہ السلام ہی ہیں، اگرچہ آپؑ کی تمام معصوم اولادیں زہر یا تلوار سے شہید ہوئی ہیں۔ اس پہلو سے حضرت امام حسین علیہ السلام تمام شہداء وسادات کے سیّد و سردار ہیں اور اہلِ شرع کی اصطلاح میں یہ لقب ''سیّدالشہداء'' کسی اور پر استعمال نہیں ہوتا اور برکات وکرامات حضرت امام حسین علیہ السلام کی تربتِ پاک سے ہی مختص ہے اور کسی معصوم یا غیر معصوم کی تربت سے نہیں اور سنت وسیرت شیعیان، پیروان اہلِ بیت علیہم السلام پوری دنیا میں اسی بات پر قائم ہوئی ہے کہ خاک قبر امام حسینؑ سے تسبیح بنائی جاتی ہے اور جب بھی ''تربت'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو صرف تربتِ امام حسینؑ کی طرف ہی اذہان جاتے ہیں کسی اور کی تربت کی طرف نہیں۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ ابراہیم بن محمد ثقفی اپنے باپ محمد ثقفی سے نقل

کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"حضرت فاطمہ زہراءؑ دختر رسولؐ خدا کی تسبیح صوف کے دھاگوں سے بنی ہوئی تھی۔ اس میں تکبیرات کی تعداد کے اعتبار سے گانٹھیں پڑی ہوئی تھیں اور آپؑ اسی تسبیح کی گرہوں سے ذکر تسبیح پڑھا کرتی تھیں یہاں تک کہ جناب حمزہؑ بن عبدالمطلب شہید کر دیئے گئے تو آپؑ نے تُربت قبر حمزہؑ سے دانے بنائے اور اس سے کئی تسبیح تیار کیں اور دیگر لوگوں نے بھی اس سے تسبیح بنائی اور یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔ تسبیح سازی کا سلسلہ تُربت قبر حمزہؑ کے بجائے تُربتِ امام حسینؑ کی طرف پلٹ گیا اور امام حسین علیہ السلام کی خاکِ پاک سے تسبیح بننے لگی کیونکہ اس پاکیزہ خاک میں بڑی فضیلت وعظمت ہے"۔ (مکارم الاخلاق: ص ۲۸۱)

کوئی حرج نہیں ہے اگر ہم اس مقام پر یہ اشارہ کرتے چلیں کہ تُربت قبر سے تسبیح سازی حضرت فاطمہ زہراءؑ کی سنت وسیرت ہے۔ بعض روایات میں وارد ہوا کہ جب بھی حور العین، ملائکہ میں سے کسی ملک کو زمین کی طرف ھبوط ونزول کرتے ہوئے دیکھتی ہیں تو اس سے ہدیہ کے طور پر تسبیح اور تُربت قبر امام حسین علیہ السلام لانے کی درخواست کرتی ہیں۔ خوشا بحال اس شخص کا کہ جس کے ہاتھ میں خاکِ شفاء کی تیار کردہ تسبیح ہوتی ہے اور وہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اقتداء میں اپنے ہاتھوں کو تسبیح سے مس رکھتا ہے کہ حضرت سیدہؑ کی معرفت کی بنیاد پر صدیاں گزری ہیں اور ان کی حیاتِ طیبہ ہر اس شخص کے لیے اُسوۂ حسنہ ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ اعظم

اور اہلِ بیت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔

تربتِ مطہر حضرت امام حسین علیہ السلام سے تسبیح تیار کرنا شعائر کے بارز ترین مصادیق میں سے ہے کہ جس کی تعظیم دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔ اگر صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں تو سرزمین کربلا بعض جہت سے ارضِ کعبہ سے افضل ہے اور تربتِ مبارک حسینؑ بلاشبہ عظیم ترین شعائر میں سے ہوگی۔

قبر حمزہ سید الشہداءؑ کی خاک سے تسبیح سازی کی شعائریت، حضرت فاطمہ زہراءؑ کے عمل سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ اس عمل کے لیے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے تشویقی و ترغیبی کلمات بھی ہیں یعنی خاکِ کربلا سے تسبیح بنانے کا انھوں نے حکم دیا ہے اور ان بزرگواروں کی اس پر سیرت قائم رہی ہے، یعنی اہلِ بیتؑ خود بھی قبر حسین علیہ السلام کی خاکِ پاک سے تسبیح بنایا کرتے تھے اور اس کی فضیلت و برکات کو بیان کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

> ”جب بھی تم میں سے کوئی یہ چاہے کہ وہ ہر قسم کے خوف و ہراس سے محفوظ رہے تو اسے چاہیے کہ قبر حسین علیہ السلام کی خاک سے تسبیح بنائے“۔

تسبیح جو کہ ذکر تحمید و تکبیر و تسبیح ہے کی حکمت میں دقتِ نظر سے آشکار ہو جاتا ہے کہ تسبیح نے عبد و معبود کے درمیان واسطے کا شرف پایا ہے اس لیے کہ تسبیح کرنے والا جب تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتا ہے اور اس کے ہاتھ میں تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام کی بنی تسبیح ہوتی ہے اور وہ اس کے دانے کو ہر تکبیر پر گھماتا رہتا ہے تو اس کے لیے بہت سی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ بہت سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ گناہوں کی بخشش

ہوتی ہے اور اس کے لیے شفاعت کا حق ثابت ہوتا ہے جیسا کہ روایات میں تعبیر وارد ہوئی ہے اور اسی طرح جب وہ تسبیح کے ذریعہ حمد خدا بجالاتا ہے یا سبحان اللہ کہتا ہے اسی طرح اجر و ثواب درج ہوتا ہے جو شخص خاکِ شفاء کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے زبان پر مذکورہ پاکیزہ ذکر کو پڑھتا ہے اور انگلی سے تسبیح کے دانوں کو گنتا رہتا ہے اور اسے بوسہ دیتا ہے اسے اجر و ثواب کئی گنا ملے گا ان شاء اللہ بشرطیکہ اس نے قُربَةً اِلَی الله کی نیت سے یہ کام کیا ہو اور عمل کے اعتبار سے نیک کام ہے جس میں معصومین علیہم السلام کی اتباع و پیروی ہے اور اسے یہ توفیق خاکِ شفاء کی بہ دولت حاصل ہوئی ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ تسبیح خاکِ شفاء کا ہلانا، دانوں کا شمار کرنا انھیں بوسہ دینا باوجودیکہ دلی توجہ کے ساتھ بلند معانی کے حامل اذکار اور عظیم مفاہیم بھی مدنظر ہیں ساتھ ہی قربانیٔ امام حسین علیہ السلام کی یاد بھی ہے کہ جنھوں نے کلمہ حق کو اونچا کرنے کے لیے، دین اسلام کا دفاع کرنے کے لیے، شریعت محمدی کا تحفظ اس کے اقدار اور حقوقِ بشر و انسانیت کے بلند کردار کی حفاظت بھی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح خاکِ شفاء پر سجدہ کا حکم اور اس کا مستحب ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنی معطر سیرت پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا ہے اور اپنے شیعوں اور چاہنے والوں کو حکم دیا ہے کہ خاکِ شفاء پر سجدہ کرو اور معصومین علیہم السلام سے وارد روایات میں صراحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے مثال کے طور پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

> ''آپ صرف تربتِ امام حسین علیہ السلام پر ہی سجدہ فرماتے تھے اللہ کے سامنے اپنی حقارت و ہیچ ظاہر کرنے کے لیے''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی ارشاد ہے:

"قبر حسین علیہ السلام کی خاک پر سجدہ کرنے سے ساتوں زمینوں
کے طبقات منور ہو جاتے ہیں"۔

ایک روایت میں آیا ہے:

"قبر امام حسین علیہ السلام کی خاک پر سجدہ سے ساتوں حجابات ہٹا
دیے جاتے ہیں"۔(بحار الانوار: ۸۵/ ۳۳۴)

اس سلسلہ میں بزرگ علماء اور اہلِ تحقیق سے بڑے شاندار کلمات صادر ہوئے ہیں اور ان میں سرفہرست اور جامع کلام وہ ہے کہ جو مقتل الحسینؑ میں وارد ہوا ہے۔ خدا سارے علماء کو جزائے خیر دے۔

نصِ عبارت ملاحظہ ہو (اس بنیاد پر ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام نے مظلومیتِ امام حسین علیہ السلام کو ظاہر و غالب رکھنے کے لیے مختلف وسائل استعمال کیے ہیں اور راہِ حق سے دور رہنے والوں سے دوری و پرہیزگاری کا سلسلہ کیا ہے۔

اور راہِ حق و روشن حق سے دور رہنے والوں سے دوری بنائے رکھنے پر زور دیا ہے۔ انقلابِ امام حسین علیہ السلام نے رسولؐ خدا کے مشن کو مستحکم کیا ہے اور رسول اسلامؐ کی دعوت پر لبیک کہنے کا راستہ ہموار کیا ہے اس لیے ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے شیعوں کو تُربتِ حسینیؑ پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے کہ تُربتِ کربلا پر سجدہ کے اَسرار میں سے ایک یہی ہے کہ نماز گزار دن میں پانچ مرتبہ جب خاکِ کربلا پر اپنی جبین رکھے تو سبطِ رسولؐ خدا اور ان کے اصحاب و انصار اور اقرباء کی قربانی کو یاد اور ان بزرگواروں نے صحیح دین اور پاکیزہ شریعت محمدیؐ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں کیا کیا مصیبتیں برداشت کی ہیں اور کس قدر صبر و شکیبائی سے کام لیا ہے اس کو یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ سیّد الشہداء کے صبر و شکر پر فرشتۂ زمین و آسمان نے

تعجب کیا ہے جیسا کہ یہ بات زیارت امام حسین علیہ السلام میں ذکر ہوئی ہے پھر نماز گزار یہ بھی یاد کرے کہ اس پاکیزہ خاک میں مظلوم کربلا اور ان کے پاکیزہ اہل بیتؑ اور بہادر اصحاب کا خون مخلوط ہے کہ جن اصحاب و انصار کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"وہ لوگ تمام شہداء کے مولا و آقا ہیں جن کی عظمتوں کو نہ سابق شہداء پا سکے ہیں اور نہ آئندہ کے شہیدانِ راہِ حق حاصل کر سکتے ہیں"۔ (مقتل الحسینؑ، ص ۱۰۴، للسید عبدالرزاق المقرم بہ نقل از کامل الزیارات، ص ۲۷۰)

ظاہری بات ہے اس یاد سے چاہنے والے کا دل تڑپ اٹھے گا۔ آنکھیں اشکبار ہو جائیں گی۔ کلیجہ منہ کو آنے لگے گا اور پھر بندۂ مومن ہر اس برائی سے دوری اختیار کرے گا جو ظلم و ستم ان بزرگواروں پر روا رکھے گئے ہیں اور ان ظالموں سے دوری اختیار کرے گا جنھوں نے اہل بیت حسینؑ پر ظلم و ستم کی بنیاد رکھی ہے اور چاہنے والے کے سامنے یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ اس عظیم انقلاب حسینؑ نے کس طرح ہر قسم کے ظلم و ستم کے طلسم توڑے ہیں۔ جرم و جور کے ہیکلوں کو خاک چٹائی ہے۔ جس طرح آنے والی نسلوں نے عقیدہ کی تاکید و تائید میں نہضت حسینؑ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت بڑی بڑی شخصیات سمجھے جانے والی ہستیوں کو نظر میں نہیں لائے ہیں اور ان کی ایک بھی نہیں سنی ہے بلکہ ان کی توہین و تذلیل کے درپے رہے ہیں۔

تربتِ امام حسین علیہ السلام پر سجدہ کا ائمہ طاہرین علیہم السلام نے جس طرح حکم دیا ہے اسی طرح ان بزرگواروں نے اس پاکیزہ خاک سے تسبیح سازی کا حکم دیا ہے تاکہ وہی قیمتی ہدف اور مقصد پورا ہو، جن کی طرف ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بارہا اشارہ کیا ہے

اگرچہ ان کے اسرار و رموز اور باریکیوں کو اُمت مسلمہ نے نہیں سمجھا اور پھر ہمارے اُوپر یہ اعتراض کیا کہ ہم بدعت گزار ہیں جبکہ خود انھوں نے اس کے اسرار کو نہیں سمجھا اور حدیث رسولؐ خدا کے فہم سے عاجز ہیں کہ انھوں نے فرمایا ہے:

''میرے لیے زمین کو باعثِ طہارت اور سجدہ گاہ بنایا گیا ہے''۔

سجدہ کے لیے مٹی کا ٹکڑا بھی تو وہی زمین ہے جس میں تھوڑا سا پانی مخلوط کر کے سکھا دیا گیا ہے۔ یہ بھی تو زمین کے مصادیق میں سے ایک ہے اور یہ حدیث متفق علیہ بین الفریقین ہے۔

اس مسئلے میں غور و خوض سے ہمارے لیے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ تربتِ پاک کربلا پر سجدہ کرنا فقہی اصل اور مسلم قانونِ شریعت ہے۔ اس کا مستحب ہونا ائمہ طاہرین علیہم السلام کے عمل اور شیعوں کو اس کی ہدایت دینے سے اور اس پر تاکید کرنے سے ثابت ہے اور خاکِ پاک حسینؑ پر سجدہ کرنا اور اس سے تسبیح بنانا محبوب و مرغوب عمل ہے اور شریعت مقدسہ کے بانی کو بہت پسند ہے۔

سجدہ کے تینوں ذکر عظیم عبادت اور برترین اعمال ہیں۔ ان جملوں میں عبد کی معبود کی بارگاہ میں، عاجز کی قادر کے سامنے، فقیر کی بے نیاز کے حضور، حقیر کی عظیم کے آستانے پر، عاشق کی محبوب و معشوق کی چوکھٹ پر اور مخلوق کے خالق کی بارگاہ میں اور ناقص کا کامل کے محضر میں اور بھرپور محتاج کا بھرپور بے نیاز کے در پر نہایت ذلت و رسوائی کا پتہ دیتی ہے اور یہ سب کے سب معانی، تربت پاک امام حسینؑ کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔

تسبیحاتِ اربعہ

خاکِ کربلا کے ایک اہم خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس پاکیزہ

خاک کے ذریعہ تسبیحات اربعہ پڑھنے والے کو عظیم اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے مروی ہے:

"جو شخص قبر امام حسین علیہ السلام کی مٹی سے کچھ خاک لے کر (تسبیح بنا کر) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اس کے ہر دانہ کے ساتھ تلاوت کرے تو خداوند متعال اس کے نامۂ اعمال میں چھے ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور چھے ہزار برائیاں محو کر دیتا ہے چھ ہزار درجات بلند کر دیتا ہے اور اسی تعداد میں شفاعت کرنے کا حق اس کے لیے ثابت کر دیتا ہے۔ (مستدرک الوسائل: ج ۲، ص ۳۳۶)

اس روایت میں چار ذکر کا تذکرہ کیا گیا ہے:

۱۔ تسبیح ۲۔ تحمید ۳۔ توحید ۴۔ تکبیر

ان تمام اذکارِ طیبہ میں معنوی جہتیں اور ایسے روحانی آثار ہیں جو قولی اور فعلی دونوں عنوان سے ہماری بحث سے مربوط ہیں، اس لیے کہ ان اذکار کا پڑھنے والا جب پڑھتا ہے تو اس کی زبان متبرک ہوتی ہے اور دل اطمینان اور سلامتی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور جسم کو شفاء و آرام ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ ہزاروں برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور ہزاروں درجے اور مرتبے بڑھ جاتے ہیں اور ہزاروں لوگوں کی شفاعت کرنے کا حق اس کے لیے ثابت ہو جاتا ہے۔

امام علیہ السلام کے کلام میں استعمال کی جہت عام اور مطلق ہے یعنی کھانے اور اُٹھانے وغیرہ کے تمام موارد کو شامل ہے گویا خاکِ شفاء وہ روحانی دروازہ ہے جو ان لوگوں کے سامنے کھل جاتا ہے جو رحمت خدا کی امید لگاتے ہیں اور خاکِ شفاء کے اندر خدا کی عطا کردہ معنوی منفعتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اسی لیے ان چاروں اذکار کے اندر بہت سے حدیثی معارف اور قرآنی عظیم معالم موجود ہیں، جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں ہم اختصار کے ساتھ قرآن مجید میں وارد بعض کی طرف اس لیے اشارہ کر رہے ہیں تاکہ تدبر اور تفکر کا دروازہ کھل جائے ان لوگوں کے لیے جو ان اذکار میں پوشیدہ حقائق کو جاننا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید میں تسبیح پروردگار مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے۔ کہیں امر ہے تو کہیں خبر دی جا رہی ہے۔ کہیں صفت کے طور پر بیان کیا جا رہا ہے تو کہیں غائت اور ہدف کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات میں غور و فکر سے اور ان کے مفاہیم و مصادیق پر توجہ کرنے سے یہ راز عیاں ہو جاتا ہے کہ امام علیہ السلام نے تسبیحات اربعہ کی قرائت خاکِ شفاء سے بنی تسبیح کے ہر دانے کے ساتھ پڑھنے کا حکم کیوں دیا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورہ حشر: آیت ۱)

"آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہر شیء نے اللہ کی تسبیح کی ہے اور وہی بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے"۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (سورہ اسراء: آیت ۴۴)

"ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو موجودات ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں"۔

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (سورہ فتح: آیت ۹)

"تا کہ تم (مسلمان) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اس کی مدد کرو، اس کی تعظیم کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو"۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ (سورہ رعد: آیت ۱۳)

"اور (بجلی کی) گرج اس کی ثناء کے ساتھ اور فرشتے اس کے خوف سے (لرزتے ہوئے) تسبیح کرتے ہیں"۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ (سورہ نور: آیت ۴۱)

"کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جو مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں اور پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی"۔

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ (سورہ ص: آیت ۱۸)

"ہم نے ان کے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا تھا۔ یہ صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے"۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (سورہ آل عمران: آیت ۴۱)

"اور اپنے رب کو خوب یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو"۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ (سورہ ق: آیت ۳۹)

''اور طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے اپنے رب کی ثناء کے ساتھ تسبیح کریں''۔

وہ آیتیں جن میں حمد اور تحمید کو بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا (سورۂ اعراف: آیت ۴۳)

''اور وہ کہیں گے ثنائے کامل ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا''۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورۂ یونس: آیت ۱۰)

''اور ان کی دعا کا خاتمہ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) ہوگا''۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ (سورہ حجر: آیت ۹۸)

''پس آپؐ اپنے رب کی ثناء کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں''۔

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ (سورہ توبہ: آیت ۱۱۲)

''(یہ لوگ) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، ثناء کرنے والے ہیں''۔

اور جہاں تک آیاتِ توحید کی بات ہے تو وہ بہت ہیں پس ان میں چند یہ ہیں:

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (سورہ بقرہ: آیت ۱۶۳)

''اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے اس رحمٰن رحیم کے سوا کوئی

معبود نہیں"۔

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (سورہ انعام: آیت ۱۹)

"کہہ دیجیے معبود تو صرف وہی ایک ہے اور جو شرک تم کرتے ہو میں اس سے بیزار ہوں"۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ توبہ: آیت ۳۱)

"حالانکہ انھیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں"۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (سورہ بقرہ: آیت ۱۳۳)

"سب نے کہا ہم اس معبود کی بندگی کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء و اجداد ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کا معبود ہے جو یکتا معبود ہے"۔

اور جو تکبیر کے متعلق آیات ہیں وہ یہ ہیں:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (سورہ بقرہ: آیت ۱۸۵)

"اور اللہ نے تمھیں جس ہدایت سے نوازا ہے اس پر اللہ کی عظمت و کبریائی کا اظہار کرو"۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (سورہ حج: آیت ۳۷)

"اسی طرح اللہ نے انھیں تمھارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ اللہ کی
عطا کردہ ہدایت پر تم اس کی بڑائی کا اظہار کرو"۔
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (سورہ مدثر: آیت ۳)
"اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کیجئے"۔
وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا (سورہ اسراء: آیت ۱۱۱)
"اور اس کی بڑائی کما حقہ بیان کرو"۔

دانوں کا جانے انجانے میں حرکت دینا

حسن بن علی ابن شعیب معروف بہ ابو صالح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعض اصحاب سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام کی خدمت میں پہنچا تو امامؑ نے مجھ سے فرمایا:

ہمارے شیعہ چار چیزوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتے:

① مٹی کا وہ ٹکڑا جس پر نماز پڑھ سکیں ② انگشتری جسے پہنے رہیں ③ مسواک جس سے دانتوں کی صفائی کر سکیں ④ قبر حسین علیہ السلام کی خاک سے بنی تسبیح جس میں ۳۳ دانے ہوں کہ جب وہ اسے ذکرِ الٰہی کے ساتھ حرکت دیں تو ہر دانے کے اُوپر چالیس نیکیاں ان کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں گی اور جب وہ تسبیح کے دانوں کو غفلت میں حرکت دیں گے تو ان کے نامۂ اعمال میں بیس نیکیاں لکھ دی جائیں گی"۔

تربتِ مقدسہ کو حرکت دینا سنت ہے جسے نبی کریمؐ نے سنت قرار دیا ہے۔ جو اپنے ہر عمل میں ہمارے لیے اُسوہ و نمونۂ عمل ہیں۔ حضرت اُمِ سلمہؓ سے مروی ہے:

امام حسین علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اندر دیکھا کہ نبیؐ کے ہاتھ میں کچھ ہے جسے وہ حرکت دے

رہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام ان کے شکمِ اقدس پر سوئے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کے دست مبارک میں میں نے کوئی چیز دیکھی ہے جسے آپؐ حرکت دے رہے تھے اور بچہ آپؐ کے شکم پر سو رہا تھا اور آپؐ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

جبرئیلؑ میرے پاس وہ خاک لے کر آئے تھے جس پر حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے گا اور انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میری اُمت ہی حسینؑ کو قتل کر دے گی۔ (کنز الاعمال: ۱۳/ ۶۵۷)

جو شخص بھی وجودی اور ایجادی نشانیوں کے سلسلے میں اطلاع رکھتا ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ وجودی حرکات اپنے مخصوص معنیٰ رکھتی ہیں۔ ارادے اور اختیار کے ساتھ صادر ہونے والی حرکات فاعل کی طرف سے معنیٰ مقصود سے خالی نہیں ہوتی۔ فاعل جس مقام و منزلت کا ہوگا اس کا فعل بھی ویسے ہی منزلت کا حامل ہوگا۔

ہمارے محلِ گفتگو میں عظیم شخصیت بلکہ تمام خلائق میں وجود اور منصب کے اعتبار سے علم و عمل کے اعتبار سے، سیر و سلوک کے اعتبار سے، فضل و فیض کے اعتبار سے، حدوث و بقا کے اعتبار سے عظیم ترین مخلوق (رسولِ خدا) سے خاکِ شفاء کی حرکت صادر ہوئی ہیں اور ان کا قول و فعل یقیناً بارگاہِ پروردگار سے تائید شدہ ہوتا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم نے اپنی متعدد آیات میں اس کی گواہی دی ہے۔

ارشادِ پروردگار ہوتا ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

"وہ تو اپنی خواہشات سے گفتگو ہی نہیں کرتے وہ وہی بولتے ہیں جو وحی ہوتی ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

"اے رسولؐ! جب آپؐ نے کنکری ماری تھی تو آپؐ نے نہیں ماری تھی بلکہ اللہ نے ماری تھی"۔

پھر کیسے یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کے اعمال وحی الٰہی کے مطابق نہ ہوں گے اور ان کا فعل وجود برحق کے سرچشمے سے مرتبط نہ ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تُربت پاک کربلا میں مادی اشیاء کے معانی سے بالاتر اَسرار و رموز پائے جاتے ہیں کہ جنہیں سوائے خدا کے جس نے ساری خلائق کو پیدا کیا ہے دَرک نہیں کر سکتا۔

پس تُربتِ کربلا پاکیزہ ہاتھوں اور مطہر جسموں سے مس ہونے کی وجہ سے بڑی عظیم مرتبت و عظمت کی حامل ہے۔ اس بنیاد پر جو بھی اس تُربت کو حرکت دے گا چاہے ذکر الٰہی میں مصروف رہ کر یا غفلت کی حالت میں تب بھی وہ فعلِ نبیؐ کی سنت و سیرت کا تابع کہلائے گا اور یہ اللہ کے نزدیک کتنا بڑا فضل و کرم ہے۔ ایسا بندہ نبوی سنت کا اہل اور اہل بیتؑ کا برحق شیعہ کہلاتا ہے۔

تسبیح کا ہلانا اور اپنے پاس رکھنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: تُربتِ حسینؑ کی بنی ہوئی تسبیح کو جو شخص حرکت دے گا اور ساتھ میں ایک مرتبہ استغفار کرے گا تو اللہ اس کے نامۂ اعمال میں ۷۰ مرتبہ استغفار لکھ دے گا۔ اور اگر وہ تسبیح کو ہاتھ میں لیے رہے گا اور اس سے تسبیح بھی نہیں پڑھے گا تب بھی ہر دانے کے بدلے ۷ مرتبہ ذکر کا ثواب ملے گا۔ (المصباح طوسی: ص ۵۱۲)

یعنی استغفار کے ساتھ تسبیح کے دانوں کا حرکت دینا ۷۰ مرتبہ استغفار کے

برابر ہے، اور اسے روک لینا سات مرتبہ تسبیح کے برابر ہے اور یہ رب قدیر کی طرف سے تربتِ پاکِ کربلا میں عطا کی گئی عظمتیں اور قابلِ افتخار عنایتیں ہیں۔ جن کے ذریعہ خاکِ شفاء دوسرے علاقوں کی زمینوں سے ممتاز ہو جاتی ہے لہٰذا کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ یہ سرزمین کائنات کی ہر زمین پر بہت بلند مرتبہ رکھتی ہے۔

یہ میرے جد کی تُربت ہے

ابو بکارؓ سے مروی ہے کہ میں نے امام حسینؑ کے سر مقدس کے پاس کی تُربت کو حاصل کیا جو سرخ رنگ کی تھی۔ میں اسے لے کر حضرت امام علی رضاؑ کی خدمت میں پہنچا اور ان کے سامنے پیش کی۔ امامؑ نے اس خاک کو اپنے دست مبارک پر اُٹھایا پھر اسے سونگھا، پھر رونے لگے یہاں تک کہ آپؑ کے آنسوؤں کی لڑی جاری ہو گئی اور آپؑ نے فرمایا: یہ میرے جدِّ بزرگوار امام حسینؑ کی تُربت ہے۔

اس روایت کے قیمتی مطالب

۱-راوی نے خاکِ شفاء کو امام حسینؑ کے سر مقدس کے پاس سے اُٹھایا تھا اور وہ سرخ تھی۔ آگاہ اور خبیر انسان پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ امام حسینؑ ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو شہید ہوئے ہیں اور حضرت امام علی رضاؑ آخری صفر سنہ ۲۰۳ ہجری میں شہید ہوئے ہیں اور ان دونوں اماموں کی شہادت میں بڑا فاصلہ ہے لیکن اس کے باوجود اس وقت تک تُربتِ کربلا کا رنگ متغیر نہیں ہوا تھا بلکہ اسی صفت اور رنگ پر باقی تھا جس کی خبر رسولِؐ خدا نے جبرئیل امینؑ سے خاکِ شفاء کو حاصل کرتے وقت دی تھی اور آپؐ نے اس خاک کو اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے سپرد کیا تھا۔

یقیناً یہ خاکِ شفاء کی عظیم ترین کرامت ہے کہ جس نے اپنے دامن میں سید

الشہداء امام حسینؑ کا پاکیزہ جسد چھپا لیا ہے اور اسی وجہ سے اس خاک کو اتنی خصوصیت حاصل ہے۔

۲-طینت وطین کا ٹکڑا اور طین، پانی سے مخلوط مٹی کو کہتے ہیں۔ یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ راوی ابوبکارؒ کو کربلا کی مٹی اپنی اصل صفت کے ساتھ حاصل ہوئی تھی جسے وہ مدینہ منورہ امام علی رضاؑ کی خدمت میں لائے اور امامؑ کے سامنے پیش کیا اور امامؑ نے بھی ان کے اس عمل کو صحیح ٹھہرایا اور اپنے دستِ مبارک میں لیا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ تربت کا اخذ کرنا جائز ہے اور کوئی اشکال وارد نہیں ہے اور ہمارے اکابر علماء اصلِ جواز پر متفق ہیں۔ ہاں! قید وشرط میں انھوں نے اختلاف کیا ہے جیسے کہ یہ کہا ہے کہ خاکِ شفاء کو صرف شفاء یا برکت کے لیے ہی لیا جاسکتا ہے، نہ کہ کسی اور غرض سے۔

بعض عمومی دلیلوں سے تمسک کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خاکِ شفاء کا اخذ کرنا مباح ہے لیکن قید لگانے والے علماء خاص دلیلوں سے استفادہ کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ شفاء طلبی اور برکت کے قصد سے ہی لینا جائز ہے۔ اب اگر کوئی مطلق ناجائز ہونے کا قائل ہو جائے اور جنگِ حرمت والی روایت کے عموم سے تمسک کرے تو اس کا یہ قول اشکال سے خالی نہیں ہے۔ اور بظاہر دوسرا قول احتیاط سے زیادہ قریب ہے۔ موضوع اور محلِ بحث قید کے لحاظ سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔

۳-خاکِ شفاء کا سونگھنا مرغوب اور پسندیدہ سنت ہے۔ اس کی خوشبو دل اور روح کو خوشحال کرتی ہے اور بندہ مومن کا امام حسینؑ کے ساتھ رابطہ قوی ہوتا ہے اور اس میں عبادی پہلو بھی عام طور سے پایا جاتا ہے، کیونکہ خاکِ شفاء میں اہلِ ولاء کے لیے وہ دلچسپ اور روحانی عنایات ہیں جو امام حسینؑ کے مقدس جہاد میں اور شریعت

محمدؐ کے دفاع میں حق کلمے کو بلند کرنے کے لیے امام حسینؑ نے فداکاری فرمائی ہے بلکہ مطلق طور پر تمام انسانی اقدار کے زندہ کرنے کی طرف دعوت ہے جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے روز عاشورا اپنے دشمنوں کے خطاب سے ظاہر ہے۔ آپؑ نے فرمایا تھا:

إِن لَم يَكُن لَكُمْ دِينٌ وَكُنتُم لَا تَخَافُونَ المَعَادَ فَكُونُوا أَحرَارًا فِي دُنيَاكُمْ

"اگر تمھارے پاس دین نہیں ہے اور تم معاد کا خوف نہیں رکھتے تو کم از کم اپنی دنیا میں تو آزاد رہو"۔

اور اسی طرح کربلا کی جانب سفر کرتے ہوئے اپنے اہداف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

إِنِّي مَا خَرَجتُ أَشِرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا مُفسِدًا وَلَا ظَالِمًا وَ إِنَّمَا خَرَجتُ لِطَلَبِ الإِصلَاحِ فِي أُمَّةِ جَدِّي، أُرِيدُ أَن آمِرَ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنهىٰ عَنِ الْمُنكَرِ وَأَسِيرُ بِسِيرَةِ جَدِّي وَأَبِي عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ

"میں ظلم و ستم اور تباہی و بربادی کے لیے نہیں نکلا ہوں بلکہ میں صرف اپنے نانا کی اُمت کی اصلاح کے لیے نکلا ہوں، میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں اور اپنے جد اور اپنے بابا علی مرتضیٰؑ کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں"۔ (عوالم العلوم: ۱۷/۱۷۹)

روایات میں وارد ہوا ہے کہ کربلا میں جس وقت امام حسین علیہ السلام اترے تو آپؑ نے اس جگہ کا نام پوچھا۔ لوگوں نے کہا: کربلا۔ آپؑ نے فرمایا: کرب و مصیبت

والی جگہ، میرے بابا صفین سے واپسی پر اس سرزمین سے گزرے تو اُس وقت میں ان کے ساتھ تھا، آپؑ ٹھہر گئے پھر آپ نے اس سرزمین کے بارے میں سوال کیا جب نام بتلایا گیا تو میرے بابا نے فرمایا: یہی ان کے قافلے کے ٹھہرنے کی جگہ اور ان کے خون بہنے کی جگہ ہے، جب اس سلسلے سے امام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: آلِ محمدؐ کا قافلہ یہیں اُترے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ کہہ کر امام حسین علیہ السلام نے ایک مشت خاک زمین سے اُٹھائی اور اسے سونگھا اور فرمایا: خدا کی قسم! یہ وہی خاک ہے کہ جس کے بارے میں جبرئیلؑ نے رسولِ خدا کو خبر دی تھی کہ میں اسی سرزمین پر قتل کیا جاؤں گا۔

امام نے تربتِ کربلا کو سونگھا اور قسم کھا کر گواہی دی کہ آپؑ اس سرزمین پر شہید کیے جائیں گے اور اپنے قول کو جبرئیلؑ کے قول سے استناد کیا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے وہ روایت بھی ذکر کی ہے جس میں حضرت اُمِ سلمہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حوالے کیا تھا۔ اللہ نے اس مبارک خاک میں بڑی کرامانہ خصلتیں رکھی ہیں جس کا سونگھنا اس کا مظہر ہے اور سونگھنے والے کی منزلت اور مقام کو بیان کرتا ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے بھی اس خاکِ پاک کو سونگھا ہے اور اپنے جد مظلومؑ کی شہادت کو یاد فرمایا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے بھی اسے سونگھا ہے اور اسے اپنے خون کے بہنے کی جگہ بتلایا ہے۔ خاکِ کربلا کی قداست وطہارت صاحبِ کربلا کے سونگھنے سے تو آشکار ہے ہی اس سے پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سونگھا ہے لہٰذا اگر ہم سونگھنے کے موضوع کو محلِ گفتگو قرار دیں ثواب تک رسائی کا ذریعہ قرار دیں، دونوں صورتوں میں خاکِ کربلا کی خصوصیت اور اللہ کی جانب سے اس پر عنایت کا پتہ ملتا ہے۔ اللہ نے

بہت ساری اشیاء خلق فرمائی ہیں۔ ان میں خصوصی بھی ہیں جیسے بعض پھولوں پھلوں اور میووں وغیرہ میں خوشبو ہوتی ہے لیکن اللہ نے کسی زمین میں ایسی خوشبو نہیں رکھی ہے جو اپنے اندر موجود معارف و دلائل کی نشاندہی کر سکے۔ سوائے خاکِ شفاء کے یہ خاکِ شفاء کو اللہ کی جانب سے خاص قسم کی خصوصیت اور عطاء ربانی ہے، جس کا کسی دوسری شے سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا کہ جس کے اندر معنوی جہات اور روحانی خصائص پائے جاتے ہیں۔

۴- خاکِ شفاء کے مشاہدہ سے رونا اور آنسو بہانا ایک فطری انسانی مسئلہ ہے جس میں تعبد کا کوئی دخل نہیں ہے، اس لیے کہ جب امام معصوم اس کا مشاہدہ کر کے روتے ہیں تو پھر دوسروں کی کیا بات ہے؟ معصومینؑ کے عمل میں ہر قلب سلیم والے انسان کے لیے نمونہ عمل ہے اور اس پر فطری حکم کے بعد کسی شرعی دلیل کے بارے میں جستجو کوئی معنی نہیں رکھتی، اس لیے کہ شریعت بھی سلیم فطرت کے خلاف حکم نہیں لگاتی نیز شرعی و فطری حکم کے درمیان پائے جانے والے تلازم سے تائید ہوتی ہے، اگرچہ عُرف اور سادہ لوح لوگوں کی فکر نہیں پہنچتی جبکہ معصومینؑ کے عملؑ میں سلیم فطرت کے تقاضوں کی تائید ہوتی ہے۔

۵- خاکِ شفاء کی شناخت اس کی اہم شناختوں میں سے ایک ہے اس لیے کہ امام علی رضاؑ نے خاکِ شفاء کو سونگھنے اور پھر گریہ کرنے کے بعد فرمایا:

"یہ میرے جد بزرگوار کی تُربت ہے"۔

ائمہ طاہرینؑ کو عطا کیے گئے علم خاص (لدنی) سے ان کا کوئی رابطہ نہیں ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ پاکیزہ خاک ایسی ممتاز خصوصیت کی حامل ہے کہ اللہ نے اسے امام مظلوم کے پاکیزہ خون کے تحفظ کرنے کا شرف عطا کرنے کے لیے خلق فرمایا ہے

اور اسے تمام سرزمینوں سے برتر و افضل قرار دیا ہے اور ایسا شرف عطا کیا ہے کہ انبیاء و مرسلین اور اللہ کے مقرب فرشتے بھی اس کی زیارت کو آتے ہیں اور وہ مومنین اس خاک سے شفاء طلب کرتے ہیں، جو اس کی منزلت سے آگاہ اور صاحبِ خاکِ شفاء کے حق کا عرفان رکھتے ہیں۔

اللہ نے قبر امام حسینؑ کو حرم امن اور مبارک جگہ قرار دیا ہے۔ مکہ کو حرم قرار دینے سے پہلے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں جسے عبداللہؓ بن ابی یعفور نے روایت کیا ہے آشکار ہے اور اس کلام میں کوئی غریب پہلو بھی نہیں پایا جاتا کہ مکہ اپنے اندر کعبۂ شریفہ کی مکانیت کے باعث عظمت رکھتا ہے، کیونکہ مشیتِ الٰہی اسی بات پر مستقر ہوئی ہے لہٰذا مخلوقات کے درمیان موجود مقیاس و ترازو سے خاکِ شفاء کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ الٰہی معیاروں اور ایمان کے بلند ترین نکتہ نظر سے دیکھا جائے گا۔ اس پر کعبہ شریفہ کی کسی صورت توہین کا بھی پہلو متصور نہیں ہے کیونکہ کعبہ اللہ کا گھر ہے جو بندوں کی توجہ کو اپنی طرف جلب کرنے کے لیے واجب اور مستحب حج کے عمل کی ادائیگی کے لیے قرار دیا گیا ہے لہٰذا اس کا تقدس کسی مزید بیان کا محتاج نہیں ہے اور نہ ہی کربلائے معلیٰ کی سرزمین کی خصوصیت و عظمت سے منافات رکھتی ہے کیونکہ دونوں کا اپنا خاص مقام ہے۔

اس مقام پر حدیثِ نبویؐ میں لحاظ کیے گئے معنی کی طرف اشارہ کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد:

حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْن

''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں''۔

پہلے ٹکڑے میں منیت کا مطلب واضح و آشکار ہے لیکن دوسرے ٹکڑے میں

بظاہر معنیٰ واضح نہیں ہے لیکن بہرحال برحق معنیٰ ہے، کیونکہ امام حسینؑ اپنے وجود وظہور میں حسب ونسب کے اعتبار سے رسولؐ خدا سے ہیں، کیونکہ آپؑ ان کی اکلوتی بیٹی کے فرزند ہیں، جنہیں اللہ نے نسلِ نبیؐ کی بقاء کا مصدر وسرچشمہ قرار دیا ہے اور انھیں کوثر کہا ہے اور پیغمبرؐ کے اُوپر احسان جتاتے ہوئے فرمایا ہے: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① "ہم نے آپؐ کو کوثر عطا کیا ہے"۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینؑ سے ہیں یعنی دین حنیف کی بقا و دوام اور رسالتِ الٰہیہ کی تبلیغ امام حسینؑ سے ہوئی ہے اور یہ کہنا کہ دوسرے ٹکڑے میں منیت کا مطلب وجودی ارتباط سے دونوں کا اصلی نور ایک ہونا ہے جیسا کہ بابِ تقویم میں وارد روایت اس کے اُوپر دلالت کرتی ہیں۔

یہ قول زور زبردستی ہے اور اس میں بڑی طولانی بحث ہے۔ جس کو ہم اس کے محل کے لیے چھوڑ رہے ہیں، ہاں اپنے موضوع کی مناسبت کے لحاظ سے اس بات کی طرف اشارہ ضرور کریں گے جو منیت کے مصداق پر آشکار ہے اور وہ یہ کہ یہ دینِ اسلام محمدی الوجود اور حسینیؑ البقاء ہے اور میدانی حقائق اس کے گواہ ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ اسلام حضرت آدمؑ سے حضرت خاتمؐ تک الٰہی دین ہے اور محمدی الوجود کی عبارت اس کے کمال اور تمام پر نظر کے باعث ہے، کیونکہ نبی خاتم ہی دین کے اصل و اُصول ہیں اور کسی نبیؐ کو الٰہی منصب کا شرف اس وقت تک نہیں ملتا جب تک اس نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نبوت کا اقرار نہیں کر لیا اور پیغمبرؐ اسلام ہی وہ ذات ہیں جن سے نبوت کا آغاز اور جن پر نبوت کا خاتمہ بھی ہوا ہے۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَاۗءِ وَالطِّيْنِ

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ آب وگل کے درمیان تھے"۔

آپؑ نے امیرالمومنین علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَكُنتَ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَادَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ

''اے علیؑ! آپؑ اس وقت بھی مومنین کے امیر تھے جب آدمؑ آب وگل کے درمیان تھے''۔

اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے:

وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

''محمدؐ صرف اللہ کے رسولؐ ہیں اور سلسلہ انبیاء کے خاتم ہیں''۔

اور اسلام کا حسینی البقاء ہونے کا مطلب کسی بیان یا دلیل و برہان کے قیام کا محتاج نہیں ہے کیونکہ یہ بات روز روشن کی طرح ان اشخاص پر عیاں ہے جو تاریخ اور دین کے حقائق و معارف سے آگاہی رکھتے ہیں۔

حکم اور رہنمائی

اہلِ بیت طاہرین علیہم السلام کے پیروکاروں اور مومنین کے لیے خاکِ شفاء امن وسلامتی اور شفاء کا بہترین وسیلہ ہے۔ معصومینؑ نے اپنے شیعوں اور چاہنے والوں کو اس نعمتِ الٰہیہ سے ہر طور طریقہ سے استفادہ کے راستے کی رہنمائی کی ہے تاکہ مومنین کی حیات رفاہ و آسائش اور توفیق وسعادت کی نعمت سے مالا مال رہے۔

ان بزرگواروں کے ارشادات اور فرامین میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا وہ ارشادگرامی ہے کہ جس میں آپؑ نے فرمایا ہے:

''اپنے بچوں کو تربت امام حسین علیہ السلام سے تحنیک (پہلی غذا) کرو کہ وہ امان کا باعث ہے''۔

حسینؓ بن ابی العلاء نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ حکمِ امامؑ کے تحت

نا جانے کتنے مومنین اور ولایت اہلِ بیت علیہم السلام سے متمسک لوگوں نے امن وسلامتی اور تحفظ کا شرف حاصل کیا ہے اور اگر معنائے تحنیک میں دقتِ نظر سے کام لیا جائے، تو ایک دوسرا عمل بھی آشکار ہوتا ہے اور وہ ہے حرز کی طرح خاکِ شفاء کا اپنے پاس رکھنا۔ روایات میں وارد ہوا ہے کہ تحفظ اور امن وسلامتی کے لیے خاکِ شفاء اپنے پاس رکھنا چاہیے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے رہنما ارشاد میں اس مطلب پر تاکید فرمائی ہے اور ظاہری بات ہے کہ یہ حکم معصوم سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے اور ان کے دستور کو عملی جامہ پہنانے میں امن وسلامتی کی ضمانت ملتی ہے۔

آشکار تعبیریں

اس باب میں کثیر روایات وارد ہوئی ہیں اہلِ فن نے ان میں سے بعض کو سند ومتن کے لحاظ سے صحیح بتلایا ہے بعض کو متواتر اور بعض کو مستفیض، بعض کو حسن تو بعض کو مرسل ومرفوع قرار دیا ہے جو سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں ان کو اصحاب کے عمل سے دائرہ صحت میں داخل کیا گیا ہے یا پھر متن کی قوت کے باعث یا ان کے مطالب کو قرآن وسنتِ مطہرہ سے ثابت اصول وضوابط سے مخالفت نہ رکھنے کے باعث صحیح مانا ہے۔ یہ تھا ان روایات کا ایک پہلو، اور دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ خاکِ شفاء سے شفاء طلبی کے سلسلہ میں وارد روایات میں جو ظہور لفظی اور صراحتِ معنائی سے جواز بلکہ استحباب ثابت ہے انھیں ہم کلماتِ معصومینؑ سے نکال کر پیش کر رہے ہیں:

① الاکل (کھانا)

② الاخذ (لینا)

۳ الوضع (رکھنا)

۴ الحمل (ساتھ رکھنا)

۵ التداوی (علاج کرنا)

۶ التناول (اٹھانا)

۷ الشرب و السقی (پینا)

۸ التحنیك (پہلی غذا بنانا)

خاکِ شفاء کو کھانا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "جو شخص کسی درد و بیماری میں خاکِ شفاء کھائے گا اللہ اسے شفاء عطا کرے گا"۔

یہ روایت سماعہ بن مہران سے نقل کی ہے اور یونس بن ظبیان سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: "قبر حسینؑ کی خاک، ہر بیماری کی دوا و شفاء ہے، لہٰذا جب اسے کھاؤ تو کہو: بسم اللہ"۔

حنان بن سدیر کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی خاکِ شفاء کو کھانے کی ضرورت محسوس کرے تاکہ اس سے شفاء حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کہے:

"اے اللہ! اے اس پاکیزہ تربت کے پروردگار!"

دوسری روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"جو ہمارے شیعوں میں سے خاکِ شفاء کو کھائے گا اس کے لیے خاکِ شفاء ہر بیماری کی شفاء بن جائے گی"۔

خاکِ شفاء لینا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: "جب تم خاکِ شفاء لینا چاہو تو کہو: اے اللہ! اس تربت کے حق کا واسطہ!"

حارث بن مغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب تم خاکِ شفاء لینا چاہو تو کہو: اے خدا میں تجھ سے اس خاک کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں"۔

خاکِ شفاء کا رکھنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: "جب تم مظلومؑ کی خاک کو لو اور اسے اپنے دہن میں رکھو تو کہو: خدایا میں تجھ سے اس تربت کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں"۔

خاکِ شفاء ساتھ رکھنا

ابو حمزہ ثمالیؒ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب تم خاکِ شفاء کو یعنی خاکِ قبر حسینؑ کو اپنے ساتھ حمل کرنا چاہو تو پڑھو"۔

خاکِ شفاء سے مداوا کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "جسے کوئی بیماری لگ گئی ہو تو اگر وہ خاکِ قبر امام حسین علیہ السلام سے مداوا کرے تو خدا اسے شفاء عطا فرمائے گا"۔

خاکِ شفاء اٹھانا

امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب تم میں سے کوئی خاکِ قبر حسینؑ کو

اٹھانا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ ھٰذِہِ التُّرْبَۃِ

شربت خاکِ شفاء

حضرت محمد بن مسلمؓ سے مروی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اے محمدؒ! وہ شربت جو تم نے نوش کیا ہے اس میں قبر امام حسین علیہ السلام کی تھوڑی سی خاکِ پاک تھی اور وہ بہترین دوا ہے جس کے ذریعہ ہم اہلِ بیت شفا طلبی کرتے ہیں لہٰذا اس کا بدل کسی شے کو قرار نہ دینا، ہم اسے اپنے بچوں کو اور اپنی خواتین کو بھی پلاتے ہیں اور ہر قسم کی خیر و برکت مشاہدہ کرتے ہیں"۔

تحنیک

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اپنے بچوں کی پہلی غذا قبر امام حسین علیہ السلام کی خاک کو قرار دو کہ اس میں امن و سلامتی ہے"۔

البتہ جن روایات میں تُربت کا کلمہ استعمال ہوا ہے اور وہ روایات بھی کہ جن میں اس جیسے کلمات اور تعبیریں استعمال نہیں ہوئی اِن سب کا عموم و شمول ہر قسم کے مواردِ استعمالِ خاکِ شفاء کو شامل ہے۔ یعنی جہاں جہاں خاکِ شفاء سے استفادہ ہوسکتا ہے وہ مقامات بھی اسی کے عموم میں شامل ہیں۔ انھی روایات میں سے ایک یہ ہے کہ رسولِ خدا نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"اے حسینؑ! تیری تُربت میں میری امت کے لیے شفاء ہے۔ اسی طرح وہ روایت کہ جس میں خداوند متعال نے قربانی امام حسین علیہ السلام کے عوض، تُربت امام

حسین علیہ السلام میں شفاء قرار دی ہے۔

لہٰذا کلام کا اطلاق و عموم مطلوب و مقصود پر دلالت کرتا ہے یعنی خاکِ شفاء کا استعمال مومن کے لیے ہر بلا دفع کرنے کے لیے جائز بلکہ مباح ہے چاہے وہ بیماری ہو یا بلاء، آفت ہو یا کوئی خطرناک وباو غیرہ۔

جو بات یہاں قابلِ ذکر اور بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ وہ یہ کہ بلا و بیماری کے اسباب جو کچھ بھی ہوں اس کا شفاء دہندگی میں کوئی دخل نہیں۔ اسبابِ بلا و بیماری مادی ہوں یا معنوی، عارضی ہوں یا پائیدار داخل اسباب ہوں یا خارجی نفسانی ہوں یا روحانی شخصی ہوں یا گروہی، فردی ہوں یا سماجی تمام حالات اور صورتوں میں تُربتِ امام حسین علیہ السلام سے شفاء طلبی متصور ہے۔ ہاں خاکِ شفاء کا استعمال موارد و مقامات کے اعتبار سے کمی و کیفی طور سے تمام قیود و شروط کا خیال رکھنا لازم ہے اور ان تمام شرطوں اور قیدوں میں ایمان و معرفت کے ساتھ شفا طلبی ہے نہ کہ چاہت، تجربہ یا کوئی دوسری غرض سے۔

بعض مجربات پر ایک نظر

تربتِ پاک امام حسین علیہ السلام سے طلبِ شفاء کے لیے اور برکت و توسل کے طور پر استفادہ کرنے والے مومنین کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔ صاحبانِ فکر و نظر نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھ ڈالی ہیں اور ان کتابوں میں علماء و صلحاء، متقین وغیرہ کے سچے واقعات ذکر فرمائے ہیں اور خود ہمارے پاس بھی تربتِ پاک سے مستفید ہونے والے مومنین اور خاکِ شفاء کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہونے والے اہلِ ایمان کی ایک لمبی فہرست ہے کہ جن کی تفصیلات کو ہم کسی دوسرے وقت اور دوسری تالیف کے لیے موقوف کرتے ہیں۔ ہاں یہاں پر بعض تعبیریں ذکر کر رہے ہیں۔

واضح تعبیرات اور آشکار معانی

اس باب میں وارد روایات بہت زیادہ ہیں۔ اہلِ فن نے بعض روایتوں کو سند و متن دونوں اعتبار سے صحیح تو بعض کو متواتر اور بعض کو مستفیض قرار دیا ہے۔ بعض روایتیں حسن ہیں تو بعض مرسل بعض مرفوع اور بعض ضعیف مگر علماء شیعہ کے اس روایت پر عمل کی وجہ سے ضعف دُور ہو جاتا ہے۔ ان روایات پر عمل کی وجہ یہ تھی کہ کتابِ خدا و سنت رسولؐ خدا سے ثابت اُصول و ضوابط سے ان روایات کا متن کوئی مخالفت نہیں رکھتا تھا یہ تھا ایک پہلو۔

اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان روایات میں تربت امام حسین علیہ السلام سے شفا طلبی

کے سلسلہ میں جواز و استحباب کے الفاظ میں لفظی ظہور اور معنائی وضاحت پائی جاتی ہے۔ ہم یہاں پر ان کلمات کو پہلے اخبار و احادیث اہلِ بیت علیہم السلام سے استخراج کر کے ذکر کر رہے ہیں: ۱- اکل ۲- اخذ ۳- وضع ۴- حمل ۵- تداوی ۶- تناول ۷- شرب و سقی ۸- تحنیک۔

۱- اَلْاَکْلُ: "جو خاکِ شفاء کسی درد کے لیے کھائے گا اللہ اسے شفاء عطا کرے گا"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس روایت کو سماعہؓ بن مہران نے نقل کیا ہے اور یونس بن ظبیان کی روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں وارد ہوا ہے: "قبرِ حسینؑ کی خاک، ہر بیماری میں شفاء ہے لہٰذا جب اسے کھاؤ تو کہو بسم اللہ"۔

اور سنانؓ بن سدیر کی روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے کلمات یوں وارد ہوئے ہیں: "جب تم میں سے کوئی خاکِ شفاء سے شفاء حاصل کرنے کے لیے اسے کھائے تو کہے: پروردگار اس پاکیزہ تربت کا واسطہ"۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو ہمارے شیعوں میں سے اس خاکِ پاک کو کھائے گا تو وہ اس کے لیے ہر بیماری کی دوا و شفاء بن جائے گی"۔

۲- اَلْاَخْذُ: حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: "جب تم خاکِ شفاء اخذ کرو تو کہو، خدایا! اس تربت کا واسطہ دیتا ہوں"۔

اور حارثؓ بن مغیرہ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب خاکِ کربلا اخذ کرو تو کہو: خدایا! میں تجھ سے اس طینت کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں"۔

۳-الوَضعُ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جب تم مظلوم کی تُربت کو اخذ کرو تو اسے اپنے لبوں پر رکھو اور کہو: پالنے والے میں تجھ سے اس تُربت کے حق کا واسطہ دے کر سوالی ہوں''۔

۴-الحَمْلُ: ابوحمزہ ثمالیؒ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جب تم قبر حسین علیہ السلام کی خاک کو اُٹھاؤ تو پڑھو'': (دُعا پہلے ذکر کی جا چکی ہے)

۵-التَّدَاوِی: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جسے کوئی بیماری لگ جائے اور وہ خاکِ قبر امام حسین علیہ السلام سے مداوا کرے تو خداوند متعال اسے شفاء عطا کرے گا۔

۶-التَّنَاوُل: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جب بھی تم میں سے کوئی خاکِ قبر حسینؑ کو تناول کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کہے: (دُعا پہلے ذکر کی جا چکی ہے)

۱-عمومی امراض سے سلامتی کا نسخہ

خاکِ شفاء کو ایک چنا سے کم مقدار میں لے کر ٹھنڈے پانی کے ساتھ پیا جائے اور یہ کام نماز صبح کے بعد سورۂ حمد اور سورۂ ناس کی ایک ایک بار تلاوت کرنے کے بعد کرے اللہ عزوجل شفاء عطا فرمائے گا۔

۲-دل کی بیماری سے شفاء کے لیے

خاکِ شفاء کو تھوڑے سے زعفران سے مخلوط کر کے رات میں سونے سے پہلے کھایا جائے اور ایک مرتبہ سورۂ فتح کی تلاوت کی جائے تو اللہ عزوجل شفاء عطا فرمائے گا۔

۳-معدہ کے امراض سے شفاء کے لیے

پاک و پاکیزہ پانی سے خاکِ شفاء کو مخلوط کرے اور ناشتہ سے پہلے کھائے پھر ٹھنڈا اور تازہ دودھ پی لے تو اللہ عزوجل شفاء عطا فرمائے گا۔

۴-سر درد دُور کرنے کے لیے

گرم دودھ میں شہد اور خاکِ شفاء مخلوط کر کے صبح ناشتے سے پہلے استعمال کرے تو اللہ عزوجل شفاء عطا کرے گا۔

۵-بدن کا درد دُور کرنے کے لیے

نیم گرم پانی میں خاکِ شفاء کو ملا کر ایک بار سورۂ ملک کی تلاوت کرنے کے بعد تناول کرے تو اللہ عزوجل شفاء عطا کرے گا۔

۶-آنکھ کا درد دُور کرنے کے لیے

خاکِ شفاء کو آبِ زمزم سے مخلوط کر کے سرمہ دانی کے ذریعہ یا پھر قطرہ قطرہ آنکھ میں ڈالے اور تین بار سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کرے تو اللہ عزوجل شفاء عطا فرمائے گا۔

۷-اولاد سے بلاؤں کو دُور کرنے کے لیے

بہت تھوڑی سی مقدار میں خاکِ شفاء کو پانی سے مخلوط کر کے بچوں کو پلایا جائے یا تعویذ کی طرح لٹکایا جائے تو اللہ بچوں کو محفوظ رکھے گا اور اگر آبِ زمزم ہو تو وہ دوسرے پانی سے بہتر ہے۔

۸-فالج زدہ کی سلامتی کے لیے

نیم گرم پانی میں خاکِ شفاء کو مخلوط کر کے مبتلا انسان کو پلایا جائے ساتھ ہی

ستر مرتبہ سورۂ قدر کی تلاوت کی جائے تو اللہ عزوجل شفاء عطا کرے گا۔

۹- نیند میں خوف سے بچنے کے لیے

خاکِ شفاء کی تسبیح کو تکیہ کے نیچے رکھے، سترہ مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ اور صلوات بر محمدؐ و آلِ محمدؐ پڑھ کر سوئے تو اللہ عزوجل شفاء عطا کرے گا۔

۱۰- رزق اور مال کی کثرت کے لیے

تھوڑی سی خاکِ شفاء کو آب زمزم یا بارش کے پانی سے مخلوط کرے پھر تھوڑی سی شہد کے ساتھ شربت کی طرح پیے اور ساتھ ہی سورہ کوثر اور سورۂ قدر کو پانچ مرتبہ تلاوت کرے تو اللہ رزق دے گا۔

۱۱- علم کی زیادتی کے لیے

خاکِ شفاء کو شہد، زعفران کو ٹھنڈے دودھ کے ساتھ مخلوط کر کے صبح میں نوش کیا جائے اور نو مرتبہ آیت الکرسی کی تلاوت اور قرآنِ مجید کی پانچ سوروں، فاتحہ، کوثر، قریش، قدر، ناس کی تلاوت کرے تو خداوند متعال علم و دانش عطا فرمائے گا۔

۱۲- دشمن سے امان کے لیے

خاکِ شفاء سے سبز کاغذ پر آیت الکرسی، سورۂ حمد، سورۂ کوثر، آیت تطہیر تحریر کی جائے اور اسے حرز کے طور پر اپنے ساتھ رکھا جائے تو خداوند متعال امن و امان میں رکھے گا۔

۱۳- جادو سے تحفظ کے لیے

تین مثقال خاکِ شفاء کے ساتھ زعفران مخلوط کر کے پاک و سفید کپڑے پر

یہ جملہ لکھا جائے:

اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ الْحُسَيْنِ وَجَدِّهِ وَأَبِيهِ وَأُمِّهِ وَأَخِيهِ وَبَنِيهِ إِحفَظْنِي مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَشَرِّ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

اور پھر اسے حرز کی طرح حمائل کرلے اللہ محفوظ رکھے گا۔

۱۴- سفر میں محفوظ رہنے کے لیے

خاکِ شفاء پر سترہ مرتبہ آیت الکرسی اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اسے حرز کی طرح حمائل کر رکھے تو بحکم خدا اس کے لیے امن و سلامتی کا باعث ہوگی، اللہ ہی مددگار ہے۔ اس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اسی پر توکل ہونا چاہیے۔ وہی بہترین راہ کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

۱۵- کوڑھ سے شفاء کے لیے

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کوڑھ کی شکایت کی تو آپؑ نے اسے حکم دیا کہ جا، خاکِ قبرِ حسینؑ کو بارش کے پانی سے مخلوط کر کے تناول کرلے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور وہ شفاء یاب ہو گیا۔ (مکارم الاخلاق: ص ۲۷۴)

مترجم کے دیگر آثار

۱- سفط المعرفۃ اوّل و دوم، عربی محاضرات، مطبوع
۲- خادم اہلبیت، فارسی تالیف، غیر مطبوع
۳- سفط المعرفۃ ۳، عربی محاضرات، غیر مطبوع
۴- فقہ العقیدہ دفتر اوّل، عربی تالیف، مطبوع
۵- آخری پھول دفتر اوّل و دوم، تالیف، مطبوع
۶- سربراہ خواتینؑ، ترجمہ، مطبوع
۷ مصلح اعظم (عج)، ترجمہ، غیر مطبوع
۸ حج وعمرہ، ترجمہ، مطبوع
۹ علم وحکمت، ترجمہ، مطبوع
۱۰ حکمتِ جاودانی، ترجمہ، مطبوع
۱۱- سربراہ مسلمینؑ، ترجمہ، غیر مطبوع
۱۲- سلطان العرب والعجمؑ، ترجمہ، غیر مطبوع
۱۳- ارمغان کشمیر دفتر اوّل، تالیف، مطبوع
۱۴- نصائح وتجارب، ترجمہ، مطبوع
۱۵- سنہرا خط، ترجمہ، مطبوع
۱۶- نہج الرشاد، ترجمہ، مطبوع

۱۷- عقیدۂ موت کے تربیتی آثار، ترجمہ، مطبوع
۱۸- خوشبوئے بلاغت دفتر اوّل۔ تالیف۔ مطبوع
۱۹- احکام خاکِ شفاء، تالیف، مطبوع
۲۰- خدا کا مکتشف، ترجمہ، مطبوع
۲۱- سربراہ انسانیتؑ، ترجمہ، غیر مطبوع
۲۲- طرفدارانِ معاویہ کو نصیحت، ترجمہ، مطبوع
۲۳- آفاق ولایت دفتر اوّل، ترجمہ، غیر مطبوع
۲۴- معارفِ آلِ عمران، تالیف، غیر مطبوع
۲۵- مواعظ شافعیہ، ترجمہ، غیر مطبوع
۲۶- مردان در میزانِ قرآن، تالیف، غیر مطبوع
۲۷- آخری امید جانانؑ، ترجمہ، مطبوع
۲۸- دنیا و آخرت، ترجمہ، مطبوع
۲۹- سفیر ولایت علیؑ جلد اوّل، تالیف، مطبوع
۳۰- سفیر ولایت علیؑ جلد دوم، تالیف، غیر مطبوع

